ویمنس کالج میگزین

کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دلی

فروری

۱۹۶۵ء

اورینٹل کالج میگزین

فروری ۱۹۶۵ء

جلد ۴۱ عدد ۲ عدد مسلسل ۱۶۰

ایڈیٹر :

ڈاکٹر سید عبداللہ

★

باہتمام مسٹر احسان الحق ، ہیڈ کلرک ، یونیورسٹی اورینٹل کالج ، لاہور
پرنٹر و پبلشر اورینٹل کالج میگزین ، جدید اُردو ٹائپ پریس ، لاہور
میں طبع ہو کر اورینٹل کالج ، لاہور سے شائع ہوا

سالانہ چندہ : چھ روپے

فہرست مضامین

اردو نثر کی ایک قدیم کتاب

عجائب القصص

[illegible]

از ڈاکٹر سید محمد عبداللہ

★

[شائع شدہ : یونیورسٹی اورینٹل کالج میگزین فروری ۱۹۶۷ء]

کلیم قاسمی بہار ادبیات حیدرآباد

اردو نثر کی ایک قدیم کتاب

عجائب القصص

مغل سلاطین شاہزادیں اور شاہزادیوں کے جمالیاتی اور ادبی ذوق کے ثبوت میں شواہد کی چنداں ضرورت نہیں ــــ مغلوں کا نمایاں سلسلہ تیمور گورگاں سے شروع ہوتا ہے ۔ تیمور کے ملفوظات (جن کی ترتیب کا سہرا فارسی میں ابو طالب حسینی کے سر ہے) تیمور کی اپنی تصنیف ہو یا نہ ہو یہ تسلیم ہے کہ تیمور نے تصنیف و تالیف کی سرپرستی میں کوئی کمی نہیں کی ــــ تیمور کا نامور فرزند شاہرخ ایک خوش ذوق علم دوست اور شائستہ و مہذب آدمی تھا اس سے بھی زیادہ اس کی بیوی گوہر شاد آغا کو فنون سے دلچسپی تھی ۔ اس کے فرزندوں میں الغ بیگ مرزا کی زیج شہرت رکھتی ہے بالیسنغر میرزا شاعر اور فن مصوری سے خاص دلچسپی رکھتا تھا ۔ اوراس طرح درجہ بدرجہ اس خاندان کے چکتوشاہزادے خصوصاً سلطان حسین بایقرا والئی ہرات صاحب علم تھا اور اہل علم کا سرپرست اور قدر دان بھی تھا ۔ میر علی شیر اسی کے دربار کا وزیر تھا جس کی فن شناسی محتاج تعارف نہیں ۔ لطائف نامہ (مجالس النفائس) میر علی شیر کی تصنیف ہے جس میں اس دور کے علم و فن کی تفصیل ہے ۔

بابر بھی خانوادۂ تیمور میں سے تھا ۔ اس کی خوش ذوق اور خار اشگافی کے کوائف تزک بابری سے معلوم ہو سکتے ــــ یہ وہی شاعر تھا جس نے کہا تھا ؎

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

یہ وھی سلطان تھا جس نے مغلوں کے لیے ھندوستان فتح کیا ۔ گل بدن بیگم اس کی بیٹی تھی ۔ اس کا ھمایوں نامہ نجی بیاگرافی کا بہترین نمونہ ھے ۔ اس کے بعد کامران اور دوسرے شاہزادے آتے ھیں ۔ اکبر کہ ان پڑھ ھونے کے باوجود نکتہ رس آدمی تھا ۔ جہانگیر ، نور جہاں ، شاھجہان ، دارا شکوہ ، جہاں آرا بیگم (مصنفہ مونس الارواح) ۔ عزیز الدین عالمگیر (مصنف منتخب عزیزی وغیرہ) شاہ عالم آفتاب ، اظفری اور بہادر شاہ ظفر ـــ یہ سب بادشاہ اور شاھزادے اپنے اپنے زمانے میں علم و ادب سے دلچسپی لیتے رھے اور ادیب شاعر اور انشا پرداز ھو کر اپنے زمانے سے داد پاتے تھے ۔

یہ تحریر شاہ عالم آفتاب کی ایک نثری تصنیف کے بارے میں لکھی جا رھی ھے ۔ عزیز الدین عالمگیر ثانی کے بیٹے تھے ۔ خاندانی نام عالی گوھر تھا ۔

شاہ عالم کی تاریخ پیدائش ۱۱۴۰ : /۱۷۲۸ع ھے سولف خم خانہ جاوید نے ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ع لکھی ھے لیکن یہ صحیح معلوم نہیں ھوتی ۔

اس مختصر مضمون میں شاہ عالم کے واقعات و مصائب زندگی کا تذکرہ ممکن نہیں ۔ اس کے لیے نادرات شاھی (مرتبہ علی عرش) واقعات اظفری اور فرنیکلن کی تاریخ ”شاہ عالم“ ملاحظہ فرمائیے ۔

موجودہ موضوع کے تعلق میں چند باتیں البتہ ذکر کے قابل ھیں شاہ عالم کی علمی تحصیل اچھی خاصی تھی ۔ فارسی تہذیبی زبان اور ترکی خاندانی زبان تھی اس لیے ان زبانوں میں کافی دسترس رکھتے تھے ۔ عربی بھی اچھی خاصی جانتے ھوں گے ۔ موجودہ کتاب عجائب القصص میں آیات و احادیث کا بے تکلف استعمال بھی یہی ظاھر کرتا ھے ۔ مجموعہ نغز میں سنسکرت دانی کا بھی ذکر ھے اور ھندی بھاشا سے غیر معمولی

اقفیت تو بالکل قدرتی ہے کیونکہ ان کی ماں (لال کنور) ہندو رانی تھیں ۔ عجائب القصص کے دوہرے اور کبت اور نادرات شاہی کے سیٹھنے ۔ ہوری اور دوہرے نایکا بھید اس کے ثبوت میں پیش کیے جا سکتے ہیں ۔ انہوں نے خطاطی خوش نویسی بھی سیکھی تھی ۔ امتیاز علی عرشی نے بحوالہ و تائع عالم شاہی لکھا ہے کہ آخر میں قرآن مجید کی کتابت روزانہ کے مشاغل میں شامل کر لی تھی ۔ فنون سپہ گری تو خیر تربیت کا جزو لازم تھا انہیں موسیقی میں بھی دست گاہ حاصل تھی ۔

شاہ عالم شاعر تھے فارسی اردو میں افتاب اور بھاشا میں شاہ عالم تخلص کرتے تھے لیکن اردو فارسی میں بھی کبھی کبھی شاہ عالم لے آتے تھے جیسا کہ نادرات شاہی اور عجائب القصص سے معلوم ہوتا ہے فارسی میں مرزا محمد فاخر مکیں کے شاگرد تھے اور اردو شاید مرزا رفیع سودا سے لیکن سودا کا استاد شاہ ہونے کی بات مشکوک ہے ۔

شاہ عالم کی تصانیف میں ایک دیوان فارسی ہے جس کا قلمی نسخہ بہار ریسرچ سوسائٹی پٹنہ کے کتب خانے میں ' دوسرا لندن کے عجائب خانے میں ہے ۔ اور نسخے بھی ہیں ۔ آزاد (آب حیات) کی روایت کے مطابق دیوان اردو چار ہیں ۔ لیکن دیوان کے کس نسخے کے محفوظ ہونے کا علم نہیں ہوا ۔ نادرات شاہی جو امتیاز علی عرشی کی کوشش سے شائع ہوئی ' شاہ عالم کے اردو ' فارسی ' ہندی شعروں کا مجموعہ ہے اس کا ایک قلمی نسخہ رام پور کے شاہی کتاب خانے میں تھا اس کو عرشی نے مقدمہ و مفید حواشی کے ساتھ شائع کیا ۔ ایک اردو مثنوی منظوم اقدس ہے جس کا کوئی نسخہ اب موجود نہیں (بحوالہ عرشی) ۔

اور آخر میں موجودہ کتاب عجائب القصص ۔ یہ اردو نثر میں شاہزادہ شجاع الشمس اور ملکہ نگار کی داستان ہے اس کا ایک نسخہ

پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے کسی اور نسخے کا مجھے علم نہیں لیکن مجموعۂ نغز میں اس کا ذکر آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حکیم قدرت اللہ قاسم نے نسخہ دیکھا ہوگا۔ آزاد نے شاید اس شہادت پر آب حیات میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ممکن ہے مولوی ذکاء اللہ نے بھی دیکھا ہو۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں:

"اس کی عبارت چار درویش سے کم نہیں"

بہر صورت حسن اتفاق سے اس قصے کا ایک قلمی نسخہ یونیورسٹی میں موجود ہے[1]۔ آغاز:

"حمد اور ثناء بے پایاں شکر اور سپاس فراواں اس منعم حقیقی کو ہے کہ صبح و شام پیر و جوان خورد و کلاں انعام عام اس کے سے کامیاب اور بہرہ اندوز ہیں اور انسان و حیوان وحوش و طیور جن و پری سنگ و آہن بحر و بر زمین و زمان حور و ملکہ ماہ و ماہی تلکہ باد اس کی میں مشغول و مصروف شب و روز ہیں"۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ناتمام ہے اور جو حصے کم ہیں ان کی ضخامت شاید موجودہ حصوں کے برابر ہوگی۔

اس قصے کا سال تصنیف ۱۲۰۷ھ (بارہ سو سات سال ہجری) دیباچے میں بنایا گیا ہے۔ یعنی مذکورہ سن میں اس کا آغاز ہوا۔ نادرات جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے ۱۲۱۲ھ/۹۷-۱۷۹۷ع میں مرتب ہوئی ہے۔ بظاہر ـــــ دونوں کتابیں بادشاہ کے نادینا ہو جانے کے بعد مرتب ہوئیں

---

(۱) نطقیع کلاں صفحات ۱۸۳۷ ہر صفحے میں سطور ۷ کتاب دو جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد میں ۹۲۹ صفحات ہیں دوسری جلد میں ۹۰۸-۱۸۳۷ صفحات۔ خوش خط نستعلیق عنوانات سرخ روشنائی میں۔ قدرے اہتمام سے تیار کیا ہوا نسخہ ہے۔ کاغذ کمپنی کے زمانے کا ہے۔ شروع میں دو ورقوں کے گوشے پھٹ گیے ہوں گے اس لیے مرمت کر دی گئی ہے۔

___ غلام قادر نے بادشاہ کو ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۸ء میں نابینا کیا تھا۔ (واقعات اظفری میں ۱۲۰۰ھ لکھا ہے)۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غلام قادر کی ستم گری کے بعد شاہ عالم اس قسم کے ادبی تصنیفی مشاغل سے دل بہلاتے ہوں گے۔ عجائب القصص کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عالم کو اپنی سلطنت کے چھن جانے کا افسوس ہے وہ خدا و رسول کی حمد و نعت اور بزرگان دین کی مدح و منقبت کے ضمن میں مناجات و دعا کے ذریعے اکثر حسرت و آرزو کا اظہار کرتے ہیں:

چنانچہ حضرت علی کی منقبت کے بعد لکھتے ہیں:

"اے شاہ حاتم وقت اجابت ہے بہتر یہ ہے کہ مشغول مناجات ہوں۔ یا سمیع الدعا بحرمت محمد مصطفیٰ و علی مرتضیٰ حاصل ہو میرا مدعا اس کے بعد مناجات مسدس ہے۔ جو اس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے کہ اس کے ٹیپ کے شعر میں شاہ عالم بار بار اس دعا کو دہراتے ہیں:

درست کیجیو یا رب مرے امور شہی
بحق احمد مختار اور علیِ ولی

اس کے بعد یہ نثر آتی ہے:

"خدایا اگرچہ بندہ ناچیز ہوں لیکن وہ چیز کہ میں بساط میں اپنی رکھتا ہوں۔ ہیچ تمام کارخانہ قدرت تیری کے نہیں ___ (اس کے بعد دعا ہے) شمشیر اقبال کی میرے ہاتھ میں دے اور بدلا میرے دشمنوں سے لے ___"

پھر منقبت معصومین یعنی دوازدہ امام و چہاردہ معصوم آتی ہے اس کا خاتمہ بھی دعا پر ہوتا ہے۔

بہ چاردہ تن معصوم چاردہ مطلب

اُمید ہے نہ عنایت کرے خداوندا
رہوں سریر شہی پر ہمیشہ میں قائم
کبھو نہ ہووے ترا سایہ میرے سر سے جدا
مرے ہی نام کا خطبہ ہو ہفت کشور میں
مرے ہی نام کا جاری ہو جابجا سکّا

اس دعا کے باقی اشعار بھی اسی مضمون کے ہیں۔

اس کے بعد حضرت غوث الاعظم کی منقبت اور ان کا شجرۂ نسب ہے۔ اس کے بعد ایک مخمّس ہے اس میں اپنی بادشاہی کے امور کی اصلاح کے لیے مختصر دعا کی ہے:

کیجے میرے درست امور شہی
میں نے دیکھا نہ تھا یہ وقت کبھی
پاؤں لغزش میں ہیں میرے آپہی
دستگیری کا وقت ہیگا یہی
تھام لو مجھ کو یا محی الدین

منقبت کے آخر میں ہے:

بجان و دل اس کا ثنا خواں ہوں مَیں
گدائے در شاہ جیلاں ہوں میں
مجھے نام اوس کا ہے ورد زباں
مرا سر ہے اور اس کا ہے آستاں
اسی سے ہوں امیدوار آفتاب
اسی کے تفضل سے ہوں کامیاب

نگاہ کرم شاہ روشن ضمیر
مری دستگیری مرے دستگیر
شتابی سے حاصل ہوں سبط نبی
مقاصد مرے دینی و دنیوی

یہ سب اقتباسات ظاہر کرتے ہیں کہ یہ زمانہ شاہ عالم کے کرب و درد کا زمانہ تھا جس میں وہ اپنی معینوں میر دوسرے کو مبارک رکھتے اور اس طرح دل کو تسلی دیتے ہیں۔

داستان حسب دستور طویل ہے اور کبھی کبھی یہ بدگمانی بھی ہوتی ہے کہ نابینا شخص اتنی لمبی کہانی کے ربط و تسلسل کو کیسے برقرار رکھ سکتا ہے۔ بدگمانی بجا ہے لیکن یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ کہانی کے ربط و انتظام میں شاہ عالم نے اپنی متوسلین میں سے کسی سے مدد لی ہوگی۔ مواد تمام تر بادشاہ کا اپنا دیا ہوا بلکہ لکھوایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ عبارت کے سارے تیور شاہانہ ہیں اور شک کی گنجائش کم رہتی ہے۔

پھر بھی اس کی ترتیب میں کسی مددگار کی شرکت قرین قیاس ہے ـــــ اور دیباچے کے ایک اتفاقی فقرے سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے:

"جب چند دیوان بزبان فارسی اور بزبان ریختہ ارشاد حضور والا مرتب ہوئے اور کبت دوہرہ حد سے گزرے یکایک یہ مزاج اقدس ارفع اعلی میں آیا کہ قصہ زبان ہندی میں بعبارت نثر لکھیے ـــــ"۔

اقتباس کے خط کشیدہ الفاظ کھٹک رہے ہیں۔ ارشاد حضور والا اور مزاج اقدس ارفع اعلی میں آیا! لیکن یہ شاہانہ پیرایہ گفتگو ہو سکتا ہے چنانچہ تھوڑی دیر پہلے یہ جملہ آیا ہے:

" ایام طفولیت سے خاطر مبارک ہماری مائل اور راغب طرف سخن فہمی اور سخن سنجی کے ہے —"

یہ شاہانہ طرز گفتگو ہے جس سے شبہ یوں پیدا نہیں ہوتا کہ اس سے پہلے شاہ عالم نے اپنا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

" مصنف اس حکایت رنگین اور مولف اس افسانہ شیریں کا گدای درگاہ حضرت محمد رسول اللہ ابو المظفر جلال الدین محمد شاہ عالم بادشاہ نام اور تخلص اس ذرہ جناب الہی کا مثل آفتاب عالم تاب کے ماہ سے ماہی تلک مشہور اور مشرق سے مغرب تلک معروف ہے "

بنا بریں سابقہ اقتباس میں مزاج اقدس ارفع اعلی کو شاہانہ طرز گفتگو میں شامل سمجھا سکتا ہے ۔ البتہ " ارشاد حضور والا " سے یہ راز ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ جس شخص نے بادشاہ کے دیوان فارسی و ریختہ مرتب کیے ہوں گے اس نے بادشاہ کی زبان سے سن کر یہ کہانی بھی لکھی ہوگی — اگرچہ نابینا ہونے کے باوجود اور خود اپنے ہاتھ سے نہ لکھ سکنے کے باوجود اپنے کہے ہوئے کو لکھوا کر دوسرے سے سن لینا ناممکن بھی نہیں ! مشق و ریاضت سے یہ ہو سکتا ہے ۔

عجائب القصص میں جو داستان بیان ہوئی ہے وہ دوسری داستانوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ۔ قصے کا آغاز وہی ایک بادشاہ جو بے حد سخی اور عادل تھا — رعایا اس کی خوش اور فوج اس کی خوشحال ۔ مگر خود بادشاہ کے دل میں غم کا ایک کانٹا چبھا رہتا تھا — یعنی اولاد کا نہ ہونا ۔ خطا و ختن کے اس بادشاہ عظیم کا نام مظفر شاہ تھا اور اس کا وزیر اس کا غم خوار اور صاحب تدبیر — بادشاہ اس پر اپنے غم کو ظاہر کرتا ہے — وہ ایک درویش کی مدد اور اشارے سے بادشاہ کے اس غم

کو دور کرتا ہے۔ ادھر اتفاق سے خود وزیر کے گھر میں بھی اولاد نہ تھی——درویش کی دعا سے وہ بھی صاحب اولاد ہو جاتا ہے بادشاہ نے شاہزادے کا نام شجاع الشمس اور وزیر زادے کا نام اختر سعید رکھا— دونوں کی تعلیم و تربیت تحصیل یک جا ہوتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے یار موافق ہم دم شریک راحت و غم——زمانہ اسی طرح گزرتا جاتا ہے۔

متوازی طور پر روم کے بادشاہ قتلغ خاں کے ساتھ بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آتا ہے وزیر اور سلطان دونوں بے اولاد مگر نجومی کی پیش گوئی سے دونوں کے ہاں اولاد ہو جاتی ہے (دونوں لڑکیاں) یعنی ملکہ نگار اور وزیر زادی مشتری——دونوں ہم دم اور شریک راحت و غم۔

شاہزادہ شجاع الشمس خواب میں ملکہ نگار کو دیکھتا ہے اور غائبانہ عاشق ہو جاتا ہے——اختر سعید کو ہمراہ لے کر ملکہ نگار کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے——راستے میں وہی دیو——ان کی قید میں آدم زاد عورتیں پریاں——شجاع الشمس اپنی بہادری سے دیووں کو ہلاک کرتا جاتا ہے۔ آسمان پری اور راحت پری کی مدد سے مراحل سفر آسان ہو جاتے ہیں۔ ملکہ نگار کا خواب دیکھنا اور بے قرار رہنا مشتری کو ہم راز بنانا——آسمان پری سراغ لگا لیتی ہے ملاقاتیں—— شاہزادے کو اطلاع کہ سراغ مل گیا۔ اس کے بعد ملکہ اور شاہزادے کو باہم ملانے کی تدبیریں پھر رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں حسد رقابت کج فہمی سے مشکلات——پھر پریشانی سراسیگی غربت مسافرت——پھر دیو زادوں اور پریزادوں کا لشکر شجاع الشمس کی حمایت میں——ادھر ملکہ نگار کی مشیر مشتری کی کوشش سے قتلغ خاں آمادہ ہو جاتا ہے کہ نگار کی شادی شجاع الشمس سے کر دے——لیکن ایسا کرنے سے پہلے

ٹھہراتا ہے کہ شاہزادہ اپنے علم اور ذہانت کے ثبوت میں بیس سوالوں کو حل کرے وہ بیس سوال یہ ہیں :

(۱) جو شخص کہ ماں باپ سے پیدا نہیں ہوا وہ کون ہے ۔

(۲) وہ عورت کون ہے کہ نہ اس کی ماں ہے نہ باپ ہے ۔

(۳) وہ کہ اس کا باپ نہیں وہ کون ہے ۔

(۴) نہ وہ جن ہے نہ انسان ہے نہ فرشتہ ہے نہ چار پایہ ہے نہ درندہ ہے اور وہ پیغمبر ہے پس ایسا شخص کون ہے ۔

(۵) جس قبر نے کہ سیر کرائی صاحب قبر کو وہ کون ہے ۔

(۶) جس جسم نے کھانا کھایا یا پانی پیا اور نہ پیے گا روز قیامت تلک وہ جسم کون ہے ۔

(۷) جس جگہ پر سورج ایک بار چمکا اور دوسری بار نہ چمکے گا روز قیامت تلک وہ جگہ کون ہے ۔

(۸) جس بے جان نے جاندار کو جنا وہ بے جان کون ہے ۔

(۹) وہ عورت کون ہے کہ حاملہ بھی ہوئی اور بچہ بھی جنا بیچ تین ساعت کے ۔

(۱۰) وہ دو چیزیں کون ہیں کہ ہمشہ ساکن ہیں یعنی حرکت انہیں نہیں ہے ۔

(۱۱) وہ دو چیزیں کہ ہمیشہ جنبش میں ہیں اور اونہوں کو قرار ایک دم نہیں وہ دو چیزیں کون سی ہیں ۔

(۱۲) وہ دو چیزیں کہ ہمیشہ درمیان اونہوں کے دوستی ہے اور کبھی دشمنی نہ ہووے وہ دو چیزیں کون ہیں ۔

(۱۳) وہ دو چیزیں کون ہیں کہ آپس میں اونہوں کے دشمنی ہے اور کبھی دوستی نہ ہو

(۱۴) جس چیز کو چیز کہتے ھیں وہ کون ھے -

(۱۵) جس چیز کو نا چیز کہتے ھیں وہ کون ھے -

(۱۶) صورتوں میں اچھی صورت کون سی ھے -

(۱۷) صورتوں میں بد ترین صورت کون سی ھے -

(۱۸) جس جاندار نے کہ اپنے یاروں کو عذاب سے خدا کے ڈرایا اور وہ نہ جن ھے نہ انسان ھے نہ فرشتہ ھے ایسا جاندار کون ھے -

(۱۹) پہلے جس عضو کو حق تعالیٰ نے بیچ رحم کے پیدا کیا وہ کون ھے -

(۲۰) بعد مرنے کے تمام استخوان آدمی کے گل کر خاک ھو جاتے ھیں - اور ایک استخوان باقی رہ کر نہ گلتا ھے نہ بوسیدہ ھوتا ھے وہ استخوان کون ھے -

شہزادے نے ان کے کیا جواب دیے وہ تو کتاب ھی میں پڑھیے - یہاں اس قدر کافی کہ سب جواب ٹھیک ھوتے ھیں ــــ لیکن شہزادے کی مصیبتوں کا زمانہ ابھی ختم نہیں ھوتا ــــ اسے پھر آسمان پری اور دوسری پریوں کی امداد حاصل کرنی پڑ جاتی ھے - یہ پریاں عظیم لشکر جمع کرتی ھیں ــــ اور روم کی طرف بڑھنے کی تیاری مکمل ھو جاتی ھے ــــ اس نسخے میں قصہ یہاں ختم ھو جاتا ھے ــــ ظاھر ھے کہ کہانی آگے بھی ھو گی - مولوی ذکاءاللہ نے لکھا ھے کہ اس کی چار جلدیں تھیں - اگر یہ سچ ھے تو موجودہ نسخے میں صرف آدھا قصہ ھے - باقی آدھے قصے کے لیے ھمیں اس وقت کا انتظار کرنا ھو گا جب کتابوں کا کوئی جوئندہ یا فروشندہ کسی سہانی صبح اپنے پشتارے سے باقی جلدیں بھی (شاید بے خبری کے عالم میں) ھمارے سامنے نکال کر رکھ دے گا ــــ تب

ہم میں سے کوئی لکھنے والا اس مضمون کا دوسرا حصہ لکھنے کے قابل ہوگا۔

عجائب القصص کی اہمیت کے تین وجوہ ہیں۔ اول یہ کہ شاہ عالم (ایک بادشاہ) کی تصنیف ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ اس سے شاہ عالم کی زندگی (تصنیفی اور ذہنی)——نیز اس زمانے کے رسم و رواج اور شاہ عالم کی شاعری کا مزید مواد ملتا ہے——قصے کے اندر لکھے ہوئے سارے اشعار تو شاہ علم کے نہیں۔ (حافظ۔ سعدی وغیرہ کے علاوہ میر تقی میر تک کے اشعار ہیں) مگر کچھ حصہ اردو فارسی ہندی اشعار کا ان کا اپنا بھی ہے——نادرات شاہی کے مجموعے کے ساتھ ملا کر جو اشعار جمع ہو گئے ہیں ان سے ایک معقول مضمون تیار ہو سکتا ہے۔

تیسری وجہ اس کی اہمیت کی یہ ہے کہ یہ شمالی ہندوستان میں اردو نثر کی چند اولین کتابوں میں سے ایک ہے۔ شمالی ہندوستان کی قدیم اردو نثری کتابوں کی ترتیب قائم کی جائے تو کم و بیش یوں ہو گی:

(۱) فضلی کی دہ مجلس (کربل کتھا) ۱۷۳۲ع/۱۱۴۵ھ
(۲) نو طرز مرصع ۱۷۸۱ع/۱۱۹۵ھ سے پہلے۔
(۳) سودا (متوفی ۱۱۹۵ھ) دیباچہ دیوان مراثی اردو (سودا نے۔ میر تقی میر کی مثنوی کو اردو نثر میں منتقل کیا تھا۔ مگر اب وہ دستیاب نہیں) ۱۷۸۱ع۔
(۴) ترجمہ قرآن مجید از شاہ رفیع الدین صاحبؒ (۱۲۰۰ھ) ۱۷۸۶ع

---

(۱) میر کا یہ شعر بھی ہے۔

شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں
عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

(۵) ترجمہ قرآن مجید از شاہ عبد القادر ۱۲۰۵ھ) ۹۱-۱۷۹۰ء۔

(٦) عجائب القصص ۱۲۰۷ھ-۹۳-۱۷۹۲ء۔

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے اپنی کتاب اردو نثر کا آغاز اور ارتقا میں اس زمانے کی بعض اور تصانیف نثر کا بھی ذکر کیا ہے مگر وہ جنوبی ہندوستان سے متعلق معلوم ہوتی ہیں۔۔۔شمالی ہندوستان کے بعض مصنفوں کی مختصر نثری عبارتیں بھی مل جاتی ہیں لیکن اس طرح کی مبسوط نثری کتاب جس میں کہ عجائب القصص ہے بظاہر شاذ ہے۔۔۔اور مندرجہ بالا کتابوں کے بعد اس قصے کا نمبر آتا ہے۔ اور یہ اس کی اہمیت کا کافی ثبوت ہے۔ یوں یورپین لغت نگاروں میں سے بعض اقدم تھے۔ اور مرزا جان طپش کی شمس البیان بھی ۹۳-۱۷۹۲ء/۸-۱۲۰۷ھ کی ہے۔

جہاں تک نثری قصوں کا تعلق ہے شمالی ہندوستان کے نثری قصہ "نو طرز مرصع" کے بعد یہی ہے۔ گیان چند کی فہرست پر اگر یقین کیا جائے تو اس کے آگے اور پیچھے کے چند قصے یہ ہیں۔

(۱) نو طرز مرصع۔ از میر محمد حسین عطا خان تحسین ۱۷۷۵ء اور ۱۷۸۱ء کے درمیان (۱۱۹۵ھ)۔

(۲) نو آئین ہندی۔ قصہ ملک محمود گیتی افروز از مہر چند کھتری ۱۲۰۹ھ ۹۵-۱۷۹۴ء۔

(۳) جذب عشق از شاہ حسین حقیقت ۱۲۱۰ھ/۹۶-۱۷۹۵ء۔ ۱۲۰۴ھ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔

(۴) سلک گوہر۔ از انشا ۱۲۱۴ھ/۱۸۰۰/۱۷۹۹ء (۱۲۰۴ء کے قریب لکھی ہوئی اور داستانیں بھی ہیں)۔ باغ و بہار ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء میں لکھی گئی۔ محمد عوض زریں کی باغ و بہار اس سال لکھی گئی۔ اس فہرست کی رو سے

عجائب القصص اردو کی قدیم نثری داستانوں میں دوسرے نمبر پر ہے۔ انشا کی کتابیں بعد کی ہیں نو طرز مرصع (تحسین) اقدم ہے اور وہ موجودہ معلومات کی رو سے اردو میں قدیم ترین نثری داستان ہے۔ اس کے فوراً بعد عجائب القصص کا نمبر آتا ہے۔ نو طرز مرصع کے پر تکلف انداز کے بعد موجودہ قصے کا عام فہم زبان میں لکھا جانا عجیب سی بات ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اس مجبوری کے باعث بھی ہو کہ مصنف نے قصہ لکھوایا مگر شاہ عالم نے عام فہم زبان میں لکھنے کا خود دعویٰ کیا ہے:

قصہ زبان ھندی میں بہ عبارت نثر لکھیے اور کوئی لفظ اس میں نامانوس اور خلاف روزمرہ اور بےمحاورہ نہ ہو ـــــ اور عام فہم اور خاص پسند ہو۔

قصے میں از ابتدا تا انتہا سلامت اور سادگی ہے۔ سامنے کی معاشرت کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ اس لیے عبارتیں بھی تکلف سے خالی ہیں۔ ہر فصل کا آغاز بھی بڑا سہل طریقے سے یوں ہوتا ہے:

"راوی نے یہ کہا ہے"

نہ کہ بعض دوسری داستانوں کے انداز پر!

"تب درویش روم نے عندلیب خوش لہجۂ زبان کے تئیں بیچ گلزار بیان کے یوں داستان سرا اس معنی رنگین کا کیا"۔

(قصہ درویش روم نو طرز مرصع)

عجاب القصص میں قصہ بہت ہموار اور رواں معلوم ہوتا ہے۔ اس ہمواری اور روانی کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ مصنف نے بیانیہ کے اس تقاضے پر نظر رکھی ہے کہ واقعات کے تسلسل کے

راستے میں بیان کا تکلف یا مصنف کے ذہنی جملہ ہائے معترضہ رکاوٹ نہ بنیں۔ اس کی نظر واقعہ کے بیان پر ہے نہ کہ بچپن کے تکلف پر۔ سہل زبان عام فہم روز مرہ اور مانوس طریق ادا ــ! زنار دار منجم کی گفتگو دیکھیے :

"زنار دار نے کہا میں منجم بے بدل ہوں اس گھڑی طالع وقت سے یوں دریافت ہوتا ہے کہ تم اپنے مقصد کو پہنچ رہو گے۔ لیکن ایک تماشہ میں تمہیں دکھاؤں کہ تمام عمر نہ دیکھا ہو نہ سنا ہو بادشاہزادے نے کہا کہ اے عزیز ہم گرفتاری اپنی مصیبت میں ہیں۔ تماشے سے کیا سروکار مثل مشہور ہے کہ رونے کو بھی دل خوش چاہیے۔ زنار دار نے کہا کہ واقعی یونہی ہے لیکن دیکھنا اس تماشے کا بھی نواد رات سے ہے بادشاہزادے نے کہا اگرچہ باعث مصیبت کے اور پریشانی کے کچھ خوش نہیں آتا مگر تیری خاطر سے کیا مضایقہ"

کتاب کا یہی عام انداز ہے۔ لیکن یہ بھی ہے کہ باغوں اور عیش و عشرت کی محفلوں کی تصویر کھینچتے وقت خیال آرائی کا میلان بھی پیدا ہو جاتا ہے مگر عام طور سے روز مرہ ہی چل رہا ہے۔

مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاہ عالم نے بوستان خیال (فارسی) کو نمونہ بنایا ــ یہ ان کی دل پسند کتاب معلوم ہوتی ہے۔ عجائب القصص میں جزئیات نگاری کا انداز کچھ ویسا ہی ہے۔ محلات اور باغوں کے نقشے خالص مغلئی ہیں۔ شاہی محل کی تقریبات عہدے داروں کی تفصیل اور دیگر آداب و رسوم کی اچھی خاصی تصویر اس کتاب سے تیار ہو سکتی ہے۔ مغلوں کے حرم میں جو ہندو اثرات موجود تھے محتاج ثبوت نہیں۔ اس قصے میں جا بجا کبت 'دھرے' بانسے اور جھولنے ہندی کے ہیں۔ اور ان کا تعلق مختلف رسوم سے ہے۔

شاہ عالم نزاکت کے عمدہ نقشے نہیں پیش کر سکے البتہ باغ و بزم کی تصویریں بھر پور ہیں۔ شاہ عالم نے اپنے کرداروں کی جو مہم آزمائی دکھائی ہے اس میں بھی ضعف کے آثار ہیں۔ شاہ عالم کے اس قصے سے ان کی مذہبی معلومات کا حال بھی معلوم ہوتا ہے۔ وہ بیس سوال جو پہلے درج ہو چکے ہیں مذہبی امور سے متعلق ہیں۔ اردو کی دوسری داستانوں میں خصوصاً طلسم ہوش ربا وغیرہ میں مصنفوں نے دوسرے علوم کی مہارت کا مظاہرہ کیا ہے لیکن شاہ عالم دینی امور سے خاصے باخبر معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ معلومات اس کتاب میں زیادہ ہیں۔ فقط

الرّسالة الخاقانيّة

(الدّرّة الثّمينة في علم الواجب تعالىٰ)

تأليف

ملا عبدالحكيم السيالكوتي (م - ١٠٦٧ﻫ / ١٦٥٦ء)

عنى بنشره و تحقيقه و التعليق عليه

امين الله وثير

أستاذ اللغة العربية في الكلية الشرقية

بجامعة بنجاب ، بلاهور

شائع شده : يونيورسٹی اورينٹنل كالج ميگزين ، فروری ١٩٦٥ ع

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی عہد جہانگیر و شاہجہان کے ایک عالم بے بدل اور نامور مصنف ہیں، جن کی عظمت و فضیلت کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ خاص طور پر شاہجہان کے زمانے میں وہ بے پناہ قدر و منزلت کے مالک تھے۔انہوں نے سیالکوٹ میں ملا کمال کشمیری جیسے فاضل استاد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور حضرت مجدد الف ثانی اور ملا سعداللہ وزیر شاہجہان ان کے خواجہ تاش تھے۔

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کو خراج عقیدت پیش کرنے والے لوگوں کی فہرست یوں تو خاصی طویل ہے لیکن جن شاندار الفاظ میں ان کا ذکر خیر ان کے ایک ہم عصر مؤرخ، محمد صالح کنبو (م - ۱۰۸۵ھ) نے کیا ہے اس سے ان کی عظیم شخصیت اور علمی فضلیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کنبو کی کتاب ''عمل صالح موسوم بہ شاہجہان نامہ'' عہد شاہجہانی کی مستند تاریخ ہے جو خود شاہجہان کے عہد میں تصنیف کی گئی۔ اس کتاب کی تیسری جلد میں ہمیں اس دور کے مشہور علماء و فضلاء کے مختصر سوانح ملتے ہیں جہاں سیالکوٹی فاضل کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:

حبر محقق نحریر مدقق سر آمد دانشوران واجب التعظیم مولانا عبدالحکیم

منشاء و مولدش قصبہ سیالکوت از مضافات دارالسلطنت لاھور است و مراتب شہرت ذکر فضائلش از لیالی و ایام و شہور و اعوام اشہر۔ اگر او را ثالث معلمین خوانند می شاید و اگر عقل حادی عشر دانند می سزد۔ آں جناب در آغاز حال از دبستان تعلیم الٰہی ادب آموزی کردہ و از دانش

کده فضل نا متناهی حکمت اندوزی نمود در آخرکار پرده کشائی اسرار عالم سواد و بیاض گشت ـ و به نیروی کمالات خداداد و نهایت معرفت بمبدأ و معاد بر کتب معتبره که همگی از تصانیف اوستادان باستانست و تفصیل آن در ذیل این صحیفه مرقوم حواشئی خرد پسند معنی طراز بقلم آورده دیباچهٔ هر کدام را از نام نامی حضرت ثانی صاحبقران شاهجهان بادشاه مزین ساخت، و مدت شصت سال صدر نشین مدرسهٔ تلقین سنن و فرائض شرع نبوی صلوات الله و سلامه علیه و علی آله و صحبه بوده از برکات ذات عالی درجات و میامن مکارم صفات حمیدهٔ خویش پنجاب بلکه هندوستان را لبریز فیض جاوید داشت ـ رفته رفته علم علم در عرصهٔ تفرد بعنوانی برا فراخت که سائر آموز گاران روزگار در پیشش دبستان گزین استفادهٔ فنون دانش گشته و جمله ادبای سخن پرداز مانند کودکان حرف شمار در جنب کمالاتش بشمار آمدند ـ بلکه ارباب دانش و اصحاب فطرت کامل ادیب یونان را از تهجی خوانان دبستان ادب آموزش و عقل دانش افروز را جز وکش مدرسهٔ تعلیمش تصور نموده بدین تجویز درست خود را صاحب تمیز کامل دانستند ـ بالجمله آن صاحب فضائل صوری و معنوی حق عظیم بر سائر ارباب فضل ثابت کرده در سال هزار و شصت و هفت هجری متوجه دارالبقاء گردید ـ[۱]

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کی تصانیف کا دائرہ بڑا وسیع ہے وہ علم کلام، تفسیر، بلاغت، منطق اور فلسفہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور ان تمام علوم میں انہوں نے کوئی نہ کوئی تالیف ضرور اپنی یاد گار چھوڑی ہے، خاص طور پر منطق اور فلسفہ سے انہیں گہری دلچسپی تھی ـ اس زمانے کی بہت سی معروف درسی کتابوں پر ان کے قابل قدر

(۱) "شاهجهان نامه" جلد سوم ص ۳۲۶-۷ -

حواشی موجود ہیں ۔ اس کے علاوہ ان کی بعض مستقل تصانیف کا بھی پتہ چلتا ہے ' انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی مشہور کتاب ''غنیۃ الطالبین'' کا بھی فارسی میں ترجمہ کیا ' کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے ہم سبق شیخ احمد سرھندی (مجدد الف ثانی) کے دعوی مجددیت کی تائید میں بھی ایک رسالہ ''دلائل التجدید'' کے نام سے سپرد قلم کیا تھا ۔

الرسالة الخاقانية ۔ یا ۔ الدُّرة الثمينة

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کی معرکہ آرا تصنیف ہے ۔ مولانا عبدالحی لکھنوی نے اس کا ذکر علم کلام کی مستقل ہندی تصانیف میں کیا ہے[1] یہ رسالہ غیر مطبوعہ صورت میں دنیا کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہے ۔ اس کے قلمی نسخے مختلف ناموں سے حسب ذیل مقامات پر ملتے ہیں (اگرچہ مصنف علام نے آخر میں خود اس کا نام '' الرسالة الخاقانية '' ہی تحریر کیا ہے) ۔

۱۔ انڈیا آفس لائبریری ' لنڈن ۔

الدرة الثمينة (فی اثبات الواجب) ۔

MSS. No. 2012. Fall. 35—59, Delhi 1877 b.
Date 18th century.

۲۔ (الف) ایشیا ٹک سوسائٹی آف بنگال ' صفحہ ۱۰۱ ۔

در ثمینہ ۔ (The Valuable Pearl)

(ب) رسالہ خاقانیہ ۔ (V.I, p. 4)

۳۔ رائل ایشیا ٹک سوسائٹی آف بنگال ۔

الخاقانیة فی تحقیق مبحث العلم ۔

(pp. 367, 600) (Bibliotheca Indica)

---

(۱) الثقافة الاسلامية فی الهند ۔

۴- حیدرآباد دکن - کتب خانہ آصفیہ -

رسالہ خاقانیہ (فہرست مشروح بعض کتب نفیسہ قلمیہ حصہ دوم صفحہ ۳۱۹ نمبر ۱۰۹۴- فن کلام) -

(یہ مخطوطہ مصنف رح کی زندگی میں خود ان کے اصل نسخے سے نقل کیا گیا) -

۵- پشاور - اسلامیہ کالج لائبریری -

(الف) الرسالۃ الخاقانیۃ فی علم الباری - (بذیل فہرست نمبر 858/4)

(دیکھیے: Brockelmann : G.A.L. Supp. II, pp. 613—4)

(ب) رسالہ عبدالحکیم سیالکوتی فی علم الواجب تعالی (بذیل فہرست نمبر 1964/3) -

۶- کراچی - نیشنل میوزیم - الرسالۃ الخاقانیۃ لعبدالحکیم السیالکوتی فی مباحث الکلام (اس مخطوطے کی ایک Photo stet کاپی پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں مہیا کی گئی ہے) -

۷- پیٹرز برگ لائبریری (روس) -

No. 440. (Bukhara Callection).

(دیکھیے: Brockelmann Supp. II)

۸- رام پور - رام پور لائبریری -

فہرست کتب مخطوطہ نمبر ۲ : ۶۲۶ -

(دیکھیے: Brockelmann : Supp. II)

اس کتاب کا موضوع علم باری تعالی ہے - سیالکوٹی فلسفی نے اس مسئلے کے بارے میں حسب تصریح قرآنی ، جملہ اقوال فلاسفہ و حکمائے اسلام کو جمع کر دیا ہے اور خوب داد تحقیق دی ہے - اگرچہ

آخری چند صفحات میں حشر اجساد اور عالم کے قدیم و حدیث ہونے کے متعلق بھی بحث کی ہے لیکن آپ کے پیش نظر اہم مسئلہ علم واجب تعالی کا تھا۔ جسے تین ابحاث میں تقسیم کیا گیا ہے :

البحث الاول : فی اثباتہ (اثبات علم باری) ۔

البحث الثانی : فی ان علمہ ' ما ھو و کیف ھو ۔

البحث الثالث : فی عموم علمہ تعالی ۔

ہمارے پیش نظر اس وقت اس رسالے کے تین نسخے ہیں :

۱۔ انڈیا آفس لائبریری کا مخطوطہ ۔

۲۔ نیشنل میوزیم کراچی کا مخطوطہ ۔

۳۔ اسلامیہ کالج لائبریری پشاور کا مخطوطہ ۔

ان میں سے پہلا مخطوطہ نہایت صاف اور خوش خط ہے جو نسخ کے اڑتالیس صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور اس پر کاتب کا نام موجود نہیں ہے ۔ اسی کو ہم نے " اصل نسخے " کے طور پر آئندہ صفحات میں پیش کیا ہے ۔ Foot Note میں دئیے گئے Variants کراچی اور پشاور کے نسخوں کے ہیں ۔ جنہیں بالترتیب (ك) اور(پ) کے حروف سے ظاہر کیا گیا ہے ۔ یہ رسالہ انشاء اللہ قسط وار " اوریئنٹل کالج میگزین " میں چھپے گا اس دوران میں کوشش کی جائے گی کہ دیگر نسخوں کی نقول بھی مہیا کی جائیں ۔ تاکہ ان کے Variants بھی شامل کئے جائیں اور یہ نادر تصنیف مکمل صورت میں ہدیہ قارئین ہو ۔

وجہ تصنیف :

اس قابل قدر رسالے کی تصنیف کا سبب یہ ہے کہ ملا سعداللہ خان وزیر شاہجہان نے بادشاہ کے حکم سے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کو ایک خط تحریر کیا جس میں آپ سے اس مسئلے پر روشنی ڈالنے کی فرمائش کی

گئی تھی کہ امام غزالی علیہ‌الرحمة نے قدم عالم، علم واجب تعالی اور نفی حشر اجساد کے سلسلے میں ابو نصر فارابی اور ابن سینا کی تکفیر کی ہے جبکہ باقی تمام علماء نے ان مسائل کے بارے میں تاویل سے کام لیا ہے فرمائیے : اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟[۱]

ملا سعداللہ کا مذکورہ بالا خط کتب خانہ آصفیہ والے مخطوطے کے پہلے صفحے پر مرقوم ہے (جو بتمامہ آئندہ نقل کیا جا رہا ہے) ۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہان نے اپنے ایک امیر جان نثار خان کی زیر قیادت ایک سفارت ایران بھیجی تھی جس میں دربار شاہجہانی کے دو علماء ـــــ محمد فاروق مشرف اور محب علی (واقعہ نویس) بھی شامل تھے ، معقولات میں ان حضرات کی بحث ، وزیر ایران سے جو بذات خود اہل علم میں سے تھے ، چھڑ گئی ۔ وزیر نے ان سے مندرجہ بالا مسائل ثلاثہ کے بارے میں استفسار کیا , جس کا وہ کافی و شافی جواب نہ دے سکے ۔ جب شاہجہان کو اس واقعہ کی خبر ملی تو اس نے وزیر سعد اللہ کو ملا عبدالحکیم سیالکوٹی سے اس مسئلے میں رجوع کرنے کا حکم دیا ، تاکہ دربار ہند کی طرف سے ان کا جواب با صواب ایران بھیجا جا سکے ۔

خط ملا سعد اللہ وزیر شاہجہان بنام ملا عبدالحکیم سیالکوٹی

افادات پناہ ، افاضت دستگاہ جامع معقول و منقول، حاویٔ فروع و اصول، وحید العصر، فرید الدھر با دراک نشأ تین و احراز سعادت دارین کامیاب باشند ۔ حسب الحکم شرف می نویسد کہ چون از افراد وقائع ایران زمین بمسامع حقائق مجامع رسید کہ افادت پناہ ، افاضت و سیادت دستگاہ خلیفہ سلطان وزیر دانشور عراق کہ عالم علمائے آنجا ست از محمد فاروق مشرف و محب علی واقعہ نویس کہ با امارت مآب جان نثار خان سفیر متعین اند ،

---

(۱) فہرست کتب قدیمہ ، کتب خانہ آصفیہ ۔ حصہ دوم ص ۳۱۹ ۔

پس از دعوای ایشان بفضل و کمال پرسیده باشد که امام محمد غزالی در مسئله قدم عالم و نفی علم واجب تعالی شانه ' عما یقول الظالمون فی حق انفسهم و الجاهلون بالله و صفاته بجزئیات ' و نفی حشر اجساد تکفیر شیخ ابو نصر فارابی و شیخ ابو علی بن سینا ' وجمعی تاویل کلام حکماء کرده اند' این مراتب را بفر مایند نمود' مدعیان بے فروغ از مسلک معقولیت دور در مانده اند ' لہذا به کمترین مریدان حکم شده که بآن فضائل و کمالات دستگاه سطری چند برنگارد و بگزارد که آن افادات و افاضت مرتبت را درین مسائل مختصرجامع مفیدی که مستجمع کلمات حکماء و تاویلات علماء و وجه تکفیر اسلامیین و اقوال ملیین و مباحث و مناظرات و شکوک ه شبهات و ازالات و ازاحات و اسوله و احوبه و غایة تدقیقات و نهایة تحقیقات و اصل کلام در هر باب و اساس سخن در هر جواب و آنچه بران ظفر یافته باشند و برهان فائز شده باشند و احاطه مسائل متعلقه بایں مطالب علمی از حضوری و حصولی و بودن علم عین عالم و عین معلوم است یا غیر آن ' و تعلق بجزئیات بوجه کلی است یا بوجه جزئی و تحریر آنکه جزئیه و کلیه مفهوم تابع مدرک است و نسبت بواجب جبری هست یانه ' و بیان آنکه ادراک تعاقی است و احساسی نیست ' و شمول علم به معینات و منخصات از زمان و غیر آن ـ و بقائے علم بمعلوم یا بغیر معلوم و تبدل زمان و حضور زمان بجمیع اجزایه من ازل الا زال الی ابدا لآباد مع کونه غیرقارن جز آن باشد نوشته درحضرت خلافت درعرض ده پانزده روز باید فرست که بایران فرستاده شود و آنچنان باید نوشت که قابل فرستادن باشد و لائق اضافه بآن فضائل دستگاه بود و بروز گاران ازان باز گویند ' و در تاریخ نامه هائے نوشته آید[1] ـ

---

(۱) فهرست مشروح بعض کتب نفیسه قلمیه ـ حصه دوم ص ۱-۳۲۰ ـ

بسم الله الرحمٰن الرحيم

اللّهمّ باسمك ابتدي، و بنور قُدسك اهتدي، لا الٰه الّا انت سُبحانك لا علم[1] الّا ما علّمتَ، و لا درايةَ الّا ما الهمتَ - صَلِّ و سَلِّمْ علیٰ النّور الماحي لظلمات الغواية، و علیٰ آله و أصحابه نجوم الهداية -

يقول[2] العبدُ المسكينُ عبد الحكيم بن شمس الدين : هٰذه فوائد عالية، و فرائد غالية، نظمتُها لقلوب هاوية[3]، و آذان[4] واعية[5]، باسم الملك القمقام[6]، و الا وحدیّ[7] القرم[8] الهُمام، ليث الوغیٰ، وغيث الوریٰ، السيف المسلول، و الوابل[9] الشمول[10]، السراج الوهّاج، و البحر الموّاج، المنصُور بالرعب المحمّدیّ، و التائيد[11] الرّبانیّ،

---

(۱) پ : "اعلم" و هوسهوٌ -

(۲) پ : كُتبَ اوّلا "يقوم" و بعدهٗ جُعلَ "يقول" -

(۳) الاصل : (تفسيرًا بين السطور بالفارسية) "خواهنده" -

(۴) پ : "اذان" و هوسهو -

(۵) الاصل : (تفسيرًا بين السطور بالفارسية) "شنونده" -

(٦) الاصل : (تفسيرًا بين السطور) "عظيم" -

(۷) الاصل : (تفسيرًا بين السطور) "فريد" ; ک : "الاوجدی" و هوسهوٌ -

(۸) الاصل : (تفسيرًا بين السطور) "سردار" -

(۹) پ : "الوابل" وهوسهو -

(۱۰) ک : "السمول" وهوسهو -

(۱۱) الاصل : (تفسيرًا بين السطور) "الجند" -

[ابی][1] المظفّر[2] ، شهاب الدین/محمد شاه جهان ، صاحب القران ٣٦ و
الثانی ـ من التجأ[3] الی جنابه صادقً[4] شَرَفاً[5] علیاً[6] ، و من
صدف عنه لم یجد نصیراً ولا و لیاً ـ

اللّهمّ کما فضّلته[7] بالسلطنة[8] الکبری فی الدّنیا فتمّم بالسعادة
العظمی فی العقبی و یرحم الله عبداً قال آمینا[9] ـ

القولُ[10] فی علمه تعالی

و فیه ابحاث

الاوّل[11] فی اثباته

اتّفق الکلّ علیه الاّ شرذمةٌ من قدماء الفلاسفة لا یعبأ بهم ، قالوا :
انّ صدورَ العالَم منه من غیر شعورٍ به ، زعماً منهم انّ کون

(١) الاصل و پ و ک : "ابو" و هو غلط ـ

(٢) پ : "الظفر" و هو غلط ، والصحیح "المظفر" (انظر : بادشاهنامه المجلد الاول صفحه و تصنیف عبدالحمید اللاهوری ، کلکته ١٨٦٤ء) ـ

(٣) ک : "التجی" ـ

(٤) پ : "صادق" وهو غلط ـ

(٥) ک : "شرق" وهو غلط ـ

(٦) ک : التصحیح بالهامش ـ

(٧) ک : "فصلته" وهو سهوٌ ـ

(٨) ک : "بالسلطه" ـ

(٩) الاصل و ک : "امینا" ـ والتصحیح من پ ـ

(١٠) پ : (بالحاشیه) "القول فی علمه تعالی" (مکررًا لتسهیل المنال) ـ

(١١) پ : (بالحاشیه) "البحث الاول فی اثبات العلم لهٗ تعالی" ـ (الاضافة لتسهیل المنال) ؛ک : (بالحاشیه) "البحث الاوّل" (الاضافة لتسهیل المنال) ـ

افاضة[1] الوجود و ما يتبعهُ لازماً لذاته لزومَ الضوء للشمس كمال، حيث لا يُتصوّر انفكاكهُ عن ذاته بدون ملاحظة شيئٍ من الأشياء - و لا يدرُون[2] انّه يستلزم نقيصة الجهل، تعالى الله عمّا يقول الظّالمون -

و قيل ارادُوا به نفَى العلم التفصيلّى للزوم التكثّر فى ذاته - و شبهتُهم انّه لو علم شيئاً لعَلَم[3] نفسه اذ[4] بعلم انّه يعلمهُ،
۳۶ ظ و ذلك يتضمّن العلم/بذاته و التالى بط[5] لانّ[6] العلمَ نسبةٌ لا يُتصوّر الّا بين شيئين[7] و لا اثنينية فيه[8] بوجه من الوجوه -

و الجوابُ : منع كونِ العلم نسبةً[9] بل صفةٌ ذات نسبة، فيتحقّق[10] الطّرفان، اعني الصفة و الذات للنّسبة الّتى بينه و بين المعلوم وللنّسبة الّتى بينه و بين العالم[11]، و امّا النّسبة بين العالم و المعلوم

---

(۱) ک : "افادة" - والاصح "افاضة" كما فى الاصل و پ -
(۲) ک : "يدرؤن" وهو سهو -
(۳) ک : "علم" -
(۴) پ : "او" وهو سهو -
(۵) بط = باطل -
(۶) الاصل بالهامش : "ولانهٔ يستلزم اجتماع صورتين متماثلتين و هو مح - و جوابه انّ علمهٔ تعالى بذاته حضورىّ لا حصولّى فلا اجتماع، و انّ وجود احدلهما اصلى و وجود الاخرى ظلّى، فلا استحالة - تدبّر -
(۷) الاصل : "شيئن" (بحذف نقطتى الياء الاوّل) ؛ پ : "اثنين" -
(۸) پ : سقط "فيه" -
(۹) الاصل : (تفسيرًا بين السطور) "كما ذهب اليه جمهور المتكلمين" -
(۱۰) الاصل : "فيتحق" والتصحيح من ک ؛ پ : "فتحقق" -
(۱۱) ک : "العالم و اما النسبة" (التصحيح بالهامش) -

فهي بعينها[١] النسبة الأُولى من هاتين[٢] اُعتبرتْ بالعَرض فيما بينهما ، و لو سُلّم كونُه نسبة[٣] ، فيكفيه تغاير[٤] الطرفين بالاعتبار ـ فاعتبار صلاحيته[٥] للمعلوميّة فى الجملة غير اعتبار صلاحيته للعالميّة فى الجملة ـ و فيه انهُ يلزم أنْ لا يكون ذاته تعالى عالماً بهذين الاعتبارين لتقدّمهما[٦] على العلم[٧] ـ

و هذا الجوابُ على طريقة المتكلّمين ، و امّا على طريقة الحكماء ، فسياتى تحقيقهُ ـ

(١) ک : "بعينه" وهو غلط ـ

(٢) ک : "وَ" بعد "هاتَين" ـ

(٣) الاصل (بالهامش) : "كما ذهب اليه محققوالمتكلمين" ـ

(٤) الاصل (بالهامش) : "المراد بالتغاير الاعتبارى هو التغاير الذاتى لا التغاير من محض الاعتبارى ، الاتر ان صلاحيتها ثابتان فى نفس الامر ، فانّ الكلام فى احوال الاشياء فى نفس الامر لا فى الاحوال الاعتبارى المحضة" ـ

(٥) الاصل (بالهامش) : "ويرد ايضاً انه ان اريد صلاحية لمعلومية نفسه و عالمية نفسه فهو اوّل المسئله ، و ان اريد صلاحيتها فى الجملة فلا يفيد ـ والجواب عنه اختيار الثانى و منع عدم الافادة ، فانّ توقف النسبة ليس الاعلى تغاير المنتسبين فى الجمله باىّ وجه كان ، و ان ردّ ايضاً بانه يلزم ان لا يكون فيه بدون اعتبار المقيد عالماً بشئ ـ فجوابهُ انه لا محذورَ فى كونه مع اعتبار المقيد عالماً بذاته لانّ النسبة متحد مع الذات فى الوجود ، لا امر زايد عليه" ـ

(٦) پ : "لتقدمها" وهوسهوٌ ـ

(٧) پ : "عليه" ـ

البحثُ[1] الثانی فی انّ علمه ما هو و کیف هو

٣٢ و اعلم انّ علمه تعالی امّا ان یکون/عین ذاته أو خارجاً عنه[2] امّا قائماً بنفسه أو بذاته تعالی[3]، او بامرٍ آخر[4]، لامزید علی هٰذه الاحتمالات -

و لغُموضِ هٰذه المسئلة ذهب الیٰ کلّ احتمال طائفةٌ - فقال افلاطون : انّه[5] صُوَر قائمة بنفسها - فمعنی انّه تعالی عالمٌ[6] انّ لهٗ نسبة الیها[7]، فانّه نورٌ مطلق یفیض[8] تلک الانوار منه، لا انهٗ متّصفٌ بها[9] - و بهٰذه النّسبة کانت علماً له تعالی دون غیره، أو[10] انّ لهٗ عالمیّة - والمراد بالصورة الامر المجرّد الذی یکون آلة لمشاهدة امرٍ کالمرآة - فانّه مع قیامه بذاته آلة لمشاهدة المرئیّات من غیر انطباع شیئی ولا اتّصال[11]

---

(١) پ : (بالحاشیه) "البحث الثانی فی انّ علمهٗ تعالیٰ ماهو و کیف‌هو" ؛ (مکررًا لتسهیل المنال) ؛ ک : (بالحاشیه) "البحث الثانی" (مکررًا) -

(٢) پ : سقط "عنه" -

(٣) پ و ک : سقط "تعالی" -

(٤) پ : "خارجٍ" -

(٥) ک : "انّ علمهٗ تعالی" -

(٦) پ : سقط "عالم" -

(٧) پ و ک : "الیه" وهوسهوٌ -

(٨) پ : "تفیض" وهو اصح -

(٩) پ و ک : "به" وهوسهوٌ -

(١٠) ک : "و" -

(١١) ک : "ایصال" وهوسهو -

شعاعٍ ـ والامر المشاهَدَ[1] متّحد[2] مع[3] تلک الصورة ذاتا[4]، مغائرله[5] اعتبارًا ـ و قیام تلک الصُّوَر[6] بنفسها لا یُنافِی کونها صُوَر الاَعراض، اذ یجوزاَن یکون الشّیئی قائماً بنفسه فی عالَمٍ و قائماً بغیره فی عالمٍ کما انّ الانسان قائمٌ بنفسه فی الخارج و قائمٌ بغیره/فی الذّهن ـ و کالاَعمال[7] تصیر ۳۷ ظ جواهر[8] فی الاخرة حال الوزن، کماذهب الیه بعض اکابر العلماء ـ و کذلک صُوَر[9] المعدومات الممکنة و الممتنعة، یجوز قیامها بنفسها فی[10] عالَم الانوار، فانّ امتناع الوجود الخارجیّ بل[11] الخارجیّ والذّهنیّ معاً کما فی المعدوم المطلق، لا ینافی ان یکون لها ثبوت فی عالم الانوار لا یترتّب علیه الآثار المطلوبة منها فی الذّهن اوالخارج[12] ـ و یؤیّدهٔ ما قیل

---

(۱) ک : "المشاهدة" وهو غلط ـ

(۲) پ : "مع قیامه بذاته آلة لمشاهدة المرئیات من غیر انطباع شیئی ولا اتصال شعاع والامرالمشاهد" (مکررًا) وهوسهوٌ ـ

(۳) پ : "الیٰ" ـ

(۴) الاصل : "ذاتا" والتصحیح من ب ـ

(۵) پ : "لها" وهوواضح ـ

(٦) ک : "الصورة" ـ

(۷) پ : "وَلِاَعمال" وهوسهوٌ ـ

(۸) پ : "فی الآخرة جواهر" ـ

(۹) ک : "الصور" وهو غلط ـ

(۱۰) پ : "فی" (مکررًا) وهوسهو ـ

(۱۱) پ : سقط "بل الخارجی" ـ

(۱۲) ک : "فی الخارج اَوالذّهن" ـ

انّ الشّیئیّة[1] علیٰ قسمین ، شیئیّة[2] ثبوتیّة و شیئیّة[3] وجودیّة ۔ والشّیئیّة[4] الوجودیّة هی[5] ظهورالشّیئی فی الوجود العینیّ فی مرتبة من المراتب و عالم من العوالم ۔ والشّیئیّة[6] الثبوتیّة هی[7] ثبوت الشّیئی فی العلم لا فی الخارج ۔ والفرق بینه و بین ماذهب الیه المعتزلة ، کون ذلک الثّبوت
۳۸ و عینیّاً[8] علیٰ مسیرهم و علمیّاً علیٰ هٰذا المسیر و یلزمهم/القول بتمییزالمعدومات مطلقاً[9] فی الخارج ، و علیٰ هٰذا المسیریلزم تمییز المعدومات الخارجیّة فی عالم الانوار ۔

فهٰذا تصویر مذهبه[10] بحیث یندفع عنه[11] الشکوک والاستبعادات[12] الّتی اوردوها[13] علیه ، و هو قریبٌ من القول بالأعیان الثابتة التی ذهب الیها الصُّوفیة ۔

و امّا طریق اثباته فالمشاهدة بالریاضات الشّاقة ۔ و قال

---

(۱) پ : "شیئة" وهوسهوٌ ۔
(۲) پ : "شیئة" وهوسهوٌ ۔
(۳) پ : "شیئة" وهوسهوٌ ۔
(۴) ک : "و شیئیة الوجودیة" وهو غلط ۔
(۵) پ : سقط "هی" ۔
(٦) پ : "الشیئة" ۔ وهوسهوٌ ؛ ک : و "شیئیة الثبوتیة" ۔ وهو غلط ۔
(۷) پ : "هو" وهوسهو ۔
(۸) پ : "عینا" وهوسهوٌ ۔
(۹) پ : سقط "مطلقا" ۔
(۱۰) پ : "مذهنه" وهوسهوٌ ۔
(۱۱) پ و ک : سقط "عنه" ۔
(۱۲) الاصل : "الاستعارات" ، والتصحیح من پ و ک ۔
(۱۳) الاصل : "آوردوها" و التصحیح من پ و ک ۔

الاشاعرة انه قائم بذاته تعالی، اما صفة حقيقية[1] ذات تعلق[2] کما ذهب اليه الجمهور، او نفس التعلق کما ذهب اليه المحققون ـ و اورد عليه انه يلزمهم القول[3] بتعلق العلم بالمعدوم الصرف ـ و هو سفسطة لانهم نافون للوجود الذهنی و قائلون بازلية تعلقات العلم ـ ولصعوبة هذا الايراد التجأ[4] الامام الرازی[5] الی القول بالوجود الذهنی[6] فی علمنا و انه ليس بعلم[7]/لکنه شرط لحصول العلم ـ ٣٨ ظ

و الجواب ان المعدوم الخارجی له ثبوت علمی[8] حال تعلق العلم به، فلا يکون تعلقاً بالمعدوم الصرف بل بالمعدوم خارجاً الثابت علماً، و لا استحالة فيه ـ و ماقيل[9] ان التعلق متقدم علی الثبوت العلمی فيکون[10]

(١) پ : " حقيتة " و هوسهو ـ

(٢) الاصل (بالهامش) : "العلم لا بد فيه من اضافة ای نسبة مخصوصة بين العالم و المعلوم بها يکون العالم عالماً لذلك المعلوم و المعلوم معلوماً لذلك العالم ـ وهو ای ماذکرنا من الاضافه و النسبة هو الذی نسميه نحن معاشر المتکلمين بالتعلق ـ فهذا الامر المسمی بالتعلق لا بد منه من کون الشيئ عالماً بآخر .... ولذلك اقتصر جمهور المتکلمين عليه ـ و قيل هو ای العلم صفة حقيقية ذات تعلق ـ و القائل جماعة من الاشاعرة ـ شرح مواقف ـ لا يخفی مابينه و بين ما فی الرسالة من نوع مدافعه و اختلاف فی النقل و ان امکن دفعه ـ

(٣) ك : " انقول بتعلق العلم بالمعدوم الصرف وهو سفسطة ، لانهم نافون لوجودالذهنی " (التصحيح بالهامش) ـ

(٤) ك : يلتجئ " ـ

(٥) ك : سقط " الرازی " ـ

(٦) ك : " و قائلون بازلية تعلقات العلم " (کتب مکرراً بل قطع)

(٧) پ : " بعلم " و هوغلط ـ

(٨) ك : " علمی " (مکرر اما لهامش للتصحيح) ـ

(٩) پ : " قبل " وهوسهو ـ

(١٠) پ : " فکيف يکون "

التعلق بالمعدوم الصّرف فبط[1] ـ لان المقدم على التعلق نفس المعلوم لا نه متعلق العلم[2] ، و التعلق و الثبوت[3] العلمىّ ليس شيئى منهما مقدما علٰى الآخر بل هما معان بالذات متلازمان فى الحصول ـ

و قال جمهور الفلاسفة : علمهٗ تعالى عين ذاتهٖ ـ و تمهيده انّه ليس الكلام فى العلم بالمعنٰى المصدرىّ المعبّرعنه بدانستن بل فى العلم بمعنٰى دانش ـ وحقيقته[4] نور يتجلّى به الاُشياء[5] ، يتميزبه بعضها[6] عن بعض

٣٩ و و يجرى به الاحكام عليها ، و التعبير عنه بعبارات شتّٰى يوهم بعضها/ كونه عدميّاً كالتجرّد و عدم الغيبة و بعضها كونه اضافة كالحضور و الحصول و بعضها كونه انفعالاً كالارتسام و التمثّل[7] و بعضها كونه صفة ذات اضافة كالصورة الحاصلة ، تعبير بلوازمه بحسب المقامات المناسبة بها[8] ـ و هو[9] قديكون نفس العالم[10] بان يكون نوراً ظاهراً[11] و مظهراً قائماً بذاته و قد يكون امراً قائماً به فيكون العالم فى نفسه مظلماً صار نورانياً بقيام

---

(١) ك : " فباطلٌ " ـ

(٢) پ وك : بعد " العلم " ـ " لا ثبوته العلمى بل التعلق " ـ

(٣) پ وك : سقط " العلمى ليس شيئى منهما مقدما علٰى الآخر بل هما "

(٤) پ : " حقيقة " وهوسهو ـ

(٥) پ وك : " و " قبل " يتّميز "

(٦) پ : " بعض "

(٧) ك : " التمثيل " وهوسهو ـ

(٨) پ : " لها " ك : " لهما " وهوسهو ـ

(٩) پ وك : " هى " وهوسهو ـ

(١٠) ك : " بأن يكون نوراً ظاهرا مظهرا قائما بذاته و قد يكون امرا قائما به فيكون العالم " (التصحيح بالهامش) ـ

(١١) پ : سقط " و " ـ

ذلك النور ـ و لمّا كان ذاته تعالٰى نورا لا نوار كان ذاته بذاته فى اجلّ مراتب الظهور لذاته ـ و لا يكون الغيبة و الخفاء فى ذاته تعالٰى[1] اصلا ـ فيكون[2] عالما و معلوما و علما من غير تكثّر و اثنينّية ، لا بالذات و لا بالاعتبار ـ

---

(۱) پ و ك : سقط " تعالٰى "

(۲) ك : " ذاته " بعد " فيكون " و قبل " عالماً "

شاہ حاتم اور ان کا کلام

(بسلسلۂ گذشتہ)

تصحیح و اضافہ

۱۔ صفحہ ۵۷ ، مثنوی بہاریہ کے ضمن میں نسخۂ رام پور میں خاتمے کی یہ عبارت قابل ذکر ہے :

"کلیات فقیر کہ معہ اناث البیت در ہنگامۂ شاہ درانی بغارت رفتہ ۔ دو قطعۂ اخیر ازیں مثنوی در مسودہ بنظر نیامدہ یکے مجلس رقص و دوہم خاتمہ کہ قریب یک صد بیت خواہد بود ۔ اگر از بعضے یاراں کہ نقل ایں نوشتہ بردند بدست مے آید خواہد رسانید ۔"

۲۔ صفحہ ۶۲ ببعد ، (دیباچہ) "دھیلی" اور "مہاورہ" اصل متن کے مطابق رہنے دیا گیا ۔ یہاں دھلی اور محاورہ ہونا چاہیے ۔

۳۔ صفحہ ۵۷ ، سطر ۲۱ ، گیارھواں شعر یوں پڑھا جائے اور حاشیہ منسوخ سمجھا جائے ۔

گھات چڑھ من ہرن لگا رمنے — دوڑیو یہ شکار جاتا ہے

۴۔ صفحہ ۸۹ ، سطر ۱۶ "کہہ کہہ" کی بجائے "کہہ کہہ" ۔

۵۔ ص ۹۷ آخری سطر "تندھی" کی بجائے "تند ہے"

۶۔ ص ۱۰۲ ، دوسری غزل ، ردیف "القمری" کی بجائے "اے قمری" ۔

۷۔ ص ۱۰۳ ، س ۱۲ "نہیں" کی بجائے "یہیں" ۔

۸- ص ۱۱۱ ، س ۲۱ " ہووے " کی بجائے " ہوئے " -

۹- ص ۱۱۳ ، س ۴ " بگھولے " ـ "بگولے " -

۱۰- ص ۱۱۴ ، س ۱۸ " کنھہ " ـ " کنہ " -

۱۱- ص ۱۳۶ ، س ۳ " مُلک ملک " ـ " مُلک (و) ملک " -

۱۲- ص ۱۵۲ ، س ۵ " تاؤ " ـ " ناؤ " (ناؤں) -

۱۳- ص ۱۵۳ ، آخری سطر کے آخر میں " ہے " اضافہ کیا جائے -

۱۴- ص ۱۶۹ ، س ۲۱ " خیال خواب " ـ " خیال (و) خواب " -

۱۵- ص ۱۱۹ ، س ۶ " مجھ کو " ـ " مجھ دل کو " -

۱۶- ص ۲۳۱ ، س ۱۵ ، " ...بھلا آدمی ہو ، احسان کر " ـ " ...بھلا آدمی ہوں ؛ احسان کر " -

۱۷- ص ۲۷۳ ، س ۶ " کیجے " ـ " کیجیے " -

۱۸- ص ۲۷۳ ، س ۱۴ " پرچۂ نان " ـ " پرچۂ ناں " -

۱۹- ص ۲۷۸ ، س ۱۳ " آنکھ " کے بعد " تو " اضافہ کیا جائے -

۲۰- ص ۲۷۸ ، س ۱۸ " تسکین " ـ " تسکیں " -

۲۱- ص ۲۸۳ ، س ۲۰ / ص ۳۰۴ ، س ۱ } " نحن و اقرب " ـ " نحنُ اقرب " -

۲۲- ص ۲۸۴ ، س ۲۱ " امتحان " ـ " امتحاں " -

۲۳- ص ۲۸۷ ، س ۲۰ " ناداں " ـ " نادان " -

۲۴- ص ۲۸۷ ، س ۲۳ " نگاہ " ـ "(جنگاہ ؟) " -

۲۵- ص ۲۸۸ ، س ۳ " خیر " ـ "(غیر ؟)" -

۲۶- ص ۲۸۸ ، س ۱۵ / ص ۳۰۴ ، س ۲ } " آعمی " ـ " اعمی " -

۲۷- ص ۲۹۰ ، س ۸ " ایک " ـ " اک " -

۲۸- ص ۲۹۲ ، س ۸ ''آہ فغاں'' کی بجائے ''آہ (و) فغاں''۔

۲۹- ص ۳۰۱ ، س ۴ ، سوالیہ نشان منسوخ کر دیا جائے۔

۳۰- ص ۳۱۱ ، س ۱۷ ''صبح د مسا'' ـ ''صبح و مسا''۔

۳۱- ص ۳۱۹ ، س ۵ ''س'' ـ ''اس''۔

۳۲- ص ۳۱۹ ، س ۵ ''روز'' ـ ''زور''۔

۳۳- ص ۳۱۹ ، س ۲۰ ''القمری'' ـ ''اے قمری''۔

۳۴- ص ۳۲۱ ، س ۲/۴ ''ایک'' ـ ''اک''۔

۳۵- ص ۳۲۲ ، س ۱۸ ''ایک'' ـ ''اک''۔

۳۶- ص ۳۲۳ ، س ۹ ـ ''ھندوستاں'' ـ ''ھندستاں''۔

۳۷- ص ۳۲۳ ، س ۱۷ ''ھوئی'' ـ ''ھوئے''۔

۳۸- ص ۳۲۴ ، س ۱ ''ایک'' ـ ''اک''۔

بعض الفاظ کی املا متن میں درست کی گئی ہے اور حاشیے میں تصریح کر دی گئی ہے ۔ متن کو حتی الامکان جدید املا میں لکھنے کی سعی کی گئی ہے ۔ مثلاً مونھہ کو منہ ، پھونچا کو پہنچا ، یہہ کو یہ ، اوس کو اُس ، اون کو اُن ، وغیرہ (البتہ بعض جگہ قدیم املا ملے گی ۔) قدیم املا میں بعض الفاظ کو جوڑ کر تشدید کے ساتھ لکھا جاتا تھا ۔ مثلاً جنّے ، جسّے وغیرہ ۔ ان الفاظ کو جدید املا میں ''جن نے'' یا ''جس نے'' اور ''جس سے'' کی صورت میں لکھا گیا ہے ۔ ''کیتیں'' کو ''کے تئیں'' کی شکل میں ۔ بعض جگہ مخطوطے میں ''نئیں'' ہے ۔ اس کو ''نہیں'' لکھا گیا ہے ۔ مخطوطے میں بعض جگہ ''اُپر'' کو ''اوپر'' لکھا ہے ۔ اس کو اسی طرح رہنے دیا گیا ہے ۔

تبصرہ

طب یونانی کی سرگزشت

یہ کتابچہ تقریباً سات سال ہوئے پروفیسر حکیم نیّر واسطی (ستارۂ خدمت) نے جب کہ وہ قدیم طبی کتب اور آثار کے مطالعے کے لیے مشرق وسطیٰ اور یورپ کے سفر پر جا رہے تھے، اردو زبان میں لکھا تھا جو بعد ازاں اُن کے انگریزی مقالے ہند و پاک میں طب یونانی کی آمد اور اس کے سفر کی بنیاد بنا۔

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے انہوں نے اس کتاب میں طب کے ظہور سے لے کر ہند و پاک میں طب یونانی کی موجودہ صورت حال تک سے بحث کی ہے۔

یہ مقالہ ہر طرح سے قابل قدر اور لائق ستایش ہے۔ حکیم صاحب نے دریا کو کوزے میں بند کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر عام طور پر جو حوالے دیے ہیں، اُن میں مصنف کا نام درج نہیں کیا گیا۔

کتابت و طباعت بہت عمدہ ہے مگر جگہ جگہ اسموں پر لکیریں کھچوا دی ہیں، جس سے طباعت کا حسن متأثر ہوا ہے۔

بار اوّل ۱۹۶۴ء، صفحات ۳۲، سائز ۲۶ × ۲۰، کاغذ سفید قیمت پچاس نئے پیسے، طابع مجلس بو علی سینا لاهور، ناشر، مینجر ماہ نامہ نباض، بیرون مستی گیٹ لاهور۔

عبدالصمد صارم

"و بذاک تنعاب الغراب الاسود"

"غم علی اغضانہ لم یعتد"

نابغہ ذبیانی کہا کرتا تھا "وردت یثرب و فی شعری بعض العاهة فصدرت عنها و انا اشعر الناس" میں جب مدینہ میں وارد ہوا تو میرے کلام میں کچھ نقص (لنگڑا پن) تھا اور جب وہاں سے نکلا تو میں سب سے بڑا شاعر تھا[1]۔

بشر بن ابی خازم بھی نابغہ کی طرح بلند پایہ جاہلی شاعر تھا لیکن وہ بھی اقواء یا اکفاء سے نہ بچ سکا ' ایک دفعہ اس کے بھائی سوادہ نے اس سے کہا کہ تو اپنے کلام میں اقواء کرتا ہے اس نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے کہا جیسے تو نے کہا ہے !

الم تران طول الدهر یسلی ویںسی مثل ماںسیت جذام

دیکھیے کس طرح طول زمانہ انسان کو تسلی دیتا اور یوں بھلا دیتا ہے جس طرح بنو جذام بھول گئے تھے ۔

وکانوا قومنا فبغوا علینا فسقنا هم الی البلد الشآمی

وہ لوگ ہماری اپنی ہی قوم سے تھے ۔ مگر انہوں نے ہمارے خلاف سر اٹھایا چنانچہ ہم نے انہیں ملک شام کی طرف بھگا دیا ۔

یہاں تو نے پہلے "جذام" کہا پھر "الشامی" کہہ دیا ' چنانچہ بشر بن ابی خازم نے بھی دوبارہ اقواء نہ کیا[2]۔

زبرقان بن بدر ' عمرو بن اهتم' عبدہ بن طیب اور المخبل السعدی ربیع بن حذار اسدی کے پاس گئے اور اس سے فیصلہ طلب کیا کہ ہم میں سے بہترین شاعر کون ہے ؟ ربیعہ نے زبرقان سے کہا : تیرا کلام تو اس گرم گرم گوشت کی مانند ہے کہ جو نہ تو اچھی طرح پک سکا

---

۱ - الاغانی ج ۹ : ۳۳۴ الموشح ۴۰ - ۲ - اغانی ج ۹ : ۳۳ الموشح ۵۹ -

کہ کھا لیا جاتا اور نہ اسے کچا چھوڑا گیا کہ کسی کام آ جاتا ۔ یعنی تمہارے اشعار نا پختہ اور ناقابل اصلاح ہیں ۔ اور تمہارا کلام عمرو !! ریشم کی کاڑھی ہوئی چادروں کی مانند ہے جو نگاہوں کو چمکتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں لیکن جیسے جیسے بار بار نظر ڈالی جائے یہ چمک کم ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے ۔ یعنی تیرے اشعار بظاہر عمدہ معلوم ہوتے ہیں مگر غور کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا ۔ اور مخبل تم ! تمہارا کلام ان کے اشعار سے کم ہے مگر دیگر شعراء کے کلام سے بلند مرتبہ ہے ۔ اور عبدہ تمہارا کلام ! یہ تو ایک توشہ خانہ یا مشکیزہ کی مانند ہے جس کا منہ اچھی طرح باندھ دیا گیا ہو اب نہ تو اس میں سے کچھ ٹپکتا ہے اور نہ برستا ہے[1]۔

ایک دفعہ حسانؓ بن ثابت انصاری اپنا کلام سنا رہے تھے ۔ اور ان کے سامنے حطیئہ شاعر آ کھڑا ہوا ۔ حسان نے لا علمی میں اس سے کہا : کیف تسمع ھذا الشعر یا اعرابی ؟ اے بدو ! یہ اشعار تمھیں کیسے لگتے ہیں ؟ حطیئہ بولا : لااری بہ بأسا ؟ یہ اشعار کچھ برے نہین معلوم ہوتے ! اس پر حسان کو غصہ آگیا اور لوگوں سے کہا دیکھو یہ بدو کیا بکتا ہے ۔ پھر اس سے نام اور کنیت معلوم کی ۔ حسان نے اسے ایک عام بدو خیال کیا تھا ۔ جب معلوم ہوا کہ یہ تو حطیئہ شاعر ہے تو کہا اچھا بے فکر ہو کر چلے جاؤ ۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ذوق شعر دیہاتی اور شہری عربوں میں عام تھا اسی لیے تو حسان نے حطیئہ کو ایک عام بدو خیال کرتے ہوئے اپنے کلام کے متعلق رائے طلب کی تھی ۔

مہلہل بن ربیعہ شعراء جاہلیت میں سے تھا اس کے متعلق محمد بن

---

۱ ۔ الموشح ۷۵ ۔

سلام کا قول ہے کہ سب سے پہلے اسی نے قصیدہ کہا اور واقعات کا تذکرہ کیا ۔ لیکن اس اولیت کے باوجود جاہلی عربوں نے اس کے عیوب کو معاف نہ کیا اور اس پر تنقید کی ، چنانچہ اس کے متعلق مشہور تھا کہ عرب شعراء میں وہی پہلا شاعر ہے ، جس نے اپنے شعر میں جھوٹ بولا[1]۔ اس کے اس مبالغے کو جاہلی نقادوں نے معیوب قرار دیا تھا ۔

فلولا الریح اسمع من بحجر صلیل البیض تقرع بالذکور

اگر ہوا نیز نہ ہوتی تو مقام ذکور میں میری ٹکراتی ہوئی تلوار کی جھنکار مقام حجر میں رہنے والے سن لیتے ۔

ان دونوں مذکورہ مقامات میں کئی دن کی مسافت ہے ۔ کیونکہ ذکور سر زمین شام میں ہے اور حجر سے مراد یمامہ ہے ۔ اس قسم کی مبالغہ آمیزی شعر میں فساد معنی کا باعث بنتی ہے ۔ دعبل بن علی کا قول ہے کہ مہلہل کا یہ شعر سب سے جھوٹا شعر ہے (اکذب الابیات قول مہلہل)

جاہلی عربوں میں شعراء کی مکانی تقسیم کا رواج بھی تھا ۔ وہ اشعر اہل المدر—شہریوں میں بہترین شاعر—اور اشعر اہل البدو—بدوؤ میں بہترین شاعر—کے الفاظ استعمال کرتے تھے ۔ اسی طرح بعض شعراء کے متعلق بھی "اشعر" کا لفظ استعمال ہوتا تھا جس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ بہترین شاعر ہے ۔ چنانچہ امیہ بن ابی الصلت کے متعلق کہا گیا ہے :

"عربوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شہریوں میں اہل یثرب اچھے شاعر ہیں پھر عبدالقیس اور پھر ثقیف میں بہترین شاعر امیہ بن ابی الصلت ہے"[2]

اسی طرح حسان کے متعلق کہا گیا ہے کہ : اہل یثرب میں

---

(۱) اغانی جلد ۴ ' ۲۹۱ ۔ (۲) اغانی ۳ : ۲۵۸ ۔

(۳)

عصر جاہلی میں عرب شاعرات کے علاوہ ایسی عرب خواتین کے نام بھی ملتے ہیں جو ادب اور ادبی تنقید کا فطرتی ذوق سلیم رکھتی تھیں ' خنساء ایک بلند پایہ مرثیہ گو شاعرہ ہونے کے ساتھ ساتھ تنقیدی ذوق بھی رکھتی تھی چنانچہ سوق عکاظ میں جب نابغہ نے اسے حسان پر ترجیح دی تو وہ حسان پر یوں تنقید کرنے لگیں ۔

''تجھے یلمعن بالضحی کی جگہ بالدجی کہنا تھا ' پھر تو نے الغر (سفید نشان) کہا ہے حالانکہ البیض (سفید) زیادہ مناسب تھا اسی طرح یقطرن کی جگہ یسلن اویفضن کہتا تو زیادہ موزوں تھا[1] ۔''

امرؤالقیس بن حجر اور علقمہ بن عبدہ یعنی علقمۃ الفحل میں اس بات پر جھگڑا ہو گیا کہ ہم دونوں میں سے بہترین شاعر کون ہے ؟ ہر ایک کو اپنے متعلق بہترین شاعر ہونے کا دعویٰ تھا ۔ علقمہ نے کہا میں اس سلسلے میں تیری بیوی ام جندب کو حکم بنانا پسند کرتا ہوں چنانچہ دونوں نے اسے حکم تسلیم کر لیا ، ام جندب نے ان سے کہا کہ تم دونوں اپنے اپنے گھوڑے کے متعلق ایک ہی قافیہ و روی میں اشعار کہو : امرؤالقیس نے کہا :

خلیلی مرا بی علی ام جندب   لنقضی حاجات الفؤاد المعذب

دوستو ! ام جندب کے ہاں چلو تا کہ ہم درد مند دل کی حاجت پوری کر سکیں علقمہ نے کہا :

ذہبت من الھجران فی غیر مذہب   ولم یک حقاطول ھذا التجنب

تو بلا وجہ جدا ہو کر چلی گئی حالانکہ اس تمام دوری و اجتناب کا کوئی جواز نہ تھا ۔

جب وہ دونوں اپنا اپنا قصیدہ سنا چکے تو ام جندب نے امروالقیس

---

۱ - شرح دیوان حسان ۳۷۲ -

سے کہا علقمہ تجھ سے بڑا شاعر ہے اس نے پوچھا وہ کیسے ؟ وہ کہنے لگی کیونکہ تو نے کہا ہے کہ

فللسوط الهوب وللساق درة　وللزجر منه وقع اخرج مهذب

وہ (گھوڑا) کوڑا لگانے سے تیز دوڑتا ، میں اسے پنڈلیوں سے ھانکتا اور جب اسے آواز سے ڈانٹتا تو وہ یوں دوڑتا جس طرح شتر مرغ دوڑتا ہے۔ تو نے کوڑے لگا کر اور ڈانٹ ڈپٹ سے اپنے گھوڑے کو تھکا دیا ہے مگر علقمہ کہتا ہے۔

فأدركهن ثانيا من عنانه　يمر كمر الرائح المتحلب

گھوڑے نے شکار کے جانوروں کو دوبارہ جا لیا وہ یوں دوڑتا تھا جس طرح بارش سے بھرا ھوا بادل دوڑتا ہے۔ اس کے گھوڑے نے اپنی مرضی سے دوڑتے ہوئے شکار کو دوبارہ جا لیا نہ اس نے کوڑے لگائے اور نہ اسے تھکایا ہے۔ امرؤالقیس نے کہا وہ مجھ سے اچھا شاعر تو نہیں مگر تو اس پر عاشق معلوم ہوتی ہے ، اور یہ کہہ کر طلاق دے دی پھر علقمہ نے اس سے شادی کر لی اور اسی وجہ سے اس کا نام علقمة الفحل پڑ گیا[1]۔

یہ واقعہ اور طرح بھی بیان ھوا ہے :

ابو عمرو شیبانی سے روایت ہے کہ امرؤالقیس بن حجر نے بنی طی میں سے ایک عورت سے شادی کی ، اور امرؤالقیس سے عورتیں نفرت کرتی تھیں، وہ جب شب عروسی کو اس کے خیمے میں گیا تو وہ اس سے سخت نفرت کرنے لگی اور کہنے لگی : ''اے رات ڈھل جا ! اے اچھے نوجوان اب تو صبح ھو گئی ہے، صبح ھو گئی ہے'' وہ جب باھر دیکھتا تو رات کی رات نظر آتی، صبح تک یہی سلسلہ رہا۔ کہتے ھیں پھر علقمہ بن عبدہ تمیمی امرؤالقیس کے ھاں ٹھہرا جو جاھلیت کے بلند پایہ شعراء

---

۱ - اغانی ج ۲۱ : ۳۶۲ الموشح ۲۸ -

حسان سب سے بہتر شاعر ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ "حسان شہری لوگوں میں سب سے اچھا شاعر ہے"[1]

دور جاہلیت میں جب کوئی شاعر کسی خاص صنف سخن میں کمال حاصل کر لیتا تو اسے اسی مناسبت سے لقب مل جاتا۔ اصمعی کا قول ہے کہ اہل جاہلیت طفیل غنوی کو طفیل الخیل کہا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ گھوڑوں کا وصف بیان کرنے میں بڑا کمال رکھتا تھا[2] ایک اعرابی سے پوچھا گیا: اشعار عرب میں قناعت و بے نیازی پر بہترین شعر کون سا ہے؟ اس نے جواب دیا طفیل غنوی کا یہ شعر ؂

ولا اکون وکاء الزاد احبسه　　لقد علمت بان الزاد ما کول

میں توشہ دان کو اٹھائے نہیں پھرتا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ سفر خرچ آخر کار کبھی تو ختم ہو گا اور کھا لیا جائے گا۔

اوس بن حجر بلند پایہ شاعر تھا لیکن جب نابغہ پیدا ہوا تو وہ پس منظر میں چلا گیا ابن کلبی نے ایک موقعہ پر بیان کیا ہے کہ لبید بن ربیعہ اور شماخ بن ضرار بھی اوس اور نابغہ کے طبقے کے شعراء ہیں اور یہ بھی کہا کہ بنو تمیم اب تک اوس کو مقدم قرار دینے پر قائم ہیں۔ مگر بعض کا کہنا ہے کہ عدی بن زید مقدم ہے اور اس نے حارثہ بن بدر الغدانی کا یہ شعر بطور دلیل پیش کیا ؂

والشعرکان مبیته و مظاله　　عند العبادی الذی لایجهل

شاعری کا ڈیرہ تو دن رات العبادی کے ہاں تھا جو مشہور و معروف تھا یعقوب بن سلیمان نے حماد سے نقل کیا ہے کہ بنی تمیم کے کچھ ایسے لوگوں سے میری ملاقات ہوئی ہے، جو شاعری میں عدی پر کسی کو فضلیت نہیں دیتے[3]

---

(۱) اغانی جلد ۴ : ۷۔　　(۲) اغانی جلد ۱۴ : ۱۹۸۔
(۳) اغانی جلد ۱۰ : ۱۱-۱۲۔

دور جاهلیت میں بعض قصائد کو ''المنصفات'' کا لقب دیا جاتا تھا - ''المنصفة'' وہ قصیدہ ہے جس میں شاعر اپنی قوم کی مدح کے ساتھ دشمن کی بھی مدح کرے اور میدان جنگ میں اپنی بہادری اور دشمن کی بہادری کے کارناموں کو بے کم و کاست عدل و انصاف کے ساتھ بیان کر دے - چنانچہ خداش بن زہیر کا قصیدہ المنصفات میں سے ہے - جس میں وہ کہتا ہے

مجاؤوا عارضا بردا وجئنا کما اضرمت فی الغاب الوقودا

وہ (قریش) سرد بادل کی طرح منڈلاتے ہوئے آئے ہم بھی آگئے اور مقابلہ یوں ہوا جیسے جنگل میں تم آگ لگا دو

فعانقنا الکماۃ و عانقونا عراک النمر واجهت الأسودا

ہم نے نڈر بہادروں سے معانقہ کیا اور انہوں نے بھی کیا اور مقابلہ یوں ہوا جیسے شیر اور چیتے کا مقابلہ ہوتا ہے

فلم ارمثلهم هزمواوفلوا ولا کذ بادنا عتقا بخودا[۲]

میں نے ان جیسے شکست و ہزیمت سے دو چار ہونے والے نہ دیکھے تھے اور اپنی قوم جیسے دفاع کرنے والے شریف و بہادر بھی کہیں نہ دیکھے تھے -

المفضل بن معشر کا یہ قصیدہ بھی المنصفات میں شمار ہوتا ہے - جس میں وہ کہتا ہے

الم تران جیرتنا استقلوا فنیتنا و نبتهم فریق

کیا تم یہ نہیں دیکھ رہے کہ ہمارے پڑوسی آزاد و مستقل ہو چکے ہیں اب ان کی اور ہماری نیت و مقصد بھی مختلف ہیں[۳]

---

(۲) طبقات الشعراء ۱۲۲ - (۳) ایضاً ۱۲۳ -

میں سے اور امرؤالقیس کا دوست تھا، ایک نے کہا میں تجھ سے بڑا شاعر ہوں، دوسرے نے کہا نہیں میں بڑا شاعر ہوں دونوں یونہی جھگڑنے لگے امرؤالقیس نے کہا: تو اپنے گھوڑے اور اونٹنی کا وصف بیان کر اور میں بھی اپنے گھوڑے اور اونٹنی کا وصف بیان کرتا ہوں، علقمہ نے کہا مجھے منظور ہے اور اس عورت کو اپنا حکم بناتے ہیں جو تیرے پیچھے کھڑی ہے یعنی امرؤالقیس کی طائی بیوی، امرؤالقیس نے کہا:

خلیلی مرا بی علی ام جندب

جب وہ فارغ ہو چکا تو علقمہ نے کہا

ذھبت من الھجران فی غیر مذھب

جب دونوں قصائد سے فارغ ہو گئے تو امرؤالقیس کی طائی بیوی کے سامنے پیش کیا۔ وہ کہنے لگی ابن عبدہ کا گھوڑا تیرے گھوڑے سے اچھا ہے۔ اس نے کہا وہ کیسے؟ وہ بولی: تو نے اپنے گھوڑے کو ڈانٹا، پنڈلیوں سے حرکت دی اور کوڑے سے مارا بھی جیسے کہ تو نے اپنے قصیدے میں کہا ہے:

فللزجر الھوب وللساق درة　　وللسوط منه وقع اخرج مهذب

اور علقمہ تو شکار کو للکارنے والا ہے۔ وہ کہتا ہے:

اذاما اقتنصنالم نـقـده بجنـة　　ولكن ننا دی من بعید الاارکبی

ہم چھپ کر شکار کو نہیں مارتے بلکہ دور سے اسے للکار کر تیار ہونے کو کہتے ہیں۔ امرؤالقیس سخت ناراض ہو گیا اور کہا کہ تو مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ اور اسے طلاق دے دی[1]۔

اس واقعہ کو المفضل نے یوں بیان کیا ہے کہ جب امرؤالقیس

۱۔ الموشح ۲۹۔

بنی طی کے ہاں گیا تو ان کی ایک عورت سے شادی کر لی جس کا نام ام جندب تھا ۔ وہ قابل نفرت شوہر تھا جب بھی عورتوں سے مباشرت کرتا تو وہ اس سے نفرت کرنے لگتی تھیں، چنانچہ جب رات کو ام جندب کے پاس گیا تو وہ کہنے لگی : اچھے نوجوان اٹھ کھڑا ہو صبح ہو گئی ہے، وہ اٹھ کھڑا ہوا جب دیکھا تو رات اسی طرح تھی ۔ وہ واپس اس کے پاس گیا اور کہا کہ تو نے ایسا کیوں کیا ؟ اس نے کہا : کوئی بات نہیں ۔ اس نے کہا نہیں ضرور بتاؤ وہ کہنے لگی : "تو مجھے ناپسند ہے کیونکہ تیرا سینہ بھاری ہے اور پچھلا حصہ ھلکا ہے تو سریع الانزال اور دیر سے افاقہ پانے والا ہے" پھر وہ عورت اسی کے پاس رہی حتیٰ کہ ایک دن علقمہ اس کے پاس آ نکلا اور شعر و شاعری کا تذکرہ چل نکلا دونوں کو یہ دعویٰ تھا کہ وہ بہترین شاعر ہے، علقمہ نے کہا : چلو شعر کہیں اور شکار کا وصف بیان کریں اور یہ ہماری حکم ہوگی یعنی ام جندب، امرؤالقیس نے کہا

خلیلی مرا بی علی ام جندب

اور اس قصیدے میں اپنے گھوڑے اور شکار کی تعریف کی جب وہ فارغ ہو گیا تو علقمہ نے اسی مضمون کے متعلق کہا :

ذهبت من الهجران فی غیر مذهب

ام جندب نے امرؤالقیس سے کہا ! وہ تجھ سے بڑا شاعر ہے ۔ میں دیکھتی ہوں کہ تو اپنے گھوڑے کو کوڑے لگاتا ہے، پنڈلیوں سے حرکت دیتا ہے اور آواز سے ڈانٹتا ہے مگر اس کا گھوڑا اس کے بغیر پانی سے بھرے ہوئے بادل کی طرح شکار کو دوبارہ جا لیتا ہے ۔ اس پر امرؤالقیس نے اسے طلاق دے دی ۔

یہ واقعہ اور بھی کئی طریقوں سے بیان کیا گیا ہے اور بعض

روایات میں تو تنقید کی فنی اصطلاحات بھی ام جندب سے منسوب کی گئی ہیں جو بالکل من گھڑت اور بعد کی الحاق معلوم ہوتی ہیں ۔ لیکن اس اضطراب کے باوجود اس واقعہ کی صحت پر یقین کرنے کے لیے ہمارے پاس قرائن و شواہد موجود ہیں :-

(۱) تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ یہ جھگڑا امرؤالقیس اور علقمہ کے درمیان ہی ہوا اور اس میں امرؤالقیس کی بیوی ام جندب ہو یا طائی عورت ۔ کو حکم مقرر کیا گیا ، دونوں شاعروں کے قصیدے بھی تمام روایات میں یہی بیان ہوئے ہیں ۔

(۲) ام جندب کی تنقید سادہ سطحی اور فطرتی ذوق سلیم کا پر تو ہے ، جو تنقید جاہلی کی ممتاز خصوصیت ہے ۔ وہ علقمہ کے گھوڑے کو جو چابک کی ضرورت محسوس نہیں کرتا امرؤالقیس کے گھوڑے پر جو چابک ، ایڑی لگانے اور ڈانٹنے کا بھی محتاج ہے ترجیح دیتی ہے اور بس، اور اسی بنیاد پر علقمہ کو سب سے بڑا شاعر قرار دیتی ہے ۔

(۳) اکثر کتب ادب میں پہلی روایت ہی نقل کی گئی ہے ۔ جس میں ام جندب کی اپنے شوہر سے نفرت کا ذکر نہیں ، معلوم ہوتا ہے کہ قبائلی تعصب کی بنا پر امرؤالقیس کو علقمہ سے اونچا دکھلانے کے لیے روایت میں اس بات کا اضافہ کیا گیا کہ وہ در اصل اپنے شوہر سے نفرت کرتی تھی اور اسے یقین تھا کہ امرؤالقیس اس طرح مجھے طلاق دے دے گا اور میں آزاد ہو جاؤں گی ۔

---

۱ - المروشح ۳۰ ۔

(۳) امرؤالقیس اتنا سادہ لوح نہ تھا کہ وہ یہ بھی نہ خیال کر سکا کہ میں ایک ایسی عورت کو حکم بنا رہا ہوں جو مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ وہ یقیناً میرے خلاف رائے دے گی، بلکہ امرؤالقیس کو ام جندب پر اعتماد تھا وہ اس کے ادبی ذوق کو بھی جان چکا تھا اور واقعی اس کی سادہ تنقید ادبی ذوق کا پتہ دیتی ہے بعد کے ادباء نے بھی اس تنقید کو سراہا ہے، یہ تو امرؤالقیس کی بد قسمتی تھی کہ وہ اپنے گھوڑے کو علقمہ کے گھوڑے سے اتنا گیا گزرا ہوا پیش کر بیٹھا اور پھر غصے میں ام جندب کو بھی ٹھکرا دیا۔

(۴)

سوق عکاظ

اسواق العرب کو جاہلی عربوں کی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل تھی، اسواق عرب سے مراد وہ میلے اور منڈیاں ہیں جو سال کے بارہ مہینوں میں جزیرہ عرب کے مختلف گوشوں میں لگتی تھیں جونہی ایک میلہ اختتام پذیر ہوتا۔ دوسرا شروع ہو جاتا ان میں مال تجارت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری کے چرچے، کشتی، تیر اندازی اور شہسواری کے مظاہرے اور قبائلی تفاخر و تنافر کے سلسلے بھی ہوتے تھے، ان اسواق میں سوق عکاظ سب سے زیادہ اہم تھا، جو شوال سے آخر ذی قعدہ تک عکاظ کے مقام پر قائم رہتا تھا اور یہاں سے لوگ سوق مجنہ کی طرف منتقل ہونا شروع ہو جاتے، لیکن جن لوگوں کا سامان فروخت ہونے سے رہ جاتا وہ ذی‌الحجہ کا چاند نظر آنے تک ٹھہر جاتے[1]۔

۱۔ اسواق العرب فی الجاہلیۃ و الاسلام ۳۹۰۔

سوق عکاظ کا سب سے دلچسپ پہلو یہ تھا کہ یہاں شعر و شاعری اور ادبی تنقید کی معرکۃ الآراء محفلیں منعقد ہوتی تھیں جن میں اپنا کلام پیش کرنے کے لیے شعراء سال بھر قصائد کی تخلیق میں مصروف رہتے تھے چنانچہ امیہ بن خلف الخزاعی، حسان بن ثابت کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے :

الا من مبلغ حسان عنی مغلغلة تدب الی عکاظ

ہے کوئی جو حسان کو میری طرف سے ایک پیغام (شعروں کی شکل میں) پہنچا دے جو عکاظ میں پہنچ کر شہرت حاصل کریں گے ۔

الیس ابوک فینا قینا لدی القینات فسلاً فی الحفاظ

کیا تیرا باپ ہم میں ایک ذلیل لوہار نہ تھا اور اتنا کمینہ کہ اپنی غیرت کی بھی حفاظت نہ کر سکتا تھا ۔

اس کے جواب میں حضرت حسان کہتے ہیں :

اتانی عن امیة ذرو قول و ما هو بالمغیب بذی حفاظ

مجھے امیہ کی طرف سے ایک ناقص سی بات پہنچی ہے اور یہ شخص بد عہد اور بے عزت ہے :

سانشران بقیت لکم کلاما ینشر فی المجامع من عکاظ

اگر میں زندہ رہا تو تجھے ایک ایسا ہجویہ کلام تیار کرکے دوں گا جو عکاظ کے مجمعوں میں مشہور کیا جائے گا :

قوافی کا لسلام اذا ستمرت من الصم المعجرفة الغلاظ

ایسے اشعار جو پتھر کی مانند سخت ہوں گے اور سخت اور موٹے کانوں کو بھی پھاڑ کر پار نکل جائیں گے :

تزورك ان شتوت بکل ارض و ترضخ فی محلک بالمقاظ

تو جہاں بھی ہوگا وہ تجھ تک پہنچ جائیں گے حتی کہ اگر تو

موسم سرما میں اپنے مکان میں بھی ہوا تو تیرے سر کو توڑ کر رکھ دیں گے[1] ۔

''الغرض عکاظ ایام جاھلیت میں عربوں کا ایک عام اور عظیم میلہ تھا بالکل اسی معنی اور مفہوم کے مطابق جس طرح آج ہم میلے سے مراد لیتے ھیں۔ یہاں ایک سرکاری لغوی اور ادبی بورڈ قائم تھا جس کے نیے جج مقرر تھے اور ان کے لیے خاص مستقل خیمے نصب کیے جاتے تھے۔ ھر قبیلے کے شعراء اپنے اشعار اور ادبی کارنامے ان کے سامنے پیش کرتے تھے اور جسے یہ جج عمدہ قرار دینے وھی اچھا سمجھا جاتا جسے وہ ردی قرار دینے اسے مسترد خیال کیا جاتا تھا ۔ ان کے خیموں کے گرد ھر خطۂ عرب کے راوی اور شعراء جمع ھوتے تھے ۔ جونہی یہ جج اپنا فیصلہ صادر کرتے تو راوی کامیاب قرار دیے جانے والے قصائد کو جزیرۂ عرب کے گوشے گوشے میں پہنچا دیتے اور بادیہ، صحراء، بستی اور شہر کے لوگوں کی زبانوں پر جاری ھو جاتے ، اس میلے میں تہامی ، حجازی، نجدی ، عراقی ، یمامی، یمنی اور عمانی اپنے اپنے قبیلے کے الفاظ اور علاقے کی زبان لے کر پہنچ جاتے ، عکاظ میں ان الفاظ اور لھجات کی چھان بین ھوتی ۔ عمدہ اور مناسب الفاظ بقائے دوام حاصل کر لیتے اور کھوکھلے اور ثقیل الفاظ پھینک دیے جاتے[2] '' ۔

سوق عکاظ میں اس مجلس ادب و نقد کے متعلق عرب راویوں نے بہت کم مواد ھم تک پہنچایا ھے ۔ سب سے پہلی بار نابغہ ذبیانی اس مجلس کی مسند صدارت پر رونق افروز نظر آتا ھے جس کے سامنے ابوبصیراعشی، خنساء اور حسان بن ثابت انصاری اپنے اپنے قصائد پیش کرتے ہوئے دکھائی دیتے ھیں ۔

---

۱ ۔ دیوان حسان ۳۴۱–۳۴۲ ۔   ۲ ۔ أسواق العرب ۲۲۶ ۔

سوق عکاظ میں نابغہ ذبیانی کے لیے چمڑے کا سرخ خیمہ نصب کیا جاتا تھا شعراء اس کے پاس جمع ہوتے اور اپنے اپنے قصائد پیش کرتے اور وہ ان کے متعلق اپنی تنقیدی آراء ظاہر کرتا اور ہر سال ایک شاعر کو فحل الشعراء یا سال کا بہترین شاعر قرار دیتا ۔ سب سے پہلے اس کے سامنے ابوبصیر اعشی میمون بن قیس نے اپنا قصیدہ پیش کیا جس میں اس نے کہا[1] :

مابکاء الکبیر بالا طلال   وسؤالی وما ترد سؤالی

ٹیلوں کے پاس بوڑھے کے رونے سے کیا حاصل یا میں ان سے سوال کیا کروں جب کہ وہ مجھے جواب تو دیتے نہیں — اسی قصیدے کا ایک شعر یہ بھی ہے :

ان یعاتب یکن غراما   وان یعط جزیلا فانہ لا یبالی

اگر میرا ممدوح عتاب نازل کرے تو باعث نقصان ہے اور اگر وہ بڑی بڑی بخششیں کرنے پر آ جائے تو وہ کر سکتا ہے کیونکہ اسے کسی چیز کی پروا نہیں ہے ۔

پھر حسان بن ثابت انصاری نے اپنا قصیدہ پیش کیا جس کا مطلع یہ ہے :

الم تسال الربع الجدید التکلما   بمدفع اشداخ فبرقة اظلما

کیا تو نے وادی اشداخ اور مقام برقہ اظلم میں واقع مکانات محبوبہ سے باتیں کرنے کو کہا ہے ؟

اس قصیدے میں یہ اشعار بھی تھے :

ولد نا بنی العنقاء وابنی محرق   فاکرم بنا خالا و اکرم بنا ابنما

العنقاء یعنی ثعلبہ بن عمرو مزیقیا بن عامر ماء اسماء کی اولاد اور محرق یعنی

---

(۱) الموشح ۶۰ ۔

حارث بن عمر و مزیقیا کے بیٹوں کو ہم نے جنم دیا ہے ۔ اس نے ہم دیئے با عزت ننھیال ہیں اور شریف لوگ ہیں ۔

لنا الجفنات الغر یلمعن بالضحی　　واسیافنا یقطرن من نجدة دما

ہمارے ہاں (مہمانوں کے لیے) سفید نشانات والے تھال ہیں جو چاشت کے وقت چمکتے ہیں ، اور بہادری کی وجہ سے ہماری تلواروں سے خون ٹپکتا ہے ۔ یعنی ہم سخی اور بہادر ہیں ۔ اس کے بعد خنساء آئی اور اس نے اپنے بھائی صخر کا مرثیہ پیش کیا جس کا مطلع یہ ہے ۔

قذی بعینك ام بالعین عوار　　ام ذرفت أن خلت من اهلها الدار

تیری آنکھوں میں کوئی تنکا جا پڑا ہے ۔ یا انہیں اچک لیا گیا ہے یا یہ اس لیے آنسو برسا رہی ہیں کہ مکان رہنے والوں سے خالی ہو چکا ہے ۔

وان صخرا لتأتم الهداة به　　کأنه علم فی راسه نار

قائد و رہنما بھی صخر کی قیادت اور رہنمائی میں چلتے تھے ۔ جیسے وہ ایک پہاڑ تھا جس کی چوٹی پر آگ روشن ہو ۔

وان صخرا لکا فینا و سیدنا　　وان صخرا اذانشتو لنحار

صخر ہمارے لیے کافی تھا اور ہمارا سردار تھا اور جب موسم سرما میں ہم قحط سالی کا شکار ہوتے تھے تو وہ اپنے اونٹ ذبح کرکے خوب کھلاتا تھا ۔

نابغہ نے خنساء کا قصیدہ سن کر کہا کہ اگر تجھ سے پہلے میں اعشی کو اس سال کا بہترین شاعر قرار نہ دے چکا ہوتا تو کہہ دیتا کہ سوق عکاظ میں موجود تمام شعراء میں تو سب سے بڑی اور بہترین شاعرہ ہے ۔ اس پر حسان کو غصہ آگیا مگر نابغہ نے کہا : ''اقللت جفانك واسیافك وفخرت بمن ولدت و لم تفخر بمن وَلَدَكَ'' یعنی ایک

تو نے تھال اور تلواریں کم کردیں - پھر اپنے آباء واجداد کی بجائے نواسوں پر فخر کرتا ہے[1]۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ "تو نے الجفنات (جمع قلت) کہا ہے اگر تو الجفان (جمع کثرت) کہتا تو یہ کثرت پر دلالت کرتا - اسی طرح تو نے کہا ہے کہ یلمعن فی الضحی کہ وہ تھال چاشت کے وقت چمکتے ہیں - لیکن اگر تو "یبرقن فی الدجی" وہ تاریکی میں بجلی کی طرح چمکتے ہیں ، کہتا ، تو زیادہ بلیغ تھا کیونکہ مہمان تو اکثر رات کو آتے ہیں - ایسے ہی تیرا یہ کہنا کہ "ینطرن من بخدۃ دما" کہ بہادری کی وجہ سے تلواروں سے خون ٹپکتا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ تمہارے مقتول بہت تھوڑے ہیں - اگر تو "یجرین من بخدۃ دما" کہ بہادری کی وجہ سے تلواروں میں سے خون بہہ رہا ہے - کہتا تو یہ زیادہ خون ریزی پر دلالت کرتا اور تمہاری بہادری کو ثابت کرتا[2]۔

حسان بن ثابت انصاری پر نابغہ کی اس تنقید کے متعلق بعد کے عرب نقادوں کی آراء کو یہاں نقل کر دینا دلچسپ اور عین مناسب معلوم ہوتا ہے -

الصولی نابغہ ذبیانی کی اس تنقید کی داد دیتے ہوئے لکھتا ہے :
"یہ بلند پایہ تنقید ملاحظہ فرمائیے جس پر نابغہ کی شستگی کلام اور حسن شعر دلالت کرتے ہیں - چنانچہ نابغہ نے حسان سے کہا "اقللت سیوفك" کیونکہ اس نے کہا ہے - "اسیافنا" اور اسیاف کم سے کم تعداد کے لیے وزن جمع ہے کثرت کے لیے سیوف ہے - اسی طرح الجفنات جمع قلت ہے کثرت کے لیے جفان آتی ہے پھر نابغہ نے اس سے کہا کہ "فخرت بمن ولدت" کیونکہ اس نے کہا ہے کہ "ولدنا بنی العنقاء وابنی

---

(۱) الموشح ٦٠ - (۲) اسواق العرب فی الجاهلیة والاسلام -

برق ' گویا س نے اپنے آباء واجداد پر فخر کرنے کی بجائے اپنے نواسوں پر فخر کیا ہے ۔ ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ نابغہ نے حسان سے کہا : ''افللت اسيافك و لمعت جفانك'' اس سے مراد حسان کا یہ قول ہے ''لناالجفنات الغر'' غر، سیاہ رنگ میں سفید داغ کو کہا جاتا ہے ۔ گویا نابغہ نے ایسے تھالوں کو معیوب قرار دیا اور یہ خیال ظاہر کیا کہ شاعر کو ''لناالجفنات البیض'' کہنا چاہیے تھا ۔ تھالوں کو سفید قرار دینا زیادہ مناسب تھا ۔ بجدا تھالوں کی یہ صفت ہے تو بہتر مگر بیض کی نسبت غر کا لفظ زیادہ بہتر ہے[۱]''

شیخ ابوعبیداللہ المرزبانی لکھتے ہیں ''جن لوگوں نے حسان کے اس شعر کو نا پسند کیا ہے ان میں سے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اس نے ''یلمعن بالضحی'' کہا ہے دجی نہیں کہا اسی طرح ''واسیافنا یقطرن'' کہا ہے یجرین نہیں کہا کیونکہ جری (بہنا) قطر (ٹپکنا) کی نسبت زیادتی کو ظاہر کرتا ہے ۔ ایک گروہ نے اس قول کو رد کرتے ہوئے حسان کا دفاع بھی کیا ہے جس کا اس موقعہ پر ذکر کرنا مناسب نہیں ۔ مگر نابغہ کا حسان کو یہ کہنا کہ ''فخرت بمن ولدت وام تفخر بمن ولدك'' تو نے ان لوگوں پر فخر کیا ہے جنہیں تونے جنم دیا ہے اور ان پر فخر نہیں کیا جنہوں نے تجھے جنم دیا ہے ۔ ایک ایسی موزوں تنقید ہے کہ میں نقاد شعر کی حیثیت سے حسان کو اس سلسلے میں معذور نہیں سمجھ سکتا[۲]''

اس موقعہ پر قدامہ بن جعفر کا بیان بہت دلچسپ ہے وہ کہتا ہے ''میں نے دیکھا ہے کہ مذہب شعر کے سلسلے میں لوگ دو مختلف مدارس فکر میں بٹے ہوئے ہیں ۔ ایک تو معانی شعر میں مبالغہ آرائی اور غلو کو

(۱) الموشح ٦١ ۔ (۲) ایضاً ۔

تو تو نے تھاں اور تلواریں کم کردیں ۔ پھر اپنے آباء واجداد کی بجائے نواسوں پر فخر کرتا ہے[1]۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''تو نے الجفنات (جمع قلت) کہا ہے اگر تو الجفان (جمع کثرت) کہتا تو یہ کثرت پر دلالت کرتا ۔ اسی طرح تو نے کہا ہے کہ یلمعن فی الضحی کہ وہ تھال چاشت کے وقت چمکتے ہیں ۔ لیکن اگر تو ''یبرقن فی الدجی'' وہ تاریکی میں بجلی کی طرح چمکتے ہیں ، کہتا ، تو زیادہ بلیغ تھا کیونکہ مہمان تو اکثر رات کو آتے ہیں ۔ ایسے ہی تیرا یہ کہنا کہ ''یقطرن من نجدۃ دما'' کہ بہادری کی وجہ سے تلواروں سے خون ٹپکتا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ تمہارے مقتول بہت تھوڑے ہیں ۔ اگر تو ''یجرین من نجدۃ دما'' کہ بہادری کی وجہ سے تلواروں میں سے خون بہہ رہا ہے ۔ کہتا تو یہ زیادہ خون ریزی پر دلالت کرتا اور تمہاری بہادری کو ثابت کرتا[2]۔

حسان بن ثابت انصاری پر نابغہ کی اس تنقید کے متعلق بعد کے عرب نقادوں کی آراء کو یہاں نقل کر دینا دلچسپ اور عین مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

الصولی نابغہ ذبیانی کی اس تنقید کی داد دیتے ہوئے لکھتا ہے :
''یہ بلند پایہ تنقید ملاحظہ فرمائیے جس پر نابغہ کی شستگی کلام اور حسن شعر دلات کرتے ہیں ۔ چنانچہ نابغہ نے حسان سے کہا ''اقللت سیوفك'' کیونکہ اس نے کہا ہے ۔ ''اسیافنا'' اور اسیاف کم سے کم تعداد کے لیے وزن جمع ہے کثرت کے لیے سیوف ہے ۔ اسی طرح الجفنات جمع قلت ہے کثرت کے لیے جفان آتی ہے پھر نابغہ نے اس سے کہا کہ ''فخرت بمن ولدت'' کیونکہ اس نے کہا ہے کہ ''ولدنا بنی العنقاء وابنی

---

(۱) الموشح ٦٠ ۔ (۲) اسواق العرب فی الجاهلیة والاسلام ۔

محرق '' گویا اس نے اپنے آباء واجداد پر فخر کرنے کی بجائے اپنے نواسوں پر فخر کیا ہے ۔ ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ نابغہ نے حسان سے کہا : ''اقللت اسیافك و لمعت جفانك'' اس سے مراد حسان کا یہ قول ہے ''لناالجفنات الغر'' غر: سیاہ رنگ میں سفید داغ کو کہا جاتا ہے ۔ گویا نابغہ نے ایسے تھالوں کو معیوب قرار دیا اور یہ خیال ظاہر کیا کہ شاعر کو ''لناالجفنات البیض'' کہنا چاہیے تھا ۔ تھالوں کو سفید قرار دینا زیادہ مناسب تھا ۔ بخدا تھالوں کی یہ صفت ہے تو بہتر مگر بیض کی نسبت غر کا لفظ زیادہ بہتر ہے''

شیخ ابوعبیداللہ المرزبانی لکھتے ہیں ''جن لوگوں نے حسان کے اس شعر کو نا پسند کیا ہے ان میں سے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اس نے ''یلمعن بالضحی'' کہا ہے دجی نہیں کہا اسی طرح ''واسیافنا یقطرن'' کہا ہے یجرین نہیں کہا کیونکہ جری (بہنا) قطر (ٹپکنا) کی نسبت زیادتی کو ظاہر کرتا ہے ۔ ایک گروہ نے اس قول کو رد کرتے ہوئے حسان کا دفاع بھی کیا ہے جس کا اس موقعہ پر ذکر کرنا مناسب نہیں ۔ مگر نابغہ کا حسان کو یہ کہنا کہ ''فخرت بمن ولدت والم تفخر بمن ولدك'' تو نے ان لوگوں پر فخر کیا ہے جنہیں تو نے جنم دیا ہے اور ان پر فخر نہیں کیا جنہوں نے تجھے جنم دیا ہے ۔ ایک ایسی موزوں تنقید ہے کہ میں نقاد شعر کی حیثیت سے حسان کو اس سلسلے میں معذور نہیں سمجھ سکتا''[۲]

اس موقعہ پر قدامہ بن جعفر کا بیان بہت دلچسپ ہے وہ کہتا ہے ''میں نے دیکھا ہے کہ مذہب شعر کے سلسلے میں لوگ دو مختلف مدارس فکر میں بٹے ہوئے ہیں ۔ ایک تو معانی شعر میں مبالغہ آرائی اور غلو کو

---

(۱) الموشح ٦١ ۔ (۲) ایضاً ۔

پسند کرتا ہے ، دوسرا میانہ روی اور اعتدال پر اکتفا کرتا ہے ۔مگر صورت حال یہ ہے کہ فریقین میں سے اکثر کو نہ اپنے مسلک کے اصول معلوم ہیں کہ ان کی طرف رجوع کریں اور استدلال کریں اور نہ وہ اپنے مخالفین کے نظریات کے متعلق اصولی طور پر کچھ جانتے ہیں۔ کہ انہیں رد کر سکیں مگر ہمیشہ ان کی مخالفت ضرور کرتے ہیں اور تاریکیوں میں ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں . . . . پھر میں نے دیکھا ہے کہ یہی لوگ دوسرے موقعہ پر حسان بن ثابت پر نابغہ کی اس نکتہ چینی کو پسند کرتے ہیں جو اس نے حسان کے اس شعر پر کی ہے ۔

لناالجفنات الغریلمعن بالضحی واسیافنا یقطرن من نجدۃ دما

حسان پر نکتہ چینی کو یوں جائز خیال کرتے ہیں کہ وہ الغر کی جگہ البیض کہہ سکتے تھے کیونکہ غرہ تو اس معمولی سی سفیدی کو کہتے ہیں جو کسی مخالف رنگ میں نظر آتی ہے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اگر حسان البیض کا لفظ لاتے تو یہ الغر کی نسبت زیادہ معنی پر دلالت کرتا اسی طرح وہ ضحی کی جگہ دجی (تاریکی) کہتے اور یقطرن کی جگہ یجرین استعمال کرتے تو زیادہ بہتر تھا کیونکہ الجری (بہنا) القطر (ٹپکنا) کی نسبت زیادہ معنی پر دلالت کرتا ہے ۔

اگر یہ لوگ اپنے مسلک کے متعلق اچھی طرح معلومات حاصل کر لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حسان پر نکتہ چینی خود ان کے مسلک کے خلاف جاتی ہے۔ کیونکہ وہ مہلہل ' النمر اور ابو نواس کے مبالغوں کو ناپسندیدہ قرار دے چکے ہیں . . . . . اور جیسا کہ نابغہ سے یہ تنقید منقول ہے وہ حسان سے افراط و غلو کا متقاضی تھا کیونکہ حسان کے شعر میں اس نے جن کلمات کو ناپسند کر کے ان کی جگہ دوسرے الفاظ کو رکھنا چاہا ہے ان میں زیادتی اور کثرت پائی جاتی ہے

اس کے علاوہ اگر وسیع نظر سے دیکھا جائے تو حسان پر یہ تنقید نابغہ کی ہو یا کسی اور کی صاف طور پر غلط معلوم ہوتی ہے اور حسان نے بالکل درست کہا ہے کیونکہ اس کے بیان کردہ معانی حقیقت کے مطابق ہیں اور اس پر اعتراض کرنے والا راہ راست سے بھٹکا ہوا نظر آتا ہے اور وہ یوں کہ حسان کی "الغر" سے مراد یہ نہیں کہ وہ تھالوں کو سفید قرار دینا چاہتا ہے اور چونکہ وہ مکمل طور پر سفید کہنے سے قاصر رہا ہے لہذا اس کے مدعا میں کمی واقع ہو گئی۔ بلکہ "الغر" سے اس کی مراد "مشہور" ہے جیسے کہا جاتا ہے "یوم اغر" مشہور دن تو یہاں بیاض مراد نہیں ہوتی بلکہ شہرت مقصود ہوتی ہے اسی طرح نابغہ کا یہ کہنا کہ اگر وہ ضحی (چاشت) کی جگہ دجی (تاریکی) کہتا تو اچھا تھا کیونکہ چاشت کے وقت تو ہر چیز چمکتی ہے۔ لیکن یہ بھی خلاف حقیقت اور نا موزوں ہے اس لیے کہ دن میں صرف تیز نور اور سخت روشنی والی اشیاء ہی چمک سکتی ہیں مگر رات کو تو معمولی نور اور ہلکی سی روشنی والی اشیاء بھی چمکتی ہیں، جیسے ستارے جو رات کو ظاہر اور ہماری نگاہوں کے سامنے رہتے ہیں اور ہمیشہ چمکتے رہتے ہیں لیکن دن کو ان کی چمک کم ہو جاتی ہے حتیٰ کہ غائب ہو جاتے ہیں اسی طرح چراغ اور لمپ کی روشنی بھی دن میں ناقص ہو جاتی ہے لیکن رات کو تو تیز نظر کی وجہ سے درندوں کی آنکھیں بھی چمکتی ہیں اور جگنو بھی رات کو آگ کی چنگاری دکھائی دیتا ہے۔ پھر نابغہ یا کسی اور کا یہ کہنا کہ تلواروں کے لیے یقطرن کی جگہ یجرین زیادہ مناسب تھا کیونکہ جری "قطر" سے زیادہ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حسان کی مراد یہاں کثرت سے نہیں بلکہ وہ عرف عام کا طریق اختیار کرتا ہے عموماً لوگ جب کسی جری شجاع

بہادر پھرتیلے جنگجو کا ذکر کرتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ اس کی تلوار سے خون ٹپکتا ہے اور یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ اس کی تلوار سے خون بہتا ہے اگر حسان یقطرن کی جگہ یجرین کہتا تو یہ عربوں کے عرف عام اور مالوف عادت کے خلاف تھا[1] گزشتہ تفصیلات کی روشنی میں ہم پر واضح ہوتا ہے کہ:

(۱) دور جاهلیت کے آخری دنوں میں شعر و شاعری اور ادب تجارتی منڈیوں میں نمائش کے لیے پیش ہونے والے ساز و سامان یا مال تجارت کی حیثیت اختیار کر چکا تھا، عرب شعراء میں تفاخر اور تنافر کا بازار گرم ہو چکا تھا۔ جزیرہ عرب کے گوشے گوشے سے شعراء امنڈتے چلے آتے اور ہر سال سوق عکاظ میں جمع ہو جاتے اور نقادوں کے سامنے اپنے اپنے قصائد پیش کرتے لوگ عمدہ قصیدوں کو قیمتی متاع تصور کرتے ہوئے اپنے حافظوں میں محفوظ کر لیتے اور پھر یہ قصائد تیروں سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے جزیرہ عرب کے گوشے گوشے میں پھیل جاتے۔

(۲) جزیرۂ عرب وحدت لسانی کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا، منڈیوں اور میلوں میں تمام سال مختلف قبائل عرب کا اجتماع و اختلاط اور عرب شعراء کی کوششوں نے قبائلی لہجات کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا تھا اور مختلف اسباب کی بنیاد پر قریش کی زبان تقریباً تمام جزیرۂ عرب کی مروج زبان بن چکی تھی جسے تمام عرب جانتے اور سمجھتے تھے اور مختلف قبائل کے شعراء اسی عام فہم، ترقی یافتہ اور منجھی ہوئی قریشی زبان میں شعر کہتے تھے۔

(۳) عصر جاہلی میں تنقید شعر کے لفظ اور معنی دونوں کو شامل تھی، نابغہ نے حسان کو جمع قلت کی جگہ جمع کثرت کا وزن

---

(۱) نقد الشعر: قدامہ بن جعفر صفحہ ۲۴-۲۶۔

استعمال کرنے، بقطون کی جگہ یجربن اور ضحی کی جگہ دجی کہنے کا مشورہ دیا اور ساتھ ھی اس بات کو بھی معیوب قرار دیا کہ وہ فخر کے اصلی سرچشموں آباء و اجداد کو چھوڑ کر نواسوں کی طرف چل نکلے ھیں -

(۴) اب تک عربی تنقید کسی قصیدے کو پسند یا ناپسند کرنے اور شاعر کو اشعرالعرب یا اشعرالناس کہہ دینے پر ختم ھو جاتی تھی، یعنی سلبی تنقید تک ھی عرب نقادوں کی رسائی ھوئی تھی مگر اب نقاد ایک قدم آگے بڑھتے ھوئے نظر آتے ھیں، وہ پسند و ناپسند کے ساتھ کلام کی تحلیل و تنقید اور شعراء کو مشورہ دینے پر بھی قادر نظر آتے ھیں جسے ھم بلاشبہ ایجابی تنقید کہہ سکتے ھیں، بعض لوگوں کا خیال ھے کہ جاھلی عربوں سے اس قسم کی ایجابی تنقید، جیسی نابغہ سے منقول ھے کی توقع نہیں ھو سکتی، لیکن ھماری رائے میں توقع نہ ھونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، جب عربی شاعری ان تکمیلی مراحل پر پہنچ چکی تھی جن پر زمانہ جدید تک قائم رھی تو پھر عربی تنقید کیوں نہ آگے بڑھتی ؟ عربی شاعری کا ترقی یافتہ صورت میں موجود ھونا خلاف توقع نہیں تو ایجابی تنقید کا صادر ھونا کیونکر خلاف توقع ھو سکتا ھے اور خصوصاً نابغہ ذبیانی جیسے عظیم جاھلی شاعر سے -

(۵) معلوم ھوتا ھے جاھلی شعراء مختلف مدارس فکر میں بٹ چکے تھے ایک طرف اوس بن حجر اور زھیر بن ابی سلمی کا شعری مسلک تھا جس میں مبالغہ آرائی سے اجتناب اور شعر کی تنقیح و تجوید کا خیال رکھا جاتا تھا دوسری طرف مبالغہ آرائی کو پسند کرنے والوں کا مدرسہ فکر ھے جس کا قائد وامام نابغہ ذبیانی تھا، اس نے حسان کو بھی ایسے الفاظ لانے کا مشورہ دیا جو کثرت پر دلالت کرتے ھوں اور جن میں مبالغہ

آمیزی کا رنگ غالب ہو، عرب شعراء قدامہ بن جعفر کے عہد تک بلکہ بعد تک بھی مبالغہ آرائی کو پسند کرنے والوں اور اس سے اجتناب کرنے والے دو مختلف مدارس فکر میں بٹے رہے، جیسا کہ قدامہ کے بیان سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔

(۵)

قریش کی زبان کو جزیرہ عرب کی مستند اور سرکاری زبان کا سا درجہ حاصل ہو گیا تھا اور عام قبائل عرب کے شعراء نے اسے ادب و شعر کی زبان کی حیثیت سے اپنا لیا تھا اس لیے شعر کی تنقید میں بھی قریش کا مرجع خلائق بننا فطرتی بات تھی، ان کی تنقیدی آراء اور فیصلے اٹل ہوتے تھے، حماد الراویہ سے منقول ہے کہ عرب اپنے اشعار قریش کے سامنے پیش کرتے تھے جسے وہ قبول کرتے مقبول سمجھا جاتا تھا اور جسے وہ رد کر دیتے اسے ردی خیال کیا جاتا تھا علقمہ بن عبدہ قریش کے پاس آیا اور اپنا یہ قصیدہ پیش کیا:

هل ما علمت وما استودعت مکتوم　ام حبلها اذنأتک الیوم مصروم،

قریش نے یہ قصیدہ سن کر کہا "هذه سمط الدهر" یہ زمانے کا ہار ہے، پھر آئندہ سال علقمہ نے دوبارہ قریش کے پاس آ کر یہ قصیدہ پیش کیا:

طحابک قلب فی الحسان طروب　بعید الشباب عصر حان مشیب،

قریش نے کہا: "هاتان سمطا الدهر" یہ دونوں قصیدے زمانے کا ہار ہیں یعنی غیر فانی ادبی شاہکار ہیں[۱]

یہ علقمہ بن عبدہ وہی علقمہ الفحل ہے جس کا ذکر امرؤالقیس کے ساتھ پیچھے گزر چکا ہے اسی کے متعلق ابن سلام کہتا ہے "ولا بن عبدة ثلاث روائع جیاد لا یفوقهن شعر" علقمہ بن عبدہ کے تین عمدہ

۱- اغانی ۲۱ : ۲۶۱

شاہکار قصائد ہیں جن سے بڑھ کر کوئی قصیدہ نہیں ہے[1] - اسی کے متعلق فرزدق کہتا ہے

والفحل علقمة الذی کانت لہ   حلل الملوک کلامہ یتخل[2]

میرے بزرگوں میں علقمة الفحل بھی ہے جو شاہانہ لباس زیب تن کرتا تھا اور جس کا کلام چرایا جاتا تھا

اصمعی کے ساتھی ابونصر کا بیان ہے کہ میں نے سوید بن ابی کاھل الیشکری کا کلام اصمعی کے سامنے پڑھا تھا ، جب میں نے اس کا یہ قصیدہ پڑھا :

بسطت رابعة الحبل لنا   فوصلنا الحبل منها ما اتسع

تو اصمعی نے اسے تمام قصائد پر فضیلت دی اور کہا کہ عرب اسے فضیلت دیتے، مقدم سمجھتے اور اسے اپنے حکمت بھرے ملفوظات میں سے شمار کرتے تھے۔ پھر اصمعی نے کہا کہ میں نے عیسی بن عمر سے سنا ہے کہ زمانہ جاهلیت میں عرب اس قصیدے کو ''الیتمیة'' دریکتہ کہا کرتے تھے کیوں کہ یہ حکمتوں اور ضرب الامثال پر مشتمل ہے[3] - ابن سلام جمحی نے اس قصیدے کے متعلق کہا ہے ''وله شعر کثیر و لکن برزت هذه علی شعره[4] '' سوید کا کلام کافی ہے مگر اس کا یہ قصیدہ سب پر فوقیت حاصل کر چکا ہے' جمحی نے سوید کو جاهلی شعراء کے طبقہ سادسہ میں شمار کیا ہے -

دور جاهلیت میں عربوں نے جب طویل قصائد کی مقبولیت اور علو مرتبت کو دیکھا تو انہیں مصر کے بنے ہوئے ریشمی کپڑوں پر لکھ کر کعبہ میں لٹکا دیا - اسی وجہ سے انہیں ''معلقات'' کا نام دیا گیا ،

۱- طبقات الشعراء ۱۱۶   ۲- اغانی ج ۲۱ : ۱۶۱ -
۳- المفضلیات ۱۹۰ اغانی ج ۱۳ : ۱۰۱ -
۴- طبقات الشعراء ۱۲۹ -

لفظ معلقات کا تذکرہ پہلی بار ابن عبدربہ نے اپنی کتاب العقد الفرید میں کیا ہے ورنہ اس سے پہلے کے ادباء نے یہ نام ذکر نہیں کیا' معلقات کے مشہور شارح ابو جعفرالنحاس نے لکھا ہے کہ ''ان قصائد کے جمع کرنے کے متعلق روایات مختلف ہیں بعض کا کہنا ہے کہ عرب سوق عکاظ میں جمع ہوتے اور اشعار سنایا کرتے تھے جب بادشاہ کسی قصیدے کو پسند کرتا تو کہتا کہ اسے میرے خزانوں میں لٹکا دو' لیکن یہ کہنا کہ یہ قصائد کعبہ میں لکھ کر لٹکائے گئے تھے تو اسے راویوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔'' مگر یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ نہ صرف عرب بلکہ دیگر اقوام میں بھی ادبی شاہکاروں کو بطور شرف و اعزاز لکھ کر ممتاز مقامات پر لٹکا دیا جاتا تھا روم و یونان میں اس امر کے شواہد ملتے ہیں۔ پھر عربوں میں بھی یہ رواج تھا' چنانچہ قریش کا وہ عہدنامہ جو انہوں نے بنی ہاشم کے بائیکاٹ کے وقت لکھا تھا کعبہ میں لٹکایا گیا تھا۔ ہارون الرشید نے اپنے بعد خلافت کے متعلق عہدنامہ لکھ کر کعبہ میں لٹکایا تھا۔ پروفیسر احمد حسن زیات کی رائے ہے کہ جمہور کے نزدیک معلقات کا کعبہ میں لٹکایا جانا محقق اور ثابت ہے۔ بعض قصائد تو فتح مکہ تک بھی موجود رہے[1] ' ان طویل قصائد کے مصنفین کو اصحاب المعلقات ' اصحاب المذہبات ' اصحاب السموط ' اصحاب الواحدہ[2]' اصحاب الطوال وغیرہ کے نام و القاب سے پکارا جاتا تھا۔ اوپر کی تفصیل سے آپ کو معلوم ہوگیا کہ :

(۱) عربی تنقید سازگار فضا میں کس طرح تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔ عرب شعراء نے خود ادبی تنقید کی قدر و قیمت اہمیت اور افادیت کو پوری طرح محسوس کر لیا تھا' اب وہ خود نقادوں کے پاس

---

(۱) تاریخ الادب الوجی ۳۲ - (۲) طبقات الشعراء ۱۲۸ -

اس لیے حاضر ہونے لگے تھے کہ یا تو ان کے قصائد کی اصلاح ہو جائے اور یا ان کے ادبی شاہکاروں پر نادان فن مہر تصدیق ثبت کر کے انہیں حیات جاوداں کا مستحق قرار دے دیں -

(۲) گزشتہ سطور میں ہم نے کسی جگہ عرض کیا تھا کہ شعر جاہلی کے آخر میں عربوں کو متحدہ زبان میسر آنے کے اسباب پیدا ہو گئے تھے اور لغت قریش بڑی تیزی کے ساتھ تمام لہجات عرب پر چھا کر تمام جزیرہ عرب کی علمی و ادبی زبان بن رہی تھی اور نزول قرآن کے لیے قدرت نے زمین ہموار کر دی تھی - چونکہ قریش ھی زبان کے محاسن اور معائب سے واقف تھے اس لیے شعراء نے اس سلسلے میں انہی سے رجوع کرنا شروع کر دیا تھا -

(۳) چیدہ قصائد کے لیے دلچسپ اور موزون اسماء تجویز کرنا عربوں کے فطری سلیقہ اور ذوق سلیم پر دلالت کرتا ہے ' قصائد کے لیے سمط الدھر (زمانے کا ھار) ' الیتیمہ (دریکتا) اور الواحدہ ایسے نام صرف وھی قوم اختراع کر سکتی ہے جسے قدرت نے شعر و ادب میں بلند پایہ فطری ذوق اور قدرتی صلاحیت عطا کی ہو اور جس کا ذوق تنقید ایسا شستہ ہو اور اتنی پختگی اختیار کر چکا ہو کہ ایک ھی لفظ میں پورے قصیدے کی علمی و ادبی قدر و قیمت کو بڑی خوبی سے سمو سکنے کے قابل ہو ' بلاشبہ یہ بات جاھلی عربوں کے ادبی شغف اور تنقیدی ذوق کی روشن دلیل ہے -

(۴) ادباء و شعراء کی عزت افزائی اور قدر دانی میں عرب' دنیا کی کسی قوم سے پیچھے نہ تھے عرب روساء و ملوک شاھکار قصائد کو اپنے شاھی خزانوں کی زینت بنانے میں بڑا فخر محسوس کرتے تھے اور انہیں خزانوں میں اسی طرح محفوظ رکھتے تھے جس طرح وہ زر و جواھر کی

حفاظت کرتے تھے ۔ عرب چیدہ اور بلند پایہ قصائد کو اپنے حافظوں میں محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ قیمتی کپڑے یا کاغذ پر لکھ کر مقدس اور عوامی مقامات پر لٹکا بھی دیتے تھے جس سے نہ صرف شعراء کی عزت افزائی اور قدر دانی مقصود ہوتی تھی بلکہ ان کے ادبی شاہکاروں کو شہرت عام اور بقائے دوام بھی حاصل ہوتی تھی ۔

(۶)

معلوم ہوتا ہے کہ شعر و شاعری سے والہانہ عشق اور گہرے شغف نے جاہلی عربوں کے ہر طبقے میں ادبی تنقید کا ذوق پیدا کر دیا تھا اور یہ کوئی اچنبھے کی بات بھی نہیں ۔ کیونکہ جس قوم کا حال یہ ہو کہ تپتے ہوئے ریگستان میں خانہ بدوشی کی بے مزہ زندگی میں دشمن پر چھاپے مارنے اور راتوں کو کھلے آسمان کے نیچے قصہ گوئی اور شعر پڑھنے اور سننے کے سوا اور کوئی مرغوب مشغلہ ہی نہ ہو اور پھر جسے یہ دعویٰ بھی ہو کہ شاعری ہی اس کی عظمتوں کی تاریخ کا دفتر ہے تو پھر ایسی قوم کے ہر طبقے میں شعر کی پرکھ کا ذوق پیدا ہو جانا ایک فطری بات ہے ۔ چنانچہ عربوں کے ہر طبقے میں ایسے باذوق افراد کی کمی نہ تھی جو فطری سلیقہ اور سادہ و سطحی انداز میں شعراء کے کلام پر رائے زنی کرنے کے قابل تھے ۔ امراء اور بادشاہ بھی شعراء کے قصائد کے متعلق فیصلے دیتے تھے ۔ تنقیدی بورڈ بھی قائم تھے جن کا فیصلہ قطعی سمجھا جاتا تھا ۔ ممتاز قبائل کو تنقید میں مسلم حیثیت حاصل تھی ۔ عام بدو بھی شعراء کے متعلق رائے زنی کرتے تھے ۔ عرب خواتین بھی ادبی تنقید کے ذوق سے خالی نہ تھیں اور عرب شعراء خود بھی ایک دوسرے پر تنقید کرتے تھے ۔ مگر یہ تنقید دوسری تنقیدوں سے ذرا مختلف تھی ۔ چنانچہ شعراء کی باہمی تنقید کا انداز یہ تھا کہ یا تو وہ

ایک جگہ جمع ہوتے اور ایک دوسرے سے اپنے متعلق رائے طلب کرتے اور یا پھر اس تنقید کا انداز نکتہ چینی اور چوٹ کا پہلو لیے ہوئے ہوتا تھا۔

المسیب بن علس ضبعی، بنی قیس بن ثعلبہ کے لوگوں کی ایک مجلس کے پاس سے گزرا تو انہوں نے اس سے شعر سنانے کی درخواست کی اس نے یہ قصیدہ سنانا شروع کیا :

الا انعم صباحا ایها الربع و اسلم

نحییک عن شحط و ان لم تکلم

اور جب وہ اس شعر پر پہنچا :

و قد اتناسی الهم عنداد کاره بناج علیه الصیعریة مکدم

(میں کبھی کبھی مضبوط، سفید نشان والے تیز رفتار اونٹ پر سوار ہو کر غم غلط کرتا ہوں) پاس ہی طرفہ بن العبد بچوں میں کھیل رہا تھا وہ یہ سن کر کہنے لگا ''استنوق الجمل'' اس نے تو اونٹ کو اونٹنی بنا ڈالا ہے۔ اس پر المسیب نے کہا : ''ارے لونڈے جا اپنی یہ چالاکی ماں کے پاس لے جا'' طرفہ نے کہا ''تو وہاں جا کر خلوت میں تیری ماں کی کار گزاری دیکھوں !'' المسیب نے پوچھا : ''تو ہے کون ؟'' اس نے کہا ''میں طرفہ بن العبد ہوں'' اس نے کہا ''آج کی رات کل کی رات کے کتنی مشابہ ہے !'' یعنی تم لوگ شرارت میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہو[1]۔

اس شعر میں ہدف تنقید صرف لفظ ''الصیعریة'' ہے جس کا معنی وہ علامت ہے جو صرف اونٹنی پر لگائی جاتی ہے نہ کہ اونٹ پر یہی وجہ ہے کہ جب المسیب نے یہ لفظ ''ناج'' تیز رفتار اونٹ کے لیے

---

(۱) الموشح ۷۶ - اغانی ۲۳ : ۵۶۰ -

استعمال کیا تو طرفہ نے کہا ''استنوق الجمل'' ارے اس نے تو جمل کو ناقہ بنا ڈالا ہے ۔

اس تنقید کے متعلق ایک دوسری روایت یوں ہے ۔

کہتے ہیں کہ المتلمس صاحب الصحیفہ اپنے زمانے کا بہترین شاعر تھا ۔ وہ نسب کے لحاظ سے بنی ضبعہ بن نزار سے تعلق رکھتا تھا وہ ایک دن بنی قیس بن ثعلبہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ۔ طرفہ بن العبد پاس ہی بچوں میں کھیل رہا تھا اور ان لوگوں کی باتیں بھی سن رہا تھا ۔ المتلمس نے ان لوگوں کو یہ شعر سنایا :

و قد اتنا سی الھم اد کارہ   بناج علیہ الصیعریۃ مکدم

کہا جاتا ہے کہ ''صیعریہ'' ایک ایسی علامت ہے ' جو برکت کے لیے صرف ناقہ پر لگائی جاتی تھی نہ کہ اونٹ پر۔ طرفہ نے یہ شعر سن کر کہا اس نے تو اونٹ کو اونٹنی بنا ڈالا ہے (استنوق الجمل) جو عربوں میں ایک ضرب المثل بن گئی اور لوگ یہ سن کر ہنس پڑے المتلمس کو بہت غصہ آیا اور طرفہ کی زبان اور سر کی طرف اشارہ کرکے کہا ''ویل لھذا من ھذا'' یہ اس کے لیے باعث ہلاکت ہے ۔ یعنی ایسے سر والے شخص کے لیے ایسی زبان[1] !

ایک تیسری روایت یوں ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ عمرو بن کلثوم عمرو بن ہند کو جو ملوک حیرہ میں سے دوسرا بادشاہ تھا ' اشعار سنا رہا تھا ' جب وہ اونٹ کا وصف بیان کر رہا تھا تو وہ صفت بجائے اونٹ کے اونٹنی کی صفت میں تبدیل ہو گئی طرفہ نے کہا استنوق انجمل اس نے تو اونٹ کو ناقہ بنا دیا ہے' اور جو شعر عمرو بن کلثوم نے پڑھا تھا وہ یہ ہے :

---

(۱) اغانی ج ۲۳ : ۵۵۹ ۔

وانی لامضی الهم عند احتضاره بنـاج علیـه الصیعریـة میسم

اور الصیعریة تو صرف اونٹنی کی علامت ہوتی ہے نہ کہ اونٹ کی اسی لیے طرفہ نے کہا کہ استوق الجمل ' اس پر عمرو بن کلثوم نے کہا "ارے اونڈے تجھے کیا خبر ہے !؟" چنانچہ وہ دونوں جھگڑنے لگے اور ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے اس پر عمرو بن ہند نے کہا "طرفہ اسے گالیاں نکالو !" چنانچہ اس نے قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ تھا :

اشجاک الربع ام قدمه ام سواد دارس حممه

یہاں تک کہ جب وہ یہاں پہنچا :

فاذا انتم و جمعکم حطب للنار تضطرمه

تو عمرو بن کلثوم نے عمرو بن ہند کو دھمکی دیتے ہوئے کہا :

الا لایجهلـن احـد علینا فنجهل فوق جهل الجاهلینا

بایّ مشیة عمرو بن هند تطیع بنا الوشاة و تز درینا

یعنی کوئی شخص ہم سے حماقت و جہالت سے پیش نہ آئے ' ورنہ ہم اس سے بڑھ کر جہالت و حماقت کا مظاہرہ کریں گے ۔ اے عمرو بن ہنـد ! تو کس خواہش کی بنا پر ہمارے خلاف چغل خوروں کی بات مانتا ' اور ہمیں حقیر جانتا ہے ۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ واقعہ طرفہ اور المتلمس کے درمیان پیش آیا تھا ' اور وہ عمرو بن کلثوم کے خلاف یہ جرأت نہیں کر سکتا کیوں کہ وہ اپنی قوم میں بہت بڑا سردار تھا[1]

گزشتہ تینوں روایات کو ملا کر پڑھنے سے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ :

(۱) پہلی روایت میں طرفہ کی تنقید مسیب بن علس پر ہے '

---

(۱) جمهرة اشعار العرب ۴۰ ۔

دوسری میں متلمس پر اور تیسری میں عمر بن کلثوم پر ۔ پہلی دو روایات میں مقام ایک ھی ھے ۔ اور وہ بنی قیس بن ثعلبه کے کچھ لوگوں کی مجلس میں شاعر کا کلام سنانا ، مگر تیسری روایت اس منظر کو حیرہ کی سٹیج پر لے جاتی ھے ۔

(۲) تینوں روایات طرفه پر متفق ھیں ، اور ایسے بچه ھی پیش کرتی ھیں ۔ اور حقیقت میں وہ تھا بھی بچه ھی ! تینوں روایات میں ایک ھی قافیه و روی اور وزن والا شعر تینوں شعراء سے منسوب ھے ۔ تمام روایات میں ھدف تنقید لفظ صیعریه ھے ، جس پر نقاد استنوق الجمل کی چوٹ کرتا ھوا دکھائی دیتا ھے ۔

(۳) اگرچه تینوں شعراء طرفه سے عمر میں بڑے تھے ، اور متلمس تو اس کا ماموں بھی تھا ، اور دونوں کو عمرو بن ھند کے ساتھ ایک جیسا پیش آیا ، جس سے متلمس بچ نکلا مگر طرفه ختم ھوگیا ۔ مگر متلمس کو چھوڑ کر باقی دونوں شاعروں اور "ھونہار نقاد" کے درمیان "گالیوں کا تبادله" بھی ھوتا ھے ، بلکه عمرو بن کلثوم کی صورت میں تو بادشاہ حیرہ بھی اسے اکساتا اور حوصله دلاتا ھے ۔

یه اضطراب و اختلاف اس روایت کی حیثیت کو مشکوک بنا دینے کے لیے کافی ھے ، مگر اس قسم کی تنقید کا صدور بعید از قیاس معلوم نہیں ھوتا ۔ حتی که طرفه جیسے کم سن اور ھونہار شاعر سے بھی ، اور ھمارے نزدیک ان سب روایات میں مسیب بن علس والی روایت قابل ترجیح معلوم ھوتی ھے اور وہ اس لیے که :

(۱) اگر آپ غور سے ملاحظه فرمائیں تو طرفه کی تنقید بالکل سادہ سطحی اور فطری سلیقه پر مبنی ھے ، جو جاھلی عربوں کی تنقید کا خاصه ھے ۔ ایک عام آدمی حتی که بچه بھی یه جانتے ھوئے که

تصغیرِیہ کی علامت تو صرف مؤنث ھی سے مختص ہے۔ جب اسے کوئی مذکر کے لیے استعمال کرے گا تو وہ ضرور چونک جائے گا ' بشرطیکہ اس کے پاس کچھ ذوق سلیم اور عقل ھو۔ اور یہاں تو طرفہ ایسا ذھین اور نضین شاعر ہے ' جو اگرچہ عنفوان شباب ھی میں قتل ھوگیا تھا ' مگر اس کے باوجود فحول شعرائے جاھلیت میں شمار ھوتا ہے۔ غالباً انگریز شاعر کیٹس سے بھی کم عمر تھا ' جب وہ قتل ھوا تھا ' اس لیے طرفہ کا شعر سن کر استنوق الجمل کہہ دینا عین قرین قیاس ہے۔

(۲) عمرو بن کلثوم والی روایت تو ابو زید القرشی بھی بعید از امکان قرار دے رھا ہے ' کیوں کہ وہ اپنی قوم کا غیور سردار تھا۔ حتیٰ کہ شاہ حیرہ بھی اس کا احترام کرتا تھا ' اور اس سے خائف بھی تھا بلکہ بادشاہ کی موت بھی عمرو بن کلثوم کی تلوار سے ھوئی تھی' اس لیے نہ تو طرفہ شاھی دربار میں اتنے بڑے سردار اور بلند پایہ شاعر پر اس تنقید کی جرأت کر سکتا تھا ' اور نہ ھی بادشاہ بھرے دربار میں ایک بچے کو بنی تغلب کے سردار اور شاعر کو گالیاں دینے پر اکسانے کی حماقت کر سکتا ہے۔ پھر یہ روایت بتاتی ہے کہ ''ننھے شاعر'' نے وھیں بیٹھے بیٹھے عمرو بن کلثوم کی ھجو میں ایک رجزیہ کہہ ڈالا تھا ' اور عمرو بن کلثوم نے کھڑے ھو کر بادشاہ کو دھمکیاں دیتے ھوئے اپنا مشہور معلقہ سنا دیا۔ حالانکہ کتب ادب اس قصیدے کا شان نزول مختلف بتاتی ھیں۔

(۳) متلمس والی روایت بھی اختراعی اور الحاق معلوم ھوتی ہے' جس طرح عمرو بن کلثوم والی روایت قبائلی تعصب کی پیداوار ہے ' جس میں راویوں نے عقل کو بالکل دور پھینک کر عمرو بن ھند اور عمرو بن کلثوم کی باھمی عداوت سے فائدہ اٹھاتے ھوئے بنی تغلب پر

بنی بکر اور عمرو بن کلثوم پر طرفہ کو فوقیت دینے کی کوشش کی ہے' اسی طرح اس روایت کو طرفہ کے ماموں سے منسوب کر کے اس کی شان کو بڑھانے کی کوشش کی ہے ۔ جب بھانجے کا کہا ہوا فقرہ استنوق الجمل ضرب المثل بن گیا ' تو متلمس کی دور اندیشی اور پیشین گوئی کو بھی ضرب المثل بنانا ضروری ہو گیا ۔ چنانچہ شاہ حیرہ نے ' جو صحیفے متلمس اور طرفہ کو لکھ کر دیے اور حاکم بحرین کے پاس بھیجا تھا ' اسے متلمس کی دور اندیشی نے بھانپ لیا کہ اس میں اس کے قتل کے احکام ہیں' مگر طرفہ نہ سمجھ سکا ' اور نہ ماموں کا کہنا مانا ۔ اسی طرح متلمس نے اس روایت میں طرفہ سے یہ کہا کہ ''اس سر کے لیے یہ زبان باعث ہلاکت ہے'' ، اور واقعی زبان نے شاہ حیرہ کی ہجو کہی اور سر کی ہلاکت کا باعث بن گئی ' طرفہ زندہ دفن کر دیا گیا ۔ ماموں کی پیشین گوئی پوری ہو گئی ۔

(۴) المرزبانی نے مسیب بن علس والی روایت کو مقدم کیا ہے ' جو ابو عبیدہ سے منقول ہے ۔ اسی طرح ابن السکیت سے جو روایت منقول ہے ' وہ بھی مسیب بن علس سے متعلق ہے ' اس لیے اگر یہ واقعہ پیش آیا ہوگا تو مسیب اور طرفہ کے درمیان پیش آیا ہوگا ۔

حسان بن ثابت کا بیان ہے کہ میں نابغہ بنی ذبیان کے پاس گیا ' تو اس وقت خنساء بنت عمرو اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی ۔ جب وہ اٹھ کر چلی گئی ' تو میں نے نابغہ کو اپنا کلام سنایا ۔ نابغہ نے کہا بلا شبہ تو شاعر ہے ' مگر بنو سلیم کی یہ عورت تو بس رونا دھونا ہی جانتی ہے[1]۔ گویا نابغہ نے خنساء کو صرف ایک صنف سخن مرثیہ گوئی تک محدود رہنے کی وجہ سے بلند پایہ شعراء

---

(۱) اغانی ج ۴ : ۲۹ ۔

میں شمار نہ کیا ' جو درست اور جائز معلوم ہوتا ہے۔

ایک دفعہ تمیمی شعراء زبرقان بن بدر ' عمرو بن اہتم ' عبدہ بن طیب اور المخبل کسی جگہ جمع ہو گئے ' اور ایک دوسرے کو اشعار سنانے لگے۔ عبدہ نے ان سے کہا ''بخدا اگر کوئی قوم شعر و شاعری کی بدولت پرواز کر سکتی ' تو تم ضرور اڑنے لگتے۔ یا تو تم خود اپنے اپنے اشعار کے متعلق کچھ بیان کرو اور یا میں تمہیں بتاتا ہوں۔ سب نے عبدہ سے کہا : تو ہی بتا۔ اس نے کہا میں اپنے آپ سے آغاز کرتا ہوں۔ میرا کلام ایک سخت مشکیزے کی مانند ہے ' جسے بنانے والا بنا تو دیتا ہے مگر اس پر پانی بہا کر اسے تر نہیں کرتا ' اس لیے اس میں سے کوئی قطرۂ آب نہیں ٹپکتا ' جب کہ اس سے بہتر اور وسیع مشکیزے موجود ہیں۔ رہا تمہارا کلام زبرقان ! تو جیسے تمہارا کسی ایسی جگہ سے گزر ہوا ' جہاں بہت سے اونٹ ذبح ہوئے پڑے تھے۔ اب تم نے ان اونٹوں کے گوشت میں سے اچھا اور خراب ' دونوں قسم کا گوشت اٹھا لیا۔ جہاں تک مخبل تمہارے کلام کا تعلق ہے ' تو وہ ''علاط و عراض'' دونوں پر مشتمل ہے۔ علاط اس علامت کو کہتے ہیں جو اونٹ کی گردن پر ہوتی ہے ' اور عراض اس نشان کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ران پر عرضاً بنایا گیا ہو[1]۔

یہ تنقید ' جیسا کہ سادہ ' سطحی اور فطری سلیقے پر مبنی ہے ' جاہلی شعراء کے ذوق کی مظہر اور ان کے گرد و پیش کے ماحول کی عکاسی کرتی ہے۔ جس قوم کے پاس فلسفہ اور حکمت نہ ہو ' اور صحراء کی زندگی میں ''مشکیزہ اور اونٹ کا گوشت'' اقتصادی زندگی کے ستون شمار ہوتے ہوں ' اس کے شعراء اور نقاد اپنے کلام کا تنقیدی معیار یا کسوٹی

---

(۱) الموشح ۷۵-۷۶۔

انھی اشیاء کو بنا سکتے ھیں ۔ اس سے زیادہ کی توقع ان سے عبث ھے ۔

جاھلی شعراء میں نوک جھونک ' تعریض اور ایک دوسرے پر جوٹیں کرنے کا سلسلہ بھی جاری تھا ' جس کی تنقیدی قیمت و اھمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔

الحطئیہ پختہ فکر اور کثیر الاشاعت کلام کا مالک شاعر تھا ۔ وہ زھیر اور آل زھیر کا راوی تھا ۔ اس نے بنی قریع کی شان میں خوب خوب شعر کہے تھے ۔ اس نے ایک دفعہ کعب بن زھیر سے کہا "تو جانتا ھے کہ میں تمہارے خاندان کا راوی ھوں ' اور صرف تم ھی سے تعلقات رکھتا ھوں ۔ اب تیرے اور میرے علاوہ کوئی بلند پایہ شاعر باقی نہیں رھا ۔ اگر تو ایک ایسا قصیدہ لکھ ڈالے' جس میں پہلے اپنا ذکر کرے اور پھر میرا تذکرہ کر دے' تو ھم مشہور ھو جائیں گے' کیوں کہ لوگ تمہارے خاندان کے اشعار کو بڑی جلدی سے روایت کرنا شروع کر دیتے ھیں چنانچہ کعب نے کہا ؎

فمن للقوافی شانھا من یحوکھا اذا ما ثوی کعب و فوز جرول

جب کعب قبر میں چلا گیا اور جرول (حطئیہ) فوت ھوگیا تو پھر شعر کا کیا بنے گا ؟ ؎

یقول فلا یعی بشئی یقولہ و من قائلیھا من یسئی و یعمل

وہ شعر کہتا ھے تو کسی قسم کی مشکل یا رکاوٹ محسوس نہیں کرتا ۔ کتنے شعراء ھیں جو کوشش کرتے ھیں' مگر نتیجہ برا ھی ھوتا ھے جو بھی شعر کہے گا ' برا ھی کہے گا ؎

کفیتك لا تلقی من الناس واحدا تنخل منھا مثل ما یتنخل

میرا کلام ھی تجھے کافی ھے ۔ لوگوں میں تجھے کوئی بھی ایسا شخص نہیں ملے گا ' جو شعر کا انتخاب کرتے وقت میرے اشعار کی طرح اور

کہیں سے منتخب کرتا ہو ۔

یثقفہا حتی تلین متونہا فیقصر عنہا کل ما یتمثل

وہ اپنے اشعار کی خوب کانٹ چھانٹ کرکے انہیں نرم و لچکدار بنا دیتا ہے ۔ چنانچہ دوسرے شعراء کا کلام اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور بطور استشہاد اسی کا کلام پیش کیا جاتا ہے ۔

اس پر مزرد بن ضرار نے معارضہ کیا وہ شماخ بن ضرار کا بھائی تھا اور معارضہ کرنے میں بڑا سخت تھا ۔ چنانچہ وہ کہتا ہے ۔

وباستك اذخلتنی خلف شاعر من الناس لم اکفیٔ ولم انتحل

ارے کمینے پچھلگو شاعر تو نے مجھے کیوں کر گھٹیا سمجھ لیا جب کہ نہ میں اقواء کرتا ہوں اور نہ لوگوں کا کلام چراتا ہوں ۔

فان تجشبا اجشب وان تشخلا وان کنت افتی منکما انتخل

میں اگرچہ عمر میں تم سے چھوٹا ہوں لیکن اگر تم سخت قسم کا کلام پیش کرو تو میں بھی کر سکتا ہوں اور اگر تمہارے کلام کا انتخاب ہوتا ہے تو میرے کلام کا بھی نہ ہوتا ہے ۔

ولست کحسان الحسام بن ثابت ولست کشماخ ولا کا لمخبل

تو (کعب بن زھیر) حسان بن ثابت ، شماخ اور مخبل کا کہاں مقابلہ کر سکتا ہے ۔

وانت امرؤ من اهل قدس اوارة احلتك عبدالله اکناف مبهل

تو تو ایک ایسا آدمی ہے جو اھل قدس اوارہ سے تعلق رکھتا ہے تجھے اللہ کے بندے نے مبھل کے سائے میں جگہ دے دی[1]۔

کعب اور مزرد کے ان اشعار سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ اسلام سے تھوڑا سا پہلے عربی ادب میں تنقید شعر کتنی مقبول ہو چکی تھی ۔

---

(۱) کتاب طبقات فحول الشعراء ابن سلام جمحی ۔

شعراء ایک دوسرے کے درمیان موازنہ کرتے تھے ۔ قافیہ اکفاء اور اقواء کے الفاظ استعمال ہونے لگے تھے اگرچہ انہیں فنی اصطلاحات کا درجہ بعد میں حاصل ہوا ۔ یہاں سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جاہلی شعراء میں سرقات شعری کی وبا عام ہو چکی تھی حتیٰ کہ حطیئہ بھی اس الزام سے نہ بچ سکا ۔

(۷)

گذشتہ صفحات میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ ادبی تخلیق اور ادبی تنقید کا ارتقا پہلو بہ پہلو چلتا ہے۔ پہلے شاعر کے پیدا ہوتے ہی پہلا ناقد بھی پیدا ہو گیا بلکہ بعض اوقات نقادوں نے شعراء کو جنم دیا ۔ اس لیے یہ ایک فطری امر تھا کہ عربی تنقید کے ساتھ ساتھ عربی شاعری بھی ارتقائی منازل سے گزرتی رہی اور ان طویل ادوار میں عربی قصیدہ کی جس طرح تنقیح و تہذیب ہوتی رہی اس میں تنقید کا دخل و تاثیر بھی ہو ۔ چنانچہ اس تنقید نے شعراء کا ایک ایسا گروہ بھی پیدا کر دیا تھا جو اپنے اشعار کی ایک سال تک نوک پلک درست کرتے رہتے اور تنقیح و تہذیب کے بعد منتخب کلام کو عوام کے سامنے پیش کرتے تھے ۔ یہ دراصل شعراء کی اپنے کلام پر خود اپنی تنقید تھی جس سے عربی ادب میں تشبیہ و استعارہ اور عمدہ منظر کشی کا عنصر رکھنے والے قصائد بھی کثرت سے وجود میں آگئے ۔ ابن قتیبہ شعراء کے اسی گروہ کو متکلفین کا گروہ قرار دیتا ہے ۔ جو اپنے اشعار کی کانٹ چھانٹ ' تنقیح و تہذیب اور نوک پلک درست کرنے میں کافی وقت صرف کرتے ہیں جیسے زہیر بن ابی سلمی اور حطیئہ وغیرہ ۔ یہ لوگ چونکہ مطبوع شعراء کے برعکس اپنے شعر کی تنقیح و تہذیب میں عرق ریزی سے کام لیتے تھے ۔ اس لیے ابن قتیبہ انہیں ''عبیدالشعر'' خدام شعر قرار دیتا ہے ۔ چنانچہ الحطیئہ کہا

کرتا تھا ''خیرالشعر الحولی المنقح المحکك'' بہترین شعر وہ ھیں جن کی
کی نوک پلک درست کرنے میں سال صرف کیا گیا ھو ۔ زھیر اپنے قصائد
کو ''الحولیات'' کہا کرتا تھا بعد کے شعراء پر بھی اس کا اثر ھوا
چنانچہ سوید بن کراع کہتا ھے ۔

ابیت با بواب التوافی کا نما اصادی بھاسربا من الوحش نزعا
اکالئھا حتی اعرس بعد ما یکون سحیرا اوبعید فاھجعا
اذاخفت ان تروی علی رددتہا وراء التراق خشیة ان تطلعا
وجشمنی خوف ابن عفان ردھا فثقفتہا حولا جریداً ومربعا

اسی طرح عدی بن الرقاع کہتا ھے ۔

وقصیدۃ قدبت اجمع بینہا حتی اقوم میلھا وسنا دھا
نظر المثقف فی کعوب قناته حتی یقیم ثقافه منادھا[1]

اس مدرسہ متکلفین کا آغاز زھیر سے نہیں بلکہ اس کے استاذ اوس سے
ھوا ۔ عربی ادب میں اوس بن حجر پہلا شخص ھے جس نے شاعری کو
ایک فن کی حیثیت دی اور معنوی حسن شعر کے ساتھ ساتھ لفظی
حسن و جمال پر بھی کافی زور دیا ۔ ابن قتیبة اوس کا یہ شعر لکھنے کے
بعد کہتا ھے ۔

ایتھا النفس اجملی جزعا ان الذی تحذرین قدوقعا

(اے دل اب خوب گبھرا کر رو کیونکہ جس بات کا تجھے ڈر تھا وہ تو
پیش آ چکی !) ''لم یتبدی احد مرثیته با حسن من ھذا'' (اس سے بہتر
طریق سے کسی نے اپنے مرثیہ کا آغاز نہیں کیا)

اوس کی شاعری دو باتوں میں ممتاز ھے ۔ ایک تو اس کا تخیل و
تصور حسی و مادی مناظر سے بے حد متاثر تھا ۔ دوسرے وہ شاعری کو

---

(۱) کتاب الشعر و الشعراء۔

ایک ایسا ہنر یا فن سمجھتا تھا جو سیکھا جا سکتا ہے اور محنت سے حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ چنانچہ اوس کی اشعار یوں نہیں ظاہر ہوتے تھے جس طرح چشمے سے پانی ابلتا ہے اور جس طرح ہم صحرا نشینوں سے اشعار کے صدور کے عادی ہو چکے ہیں ۔ بلکہ اوس اپنی شاعری میں محنت کرتا اور کافی عرق ریزی کے بعد اسے منظر عام پر لاتا تھا[1]۔

تشبیہ و استعارہ اور مجاز کی کثرت اور طرح طرح کی موشگافیاں کرنے والے مکتب فکر کا آغاز عہد عباسی میں مسلم بن الولید وغیرہ نے نہیں کیا بلکہ جاہلی شعراء زہیر اور اوس سے اس کا آغاز ہوا ۔ ''اور شاعری کا یہ مکتب فکر جو فن برائے فن پر زور دیتا ہے عہد عباسی کی پیداوار یا پروردہ اور پروان چڑھایا ہوا نہیں بلکہ وہ تو اس سے بھی زیادہ قدیم اور عربی شاعری کی تاریخ میں وسیع اور دور رس اثرات رکھنے والا تھا ، یہ دور جاہلیت میں پیدا ہوا، اوس بن حجر اس کا موجد تھا ۔ زہیر اور حطیئہ نے اسے پروان چڑھایا اور اموی عہد میں اس کے بہت سے ترجمان و پیرو کار تھے ۔ ان میں سے ایک جمیل بھی تھا ۔ پھر یہ عہد عباسی تک مسلسل بڑھتا رہا اور مسلم بن الولید نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس کے بعد ابو تمام ابن المعتز اور المتنبی یکے بعد دیگرے اسے اپناتے رہے[2]''

دور جاہلیت میں عربی تنقید کا دارومدار فطرتی ذوق اور سادہ اور سطحی انداز پر رہا ۔ جاہلی نقادوں کے اقوال وآراء کسی طے شدہ تنقیدی اصول یا ضابطے کے پابند نہ تھے کیونکہ اس وقت علوم و فنون کی تدوین نہیں ہوئی تھی ۔ جاہلی نقاد کسی شعر یا قصیدے کے حسن و قبح پر فیصلے تو دے سکتے تھے مگر اس حسن و قبح کی علت یا وجہ بیان کرنے سے

---

(۱) فی الادب الجاہلی طہ حسین ۔ (۲) ایضاً ۔

قاصر تھے ، جسے ہم سطی تنقید کا نام دیتے ہیں، جس کا سر چشمہ اصول نقد و فن کی بجائے سادہ ذوق اور فطری سلیقہ ہوتا ہے - بایں ہمہ جاہلی عربوں کی تنقیدی آراء جو غیر محفوظ طریقے سے ہم تک پہنچی ہیں۔ ہماری توجہ کی مستحق ہیں کیونکہ ان کا صدور یا ان کی نسبت ایک ایسی قوم سے ہے جو علم و فلسفہ سے محروم ہونے کے باوجود شعر و شاعری کی رسیا اور فصاحت و بلاغت میں اقوام عالم کو اپنے مقابلے میں ہیچ سمجھتی تھی -

ظہور احمد اظہر

لگتی تھی ' وھاں جا کھڑے ھوتے تھے ۔ لڑکے اور شوقین خوش مزاج خاطر خواہ دام دیتے تھے اور ایک ایک پرچہ خوشی خوشی لے جاتے تھے''۔[۱]

البتہ جب لکھنوی اثر مرزا مینڈو کے ذریعے دلی میں بھی پہنچا تو یہاں بھی شاعرانہ نوک جھونک اور مخالفت کا کینوس پھیل جاتا ھے ۔ جیسا کہ سید انشاء اور مرزا عظیم کے معرکے سے پتہ چلتا ھے ۔

یہ معرکہ نواب امین الملک ناصر جنگ عرف مرزا مینڈھو خلف وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ کے ھاں ھوا تھا جو چند روز دلی میں اکر رھے تھے ۔ انتشار ' نفاق اور آپس کی سر پھٹول شاید سیاست کی طرح مجلسوں میں بھی اھل دھلی کے حصے آئی تھی ۔ مرزا مینڈھو لکھنؤ سے دھلی آئے تھے تو یہاں مجالس ریختہ میں حریفانہ صفیں بچھ گئیں جن میں طنز کی ننگی تلواروں اور ھجو کے زھر میں بجھے ھوئے خنجروں کا مظاھرہ ھوا ۔ مرزا سلیمان شکوہ دھلی سے لکھنؤ پہنچے تو قافلۂ انتشار و نفاق ساتھ لے گئے ۔ یہی ولی اللہ محب جن کا ذکر مرزا مینڈھو کے مشاعرے کے معرکوں کے سلسلے میں ھوا ھے ' دھلی میں مرزا سلیمان شکوہ کی غزل بنایا کرتے تھے ۔ مرزا لکھنؤ گئے تو یہ بھی وھاں پہنچ گئے ۔ سید انشاء ' مصحفی ' وغیرہ بھی حلقۂ سرکار میں آئے ۔ چند ھی دنوں میں حسد اور دشمنی کی چادریں بچھ گئیں جن پر بیٹھ کر جس سے ھو سکا اس نے تیز زبانی کے تیر چلائے ۔ ان معرکوں کی تفصیل آب حیات میں موجود ھے ۔

میر و مرزا کے زمانے کے شاعروں میں ایک دوسرے پر چوٹوں کے باوجود تلخی کا وہ انداز نہیں تھا جس کی تصویریں مرزا مینڈھو

۱۔ ''آب حیات'' صفحہ ۲۱۱ ' (حاشیہ) ۔

اور مرزا سلیماں شکوہ کے درباروں میں نظر آتی ہیں ۔ یہ پرانے بڈھے تلخی میں شیرینی گھول کر اسے چٹ پٹی بنا دیتے تھے ۔ خواجہ میر درد کے متعلق سودا کا یہ شعر ہم اوپر پڑھ ہی آئے ہیں کہ

درد کس کس طرح ھلاتے ھیں کرکے آواز سنخنی و حزیں
اور جو احمق ان کے سامع ھیں دمبدم ان کو یوں کریں تحسیں
جیسے سبحان من ترانی پر لڑکے مکتب کے سب کہیں آمیں
کوئی پوچھے ذرا کہ عالم میں فخر کس چیز کا ھے ان کے تئیں
شعر و تقطیع ان کے دیواں کی جمع ھووے تو جیسے نقش نگیں
اس میں بھی دیکھیے تو آخرکار یا توارد ھوا ھے یا تضمین
اتنی کچھ شاعری یہ کرتے ھیں میخ در .... آسماں و زمیں

لیکن یہی سودا ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں ۔[1]

سودا بدل کے قافیہ تو اس غزل کو لکھ
اے بےادب تو درد سے بس دو بدو نہ ہو

آزاد نے آب حیات میں ایک نقل بیان کی ھے ۔ کہتے ھیں کہ ''ایک شخص[2] لکھنؤ سے دلی چلے ۔ مرزا رفیع کے پاس گئے اور کہا کہ دلی جاتا ھوں کسی یار آشنا کو کچھ کہنا ھو تو کہہ دیجیے ۔ مرزا بولے کہ بھائی میرا دلی میں کون ھے ھاں خواجہ میر درد کی طرف جاؤ تو سلام کہہ دینا ۔''

آپس کی حریفانہ نوک جھونک کے علاوہ مجالس ریختہ میں خوش مذاقی، بذلہ سنجی، نکتہ آفرینی اور لطیفہ گوئی سے بھی کام لیا جاتا جس سے تلخی کی بجائے محفل میں شگفتہ دلی اور تفریح قلب کا

---

(۱) شاہ مبارک آبرو شاکر ناجی کے متعلق کہتے ہیں :
سخن سنجاں میں ہیگا آبرو آج نہیں شیریں زباں شاکر سریکا

(۲) آب حیات، ص ۱۸۸ ۔

سامان پیدا ہو جاتا ۔ ایک دفعہ ہولی کے دنوں میں میر تقی میر کے گھر مشاعرہ تھا ۔ فضل علی دانا شاگرد شرف الدین مضمون بھی وہاں موجود تھے لیکن عجیب لباس میں ۔ ایک تو وہ خود کالے تھے اور دوسرے ایک لمبا اور سیاہ رنگ کا جغہ پہنے ہوئے تھے ۔ مرزا سودا ان کو دیکھتے ہی بولے ۔[۱]

''یارو ہولی کا ریچھ آیا''

ایک دن کہیں مشاعرہ تھا ۔ ایک جانب چند فہمیدہ اور سخن شناس بیٹھے تھے اور شعر و سخن سے دماغ تازہ کر رہے تھے ۔ ایک شخص نے خان آرزو کی ، جو اسی محفل میں موجود تھے ، تعریف کی اور اس میں بہت مبالغہ کیا ۔ ایک اور صاحب جن کا نام حکیم اصلح الدین تھا قریب ہی سے مسکرا کر بولے

''آرزو خوب است اما ایں قدرہا خوب نیست''

سب ہنسے اور خود خان آرزو بھی اس مصرع لطیف کی داد دیتے رہے ۔[۲]

ایک دن میر جعفر ، جعفر یا زٹل ، مرزا عبدالقادر بیدل کے ہاں گئے اور اپنی نظم و نثر کے کچھ حصے انہیں سنائے مرزا صاحب نے چند اشرفیاں انعام کے طور پر عنایت کیں ۔ رخصت کے وقت میر زٹل نے یہ مصرع پڑھا اور چلتے بنے ۔[۳]

ظہوری و عرفی بہ پیش تو پھش

ایک روز کسی مجلس میں شاہ مبارک آبرو نے یہ شعر پڑھا

تمہاری لوگ کہتے ہیں کمر ہے

کہاں ہے کس طرح کی ہے کدھر ہے

---

(۱) آب حیات ،
(۲) آب حیات ، ص ۱۲۲ -
(۳) مخزن نکات ، ص ۱۳ -

شاہ صاحب چونکہ ایک آنکھ سے معذور تھے کسی نے فوراً کہا

کانا چہ خوب شعر اندھا گفتہ است

ولی نے ایک موقع پر ناصر علی سرہندی کو، جو علی تخلص کرتے تھے یہ شعر لکھ بھیجا[1]

آچھل کر جا پڑے جوں مصرع برق

اگر مطلع لکھوں ناصر علی کوں

ناصر علی نے جواب میں لکھا

باعجاز سخن گر اوڑ چلے وہ

ولی ہرگز نہ پہنچے گا علی کوں

شاہ مبارک آبرو کے متعلق جو ایک آنکھ سے معذور تھے، آزاد لکھتے ہیں کہ ان کی مرزا مظہر جان جاناں سے خوب خوب چشمکیں ہوتی تھیں بلکہ ان میں آنکھ کا بھی اشارہ ہو جاتا تھا - چنانچہ مرزا صاحب نے ایک موقع پر لکھا[2]

آبرو کی آنکھ میں اک گانٹھ ہے

شاہ آبرو نے جواب میں کہا

کیا کروں حق کے کیے کو کور میری چشم ہے

آبرو جگ میں رہے تو جان جاناں پشم ہے

قیام الدین قائم نے مرزا رفیع سودا کے حوالے سے محمد یار خاکسار کے متعلق ایک واقعہ تحریر کیا ہے لکھتے ہیں[3] کہ ایک روز مرزا رفیع سودا اور میر محمد یار خاکسار دونوں مرتضیٰ قلی کے مکان پر گئے - خاکسار نے موقع پیدا کرکے میر تقی میر کی برائی شروع

(۱) آب حیات، ص ۹۳ بحوالہ تذکرہ قائق و دیوان عزیز دکنی -
(۲) آب حیات، ص ۹۷ -
(۳) مخزن نکات،

کر دی ۔ اہل محفل میں سے کسی نے اس کے نقطۂ نظر کو قبول نہ کیا لیکن پاس خاطر کے طور پر سودا نے اسی وقت یہ مطلع موزوں کر کے اس کے حوالے کیا ۔

میر کا مکھڑا ہے بے تنہا گل زنبق سا

پیٹ بھی اس کا جو میں دیکھا تو بھنبق سا

اس شعر کو سن کر حاضرین لوٹ پوٹ گئے ۔ خاکسار نے بھی لطف لیا لیکن تھوڑی دیر بعد جب انہوں نے دیکھا کہ یار لوگ ہنسی موقوف نہیں کر رہے تو اپنے پیٹ پر نظر پڑی بھانپ گئے کہ یہ طنز تو ان پر ہی ہے اور مرزا اور ان کے ساتھیوں کے لیے ہر قسم کی گلی گلوچ زبان پر لاتے ہوئے چلے گئے ۔

بے نوا تخلص کے ایک شاعر قصبہ سہام کے رہنے والے تھے ۔ محمد شاہ کے اوائل عہد میں دھلی آ گئے تھے ۔ بہت شوخ چشم ، ظریف طبع ، اور لطیفہ گو تھے ایک دن ایک مجلس مشاعرہ میں آئے ہر ایک سے ملے لیکن میاں آبرو نے ان کی طرف التفات نہ کیا تھوڑی دیر بعد جب آنکھیں چار ہوئیں کہنے لگے ۔

" میاں آبرو صاحب شما از احوال مخلصان ایں ہم تغافل می کنید

کہ گویا جائے تین چشم نہ شدہ اند "

شاہ مبارک آبرو چونکہ ایک چشم سے معذور تھے اس لیے یہ تین چشم کا لطیفہ ایسا بر محل ٹھہرا کہ ہر ایک نے لطف لیا ۔

قیام الدین نے جن دنوں یہ غزل طرح کی تھی جس کا مطلع ہے[۲] ۔

کوئی دن آگے بھی زاہد عجب زمانہ تھا

ہر اک محلے کی مسجد شراب خانہ تھا

---

(۱) مخزن نکات ، ص ۲۳ ۔

(۲) مخزن نکات ، ص ۵۳ ۔

وزیر الملک غازی الدین خان نے اسی ردیف اور قافیے میں چند شعر بداھتہً کہہ دئے۔ پہلا شعر تھا ؎

اشرف علی خان فغاں جب شاہ درانی کے حملوں کی تباھی سے دل برداشتہ ہو کر عظیم آباد پہنچے تو راجہ شتاب رائے کی سرکار کے متوسل ہوگئے۔ آزاد لکھتے ھیں ''ایک دن[1] راجہ صاحب کے دربار میں فغاں نے غزل پڑھی جس کا قافیہ تھا لالیاں اور جالیاں۔ سب سخن فہموں نے بہت تعریف کی۔ راجہ صاحب کی صحبت میں جگنو میاں ایک مسخرے تھے، ان کی زبان سے نکلا صاحب سب قافیے آپ نے باندھے مگر تالیاں رہ گئیں۔ انہوں نے ٹال دیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ راجہ صاحب نے خود فرمایا کہ نواب صاحب سنتے ہو جگنو میاں کیا کہتے ھیں؟ انہوں نے کہا کہ مہاراج اس قافیے کو مبتذل سمجھ کر چھوڑ دیا تھا اور حضور فرمائیں تو اب بھی ہو سکتا ھے۔ مہاراج نے فرمایا ھاں کچھ کہنا تو چاھیے۔ انہوں نے اسی وقت پڑھا۔

جگنو میاں کی دم جو چمکتی ھے رات کو
سب دیکھ دیکھ اس کو بجاتے ھیں تالیاں

تمام دربار چمک اٹھا اور میاں جگنو مدھم ہو کر رہ گئے۔''

محمد حسین آزاد نے تو اس قسم کے چٹکلوں، لطیفوں اور نقلوں سے تذکرہ شعرا کو سچ مچ آب حیات بنا رکھا ھے۔ لکھتے ھیں کہ شیخ قائم علی جو اٹاوہ کے رھنے والے ایک طبّاع شاعر تھے، انعام اللہ خان یقین کے بیٹے مقبول نبی خان کے پاس شاگرد ہونے کے ارادے سے آئے اور اپنے اشعار سنائے۔ آپ نے پوچھا تخلص کیا ھے کہا امیدوار مسکرائے اور فرمایا:

---

(۱) آب حیات، ص ۱۲۵۔

ہے بیخر سے کسی کے شجر ان کا بار دار
اس واسطے کیا ہے تخلص امیدوار

جب عورت حاملہ ہوتی ہے تو ان کے محاورے میں کہتے ہیں کہ امیدواری ہے یا اللہ کی درگاہ کی امید ہے[1] ۔

اس طرح راسخ عظیم آبادی جب مرزا رفیع سودا کے پاس شاگرد ہونے کے لیے آئے تو مرزا نے ان سے کہا کہ کوئی شعر سنائیے ؛ انہوں نے پڑھا[2] :

ہوئے ہیں ہم ضعیف اب دیدنی رونا ہمارا ہے
پلک پر اپنی آنسو صبح پیری کا ستارا ہے

ایک دن میاں ہدایت ، مرزا سودا کی ملاقات کو آئے۔ مرزا نے پوچھا کہ آج کل کیا شغل ہے ۔ میاں ہدایت نے کہا کہ " افکار دنیا فرصت نہیں دیتے طبیعت کو ایک مرض یاوہ گوئی کا لگا ہوا ہے ، گاہے ماہے غزل کا اتفاق ہو جاتا ہے ۔ مرزا ہنس کر بولے کہ غزل کا کیا کہنا ! کوئی ہجو کہا کیجیے ۔ بیچارے نے حیران ہو کر کہا کہ ہجو کس کی کہوں ؟ آپ نے کہا کہ ہجو کو کیا چاہیے تم میری ہجو کہو میں تمہاری ہجو کہوں[3] " ۔

" ایک ولایتی نے کہ زمرۂ اہل سیف میں معزز ملازم تھا عجب تماشا کیا ۔ یعنی سودا نے اس کی ہجو کہی اور ایک محفل میں اس کے سامنے ہی پڑھنی شروع کر دی ۔ ولایتی بیٹھا سنا کیا ۔ جب ہجو ختم ہوئی اٹھ کر سامنے آ بیٹھا اور ان کی کمر پکڑ کر مسلسل و متواتر گالیوں کا جھاڑ باندھ دیا ۔ سودا کو بھی ایسا

---

(۱) آب حیات ، ص ۱۷۰ -
(۲) آب حیات ، ص ۱۷۱ -
(۳) آب حیات ، ص ۱۷۱ -

اتفاق آج تک نہ ہوا تھا حیران ہو کر کہا کہ خیر باشد! خیر باشد! جناب آغا صاحب۔ "اقسام ایں مقالات شایان شان شما نیست" ولایتی نے پیش قبض کمر سے کھینچ کر ان کے پیٹ پر رکھ دی اور کہا۔ "نظم خودت گفتی۔ حالا ایں نثر را گوش کن هر چه تو گفتی نظم بود و از ما نمی آید ما بر نثر ادا کردیم"[1]۔

سید انشاء کا عالم جوانی تھا۔ مشاعرہ میں غزل پڑھی؎

جھڑکی سہی ادا سہی چین جبیں سہی
سب کچھ سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی

جب یہ شعر پڑھا کہ؎

گر نازنیں کہے سے برا مانتے ہو تم
میری طرف تو دیکھیے میں نازنیں سہی

سودا کا عالم پیری تھا۔ مشاعرے میں موجود تھے مسکرا کر بولے "دریں چه شک۔"[2]

"جب فخر شعرائے ایران زمین شیخ علی حزیں وارد ہندوستان ہوئے پوچھا کہ شعرائے ہند میں آج کل کوئی صاحب کمال ہے۔ لوگوں نے سودا کا نام لیا اور سودا خود ملاقات کو گئے۔ شیخ کی عالی دماغی اور نازک مزاجی شہرہ آفاق ہے۔ نام و نشان پوچھ کر کہا کہ کچھ اپنا کلام سناؤ! سودا نے کہا؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپھے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

شیخ نے کہا "تڑپھے چه معنی دارد" سودا نے کہا کہ "اہل ہند

---

(۱) آب حیات، ص ۱۷۱۔ (۲) آب حیات، صفحہ ۱۷۲۔

طپیدن را تڑپھنا می‌گویند" شیخ نے پھر شعر پڑھوایا اور زانو پر ہاتھ مار کر کہا "مرزا رفیع قیامت کردی یک مرغ قبلہ نما باقی بود آنرا ہم نگذاشتی ۔" یہ کہہ کر آٹھ کھڑے ہوئے اور بغل گیر ہو کر پاس بٹھایا ۔ مگر بعض اشخاص کی روایت ہے کہ شیخ نے کہا

"در پوچ گویان ہند بد نیست"[1]

"خان آرزو کے مکان پر مشاعرہ تھا ۔ سودا نے مطلع پڑھا

آلودہ قطرات عرق دیکھ جبیں کو
اختر پڑے جھانکیں ہیں فلک پر سے زمیں کو

یا تو لاعلمی سے یا ان کی آتش زبانی کے ڈر سے کوئی نہ بولا مگر خان آرزو جن کی دایہ قابلیت کے دودھ سے مظہر ، سودا ، میر ، درد ، وغیرہ نوجوانوں نے پرورش پائی تھی انہوں نے فوراً یہ شعر پڑھا کہ قدسی کے مطلع پر اشارہ تھا

شعر سودا حدیث قدسی ہے
چاہیے لکھ رکھیں فلک پہ ملک

یعنی

آلودۂ قطرات عرق دیدہ جبیں را
اختر ز فلک می نگرد روئے زمیں را

سودا بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے خان صاحب کے گلے لپٹ گئے اور اس شکریے کے ساتھ خوشی ظاہر کی گویا حقیقتاً خان صاحب نے ان کے کلام کو مثل حدیث قدسی تسلیم کیا ہے ۔"[2]

"خواجہ میر درد کے یاں ایک صحبت خاص ہوتی تھی ۔ اس میں خواجہ صاحب نالہ عندلیب یعنی اپنے والد کی تصنیفات اور اپنے

(۱) آب حیات ، صفحہ ۱۷۲ ۔ (۲) آب حیات ، صفحہ ۱۷۲ ۔

الزام کچھ کچھ بیان کرتے تھے۔ ایک دن مرزا رفیع سے سر راہ ملاقات ہوئی خواجہ صاحب نے تشریف لانے کے لیے فرمائش کی۔ مرزا نے کہا صاحب مجھے یہ نہیں بھاتا کہ سو کوے کائیں کریں اور بیچ میں ایک پدا بیٹھ کر چوں چوں کرے۔"[۱]

"مولوی شاہ عبدالعزیز کا گھرانا اور خواجہ میر درد کا خاندان ایک محلہ میں رہتے تھے۔ ان کے والد مرحوم کے زمانے میں شاہ صاحب عالم طفولیت میں تھے۔ ایک دن اس جلسے میں چلے گئے جو ان کے یاں مجلس غنا پر ترتیب دی جاتی تھی۔ اور خواجہ صاحب کے پاس جا بیٹھے۔ ان کی مرید بہت سی کنچنیاں بھی تھیں اور چونکہ اس وقت رخصت ہوا چاہتی تھیں اس لیے سب سامنے حاضر تھیں۔ باوجودیکہ مولوی صاحب اس وقت بچہ تھے مگر ان کا تبسم اور طرز نظر دیکھ کر خواجہ صاحب اعتراض کو پا گئے اور کہا کہ فقیر کے نزدیک تو یہ سب ماں بہنیں ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ماں بہنوں کو عوام الناس میں لے کر بیٹھنا کیا مناسب ہے؟ خواجہ صاحب خاموش رہے۔"[۲]

"ایک دن سودا کے ہاں میر سوز تشریف لائے۔ ان دنوں شیخ علی حزیں کی غزل کا چرچا تھا جس کا مطلع یہ ہے

می گرفتیم بجاناں سر راہے گاہے
او هم از لطف نہاں داشت نگاہے گاہے

میر سوز مرحوم نے اپنا مطلع پڑھا

نہیں نکسے ہے مرے دل کی آہ گاہے
اے فلک بہر خدا رخصت آہے گاہے

---

(۱) آب حیات، صفحہ ۱۸۷۔ (۲) آب حیات، صفحہ

مرزا سن کر بولے میر صاحب بچپن میں ہمارے یاں مشور کی ڈومنیاں آیا کرتی تھیں یا تو جب یہ لفظ سنا تھا یا آج سنا۔ میر سوز بچارے ہنس کر چپکے ہو رہے پھر مرزا نے خود اسی وقت مطلع کہہ کر پڑھا

نہیں جوں گل ہوس ابر سیاہے کاہے
کاہ ہوں خشک میں اے برق نگاہے کاہے

میاں جرأت کی ان دنوں میں ابتدا تھی خود جرأت نہ کر سکے ایک اور شخص نے کہا کہ حضرت! یہ بھی کچھ عرض کیا چاہتے ہیں۔ مرزا نے کہا کیوں بھئی کیا؟ جرأت نے پڑھا

سرسری ان سے ملاقات ہے گاہے گاہے
صحبت غیر میں ڈھے سر راہے گاہے

سب نے تعریف کی اور مرزائے موصوف نے بھی تحسین و آفرین کے ساتھ پسند کیا۔"[1]

ان چند مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرانے بزرگ ایک دوسرے کی بات تحمل سے برداشت کرتے تھے اور ماحول کے خارزار میں بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی کے پھول بکھیرنے کی کوشش کرتے تھے۔

بدیہہ گوئی بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی اور محفل میں دلچسپی پیدا کرنے کا سامان تھی۔ قائم مخزن نکات میں لکھتے ہیں[2] کہ جن ایام میں انہوں نے مندرجہ ذیل مطلع والی غزل کہی

کوئی دن آگے بھی زاہد عجب زمانہ تھا
ہر اک محلہ کی مسجد شراب خانہ تھا

نواب وزیر الممالک غازی الدین خان اسے سنتے ہی بداھتاً کہنے لگے

کھولنا زلف اک بہانہ تھا مدعا ہم سے منہ چھپانا تھا

---

(۱) آب حیات، صفحہ ۱۹۷-۱۹۸۔
(۱) مخزن نکات۔

نواب امیر خان انجام نے ایک دفعہ گنا بیگم دختر قزلباش خاں امید کے سامنے یہ مصرع پڑھا

آ کر ہماری خاک پہ کیا یار کر چلی

گنا بیگم نے فوراً جواب میں کہا

خواب عدم سے فتنے کو بیدار کر چلی[1]

ادبی نکتہ آفرینی ' شاعرانہ بذلہ سنجی ' بدیہہ گوئی اور حاضر جوابی کے ساتھ ساتھ کسی کی ذات پر ظریفانہ "فقرہ کشی" ان محفلوں کے گلدستۂ دلچسپی کا ایک اور ایسا دلکش پھول تھا جس سے مشام تفریح معطر رہتا تھا ۔ اور بعض شاعروں کو ان کی جسمانی ساخت ' طبعی خصوصیات اور حرکات و سکنات کی بنا پر عجیب غریب نام دیے جاتے تھے ۔ میاں کمترین کو جو سرحد کے آزاد قبائل سے تعلق رکھتے تھے بوزن مشاعرہ کہا جاتا تھا[2] کیونکہ وہ ہر وقت ایک بلم ھاتھ میں رکھتے ' بڑی گھیردار پگڑی سر پر باندھتے ' لمبا سا دوپٹہ بل دے کر کمر پر لپیٹتے اور اس نرالی وضع پر سب کو ہنساتے۔ وقت پر جو سوجھ جاتی اس میں نہ چوکتے ۔ فضل علی دانا کو ایک دفعہ "ہولی کا ریچھ" اس لیے کہہ دیا گیا تھا کہ وہ ہولی کے دنوں میں اپنے کالے جسم پر سیاہ رنگ کا چغہ پہن کر مشاعرہ میں آئے تھے ۔[3] شیخ شرف الدین مضمون چونکہ سن رسیدہ تھے اور نزلے کی وجہ سے دانت ٹوٹ گئے تھے اس لیے خان آرزو ان کو شاعر بیدانہ کہتے تھے ۔ اشرف علی خان فغاں احمد شاہ بادشاہ کے کوکہ تھے بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی کا یہ عالم تھا کہ زبان سے پھلجھڑی کی مانند پھول جھڑتے تھے اس لیے " ظریف الملک"

---

(۱) نورتن ' صفحہ ۸۴ ۔
(۲) نکات الشعرا ' صفحہ ۱۵۶ ۔
(۳) آب حیات ' صفحہ

کے نام سے مشہور تھے[۱]۔ محمد امان اللہ غریب اکثر مغل پورہ کے باغات میں چلے جاتے تھے اس وجہ سے نہیں " اونڈ ناعاق " کہتے تھے[۲]۔ اسی طرح ناگر مل کو " گھی کی منڈی کا سانڈ " اور حکیم معصوم کو " گؤ گجراتی " کہا جاتا تھا[۳]۔ جیون مل کھتری کو جو عشاق تخلص کرتے تھے میر تقی میر " ذوالِلحی " کہتے تھے کیونکہ اہل ہند کے عرف میں عشاق " زن چپٹی بازاری " کو کہتے ہیں[۴]۔ قائم نے میر محمد حسین کلیم کو " پہلوان میدان سخن " لکھا ہے[۵]۔ شیخ ظہور الدین حاتم کے شاگرد بہت تھے اس لیے میر تقی میر مشاعروں میں انہیں " واہ الشعرا " کہتے تھے[۵]۔ مصحفی نے محمد علی حشمت کو " سلحشور میدان سخن " کے الفاظ سے یاد کیا ہے[۶]۔ میاں صلاح الدین تمکین کو یاروں نے " شوخ طبع مردے " کا خطاب دے رکھا تھا[۷]۔ محمد یار خاکسار، کلّو کے عرف سے مشہور تھے۔ چونکہ کلّو عموماً کتوں کا نام رکھا جاتا ہے اس لیے اسے سن کر محمد معشوق کنبوہ نامی ایک شخص نے بداھتاً کہا تھا ؎

" کتا ہے دربار کا کلّو اس کا نام "

میر نے نکات الشعرا میں اس پر حاشیہ آرائی کی ہے اور خاکسار کے خلاف جو انہیں ذاتی رنجش اور مخالفت تھی اس کی بناء پر لکھتے ہیں کہ[۸]

" ہر کہ دم لابہ او دیدہ است می داند "

حالانکہ ان کے اپنے بیٹے کا عرف بھی کلّو تھا۔

چند شاعر ایسے بھی تھے جو خود ہی " تماشا " بننا پسند کرتے تھے ان میں ایسے شاعروں کے علاوہ جن کا ذکر بعض قلندر وضع رند

---

(۱) نکات الشعرا، ص ۳۸۔ (۲) نکات الشعرا، ص ۷۸۔

(۳) مخزن نکات، ص ۶۳۔ نکات الشعرا، ص ۷۸۔

(۴) مخزن نکات، ص ۳۲۔ (۵) تذکرہ ھندی گویاں، ص ۸۱۔

(۶) تذکرہ ھندی گویاں، ص ۵۱۔ (۷) نکات الشعرا، ص ۱۳۶۔

(۸) نکات الشعرا، ص ۱۱۵۔

مشرب اور درویش شکل شاعروں کے سلسلے میں گزر چکا ہے - ایک علی نقی کافر ٹپکہ تھے جو اپنے اشعار سنانے سے پہلے کہا کرتے تھے کہ[1]

" صاحب دریں ایام یک کافر ٹپکہ موزوں شدہ است "

مشاعروں میں کلام پڑھنے کے ڈھنگ بھی مختلف تھے - اکثر تحت اللفظ پڑھتے لیکن ترنم سے پڑھنے والے بھی تھے - ان میں ایک مرزا گرامی تھے جن کے متعلق نواب درگاہ قلی خان ' مرقع دهلی میں رقم طراز هیں کہ[2]

" اشعار خود بہ حضور سخن فہماں به شد و مد تمام به آهنگ طرب پیشگان کشمیر می خواند "

مرزا مظہر جان جاناں کے متعلق لکھا ہے کہ[3]

" خواندن شعرش مزہ دارد "

میر سوز تو اس فن میں اپنی نظیر آپ تھے - میر حسن کہتے ھیں کہ[3]

" طرز ادائیہ ملک اوست - و خواندن اشعارش از زبان اونیکوست "

قدرۃ اللہ شوق لکھتے ھیں کہ[4]

" اشعار به آواز نادر کہ دست و پا و چشم بلکہ تمام اعضا در حرکت می آیند خواند "

محمد حسین آزاد نے مزید روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے کہ[5]

" بلا کے جادو گفتار اور عوام کی نفسیات سے واقف تھے انہوں نے شعر خوانی کا ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا کہ جس سے کلام کا لطف

---

(۱) مرقع دھلی ' (۲) مرقع دھلی '
(۳) تذکرہ میر حسن ' ص ۱۳۶ -
(۴) تذکرہ شوق ' بحوالہ لکھنؤ کا دبستان شاعری ' ص ۱۳۶ -
(۵) آب حیات ' ص ۱۹۹ -

دو چند ہو جاتا تھا ۔ شعر کو اس طرح ادا کرتے تھے کہ خود مضمون کی صورت بن جاتے تھے اور لوگ بھی نقل اتارتے تھے ۔ مگر وہ بات کہاں ، آواز درد ناک تھی ۔ شعر نہایت ھی نرمی اور سوز و گداز سے پڑھتے تھے ۔ اور اس میں اعضا سے بھی کام لیتے تھے ۔ مثلاً شمع کا مضمون باندھتے تو پڑھتے وقت ایک ھاتھ سے شمع اور دوسرے کی اوٹ سے وھیں فانوس تیار کرکے بتاتے ۔ بے دماغی یا ناراضی کا مضمون ہوتا تو خود بھی تیوری چڑھا کر وھیں بگڑ جاتے ۔ ایک دفعہ یہ قطعہ پڑھ رہے تھے ۔

گئے گھر سے جو ھم اپنے سویرے
سلام اللہ خاں صاحب کے ڈیرے
وھاں دیکھے کئی طفل پری رو
ارے رے رے-ارے رے رے-ارے رے

چوتھا مصرع پڑھتے پڑھتے وھیں زمین پر گر پڑے گویا پری زادوں کو دیکھتے ھی دل بے قابو ہوگیا اور ایسے ھی نڈھال ہوئے کہ ارے رے رے کہتے کہتے غش کھا کر بے ہوش ہو گئے[۱] "۔

" ایک غزل میں قطعہ اس انداز سے سنایا تھا کہ سارے مشاعرہ کے لوگ گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

او مار سیاہ زلف سچ کہہ بتلا دے دل جہاں چھپا ہو
کنڈلی تلے دیکھیو نہ ہووے کاٹا نہ ھی ۔ ترا برا ہو

پہلے مصرع میں ڈرتے ڈرتے بچ کر جھکے گویا کنڈلی تلے دیکھنے کو جھکے ھیں اور جس وقت کہا کاٹا نہ ھی بس دفعتاً ھاتھ کو چھاتی تلے

---

(۱) آب حیات ، ص ۱۹۹ ۔

مدہوش کر بیٹے بے اختیار لوٹ گئے کہ لوگ گھبرا کر سنبھالنے کو کھڑے ہوگئے[1]"۔

سید انشا کی شعر خوانی کا انداز بھی خاص تھا ۔ آزاد کہتے ہیں[2] کہ اس سے "شعر کی شان اور لطف کلام دوبالا ہو جاتا تھا یہاں تک کہ اکثر اشخاص مشاعرہ میں اپنی غزل ان سے پڑھوایا کرتے تھے کیونکہ ان کی زبان آتش تاثیر کی چقماق تھی اس سے نکل کر گرمی سخن ایک سے دو چند بلکہ دہ چند ہو جاتی تھی"۔

ان کے مقابلے میں بعض ایسے بھی ہوں گے جن کے پڑھنے کا انداز ناپسندیدہ ہو گا ۔ چنانچہ مصحفی نے میر حیدر علی حیران کے ذکر میں لکھا ہے کہ[3]۔

"وضع خواندنش پسند فقیر نہ آمدہ[4]"

اپنی غزلوں کو دوسروں سے پڑھوانے یا گھر بیٹھے مشاعرے میں پڑھوانے کے لیے بھیج دینے کی مثالیں بھی ملتی ہیں ۔ دوسروں سے غزلیں پڑھوانے کا ذکر تو آزاد نے انشا کے سلسلے میں کیا ہے اور شاہ عالم ثانی کے متعلق ایک مقام پر کہا ہے کہ وہ اپنی غزلیں مشاعرے میں پڑھنے کے لیے بھیج دیا کرتے تھے ۔

شعروں کو خوش الحانی سے پڑھنے یا شعر پڑھنے میں خوش ادائی سے کام لینے کے ساتھ ساتھ شعر کو خوش تحریری کا دیدہ زیب

---

(۱) آب حیات ' ص ۱۹۹ ۔ (۲) آب حیات ' ص ۲۸۲ ۔

(۳) تذکرہ ہندی گویاں ۔ ص ۷۱ ۔

(۴) اسی زمانے میں ایک فارسی شاعر میر احمد حسین مخلص تھے ان کے متعلق شفیق نے گل رعنا میں کہا ہے کہ " شعر را بہ طرز دلاویزی خواند" (ص ۲۶۸ الف) مرزا داؤد اورنگ آبادی ذکر میں تذکرہ شعرائے اورنگ آباد میں لکھا ہے کہ مشاعرہ میں نہایت خوش الحانی سے غزل پڑھتے تھے جس سے ایک خاص لطف پیدا ہوتا تھا ۔ ص ۹ ۔

کا مدھ[1] اس میں منع لکھی ہے سو توکبھو نہ پی سردار
بولے خالد جو پت ہے اس کی سزا کیا ہے سو کوڑنکی مار
بھی نماز فرض کتنی تم پر سو تو جی کہو سنائے
بولے ہم پر پانچ نمازیں رات دنا میں دتیں خدائے
حکم ہوا ہے اور کا ہم کو لڑت رہو کفار کے ساتھ
بولے جو جب حکم نہ ہوتا تم سے لڑت ہم کدھے آت
بولا روماس اسی سن کے قسم خدا کی اے سردار
جان لئے ہے میں نے سب دین کے سانچا ہے دین تمہار
کہی[3] نہ مانی رومی میری رہا بہت میں انہیں ڈرات
میں تو تم سے لڑت[4] ڈرت ہوں سانچی مانو میری بات
بول اٹھے تب حضرت خالد شوئیجا مسلمان تو جی کہول
اللہ ایک محمد برحق سو توئی اپنے مکھ سے بول
اللہ ایک محمد برحق مانا میں نے دین تہار
ڈر ہے اب اپنے لوگن کا دیکھت[5] کھن موے ڈالیں مار
پکڑیں میرے گھر والن کو سب کی قید لئیں کروائے
پھر سے جائے انہیں سمجھاؤں ابھوں صلح کریں منلائے
بولے تب روماس سے خالد جے ہے تو بنا نڑائے
لاگ سمجھ کے توئے دکھ دیں ہیں تاسے میں دیوں بتائے
چوٹیں[6] کر جی کھولکے مو پر اور میں چوٹیں کروں اگھائے
بھاج نکس[7] میدان سے تب تو اور ملجا رومن سے جائے

---

(۱) کیا شراب۔ (۲) سو کوڑے کھاتا ہے۔
(۳) میرا کہنا نہ مانا۔ (۴) لڑتا ڈرتا ہوں۔
(۵) دیکھتے ہی مار ڈالیں گے۔ (۶) مجھ پر خوب حملہ کر۔
(۷) نکل بھاگ۔

جب ہی من روماس کے بھائی بھلی بتائی تم نے بات
بھئی لڑائی تب دوو میں ایک تماشا پڑت دکھات[1]
جوٹیں ہوئے رھیں دو آور سے جیسے بہادر اڑیں اگھائے
جھپٹ کبھو وہ اس پر آوے ڈپٹ کبھو وہ اس پر جائے
جوٹ کریں جو حضرت خالد جان[2] بوجھکے دئیں بچائے
آوے چوٹ جو اپنے اوپر سو کرتب سے دئیں اڑائے
بھانت بھانت کے جوھر اپنے دونوں رن میں رہے دکھائے
اچرج[3] اچرج گن لڑبے کے جن کو دیکھ اچنبا آئے
وار کریں بڑھ بڑھ کے دؤو مانو سچ مچ دیہیں گرائے
لشکر والے دؤو اور کے ٹھارے دیکھ رہے چتلائے
حملہ پھر روماس کے اوپر سو رندولہ کرا اگھائے
اکا[4] اکی تبہیں گھوڑے کی باگ دئی روماس پھرائے
بھجے نکس رومی مہرہ سے اور خالد سے کہیں سنائے
تھوڑی دور لو پاچھا[5] میرا کریو گھوڑے کو دوڑائے
دیکھے دیر جان لشکر میں افسر فوج چلیپارائے
ھے وہ بہادر اور زور آور بھو[6] تمرا اس پر ہوئجائے
بولے سن حضرت رندولہ کرت نہیں میں کچھ پروائے
گرد کروں وائے ایک حملہ میں اور دھرتی میں دیوں ملائے
اتنی کہ روماس پہ ڈپٹے اپنے گھوڑے کو دوڑائے
بھاجکے[7] تب رانا بصرہ کا اپنے دل میں پہونچا جائے

(۱) ایک تماشا دکھائی دے رہا تھا۔ (۲) جان کر بچا دیں۔
(۳) عجیب عجیب ھنر۔ (۴) اک دم۔
(۵) تھوڑی دور پیچھا کرنا۔ (۶) خوف۔
(۷) بھاگ کر۔

پوچھیں تب بصرہ والے حاکم ہمیں کہو سمجھائے[1]
کیسی لڑائی ہے عربن کی دیکھا ہے سو کہو سنائے
بولے یارو کچھ ناپوچھو موسے[2] کچھو کہی نا جائے
بڑے لڑیا بڑے بہادر جن کی مار سہی نا جائے
ناہیں طاقت تم لوگن میں جو عربن سے ٹھانو رار[3]
ایسا کسو کو میں نا جانوں جو ان سے جیتے تلوار
لے ہیں چھین وے بصرہ کو بے بس اپنا دخل کرائے
جیت کا ڈنکہ ان لوگن کا سگرے شام ملک بج جائے
تا سے کہی میری تم مانو بیرو لیو صلح کروائے
مانو اطاعت تم عربن کی اور محصول دیو ٹھہرائے[4]
اتنی سن کے لشکر والے سو حاکم سے گئے رسائے
گھرکن[5] لاگے سب اورن سے لے تلواریں آرگے آئے
ایسی بات جوتو پھر کہہ ہے دے ہیں تیری گردن کرائے[6]
چلا جا اب تو شہر کے بھیتر بیٹھ رہ اپنے گھر میں جائے
دیکھ لڑت ہیں ہم عربن سے دیکھ تو کیسا لڑیں اگھائے
چل بھئے تب روماس شہر کو اپنے رب سے دعا منائے
''ہوئے فتح یا رب خالد کی اونچا ان کا رہے نشان''
تس پاچھے سب رومی کافر دیر جان پر آرگے[7] آئے
اب ہم نے روماس کی جاگہ سو توئے حاکم لیا بنائے
نرجو[8] لڑائی سے جب ہووے لیچل توئے ہرقل پاس
شہر کا حاکم توئے کریں ہیں بیٹھے رہجے[9] ہیں روماس

(۱) ہمیں بتاؤ۔ (۲) مجھ سے کچھ نہیں کہا جاتا۔
(۳) لڑائی نہ کرو۔ (۴) جزیہ دو۔
(۵) جھڑکنے لگے۔ (۶) قتل کر دیں گے۔
(۷) جمع ہوئے۔ (۸) فارغ۔ (۹) بیٹھا رہ جائے گا۔

باتیں سن کے جه رومن کی دیر جان تب کہی سنائے
کون سی بات اب تم چاہت ہوسو تو موئے کہو سمجھائے
بولیں تب سب رومی کافر لڑ تو ان عربن سے جائے
اور لڑاؤ ہمیں عربن سے فوج لڑت بن افسر نائے
دیر جان سن نانون حکومت من میں بہت خوشی ہوئجائے
نرتی اُٹھ اور چڑھ گھوڑےپه اور تن پر ہتیار لگائے
من میں ٹھان کے چاؤ[1] حکومت سو میدان میں پہونچا آئے
افسر کون ہے اس لشکر کا سو میدان میں آگے آئے
بولے تب حضرت خالد حضرت ابوبکرؓ کے لال
اس سے لڑن[2] موہے تم بھیجو دیکے حکم موئے کرو نہال[3]
بولے خالد خوشی تمہاری جاؤ تمہیں صدیق کے لال
اتنی سن عبدالرحمن نے اپنی لی تلوار اور ڈھال
نکسے تڑپ تڑپ لشکر سے اپنے گھوڑے کو ڈپٹائے[4]
جیسے پہونچے کال[5] اچانک تیسے اس پر پہونچے جائے
لاگ کرن چوٹیں پہونچت کھن جیوں[6] ہاتھی پر جھپٹے شیر
تڑپ تڑپ چیون اور سے لیا ہاتھی کو شیر نے گھیر
گھوم گھوم کے جیسے ہاتھی حملہ کرے وہ کافر آن
تڑپ تڑپ وہ شیر بہادر چوٹ کریں عبدالرحمن
چھوٹے وار کبھو نیزہ کا کبھو تلوار کا وار
ڈھال اُٹھت ہے کبھوں بائیں دائیں کبھو چلے تلوار
مار پہ مار پڑے تیغن[7] کی جھٹ پٹ جھٹ پٹ چلے کٹار

---

(۱) خوشی' شوق ۔ (۲) مجھے لڑنے کے لیے بھیجو ۔
(۳) مجھے خوش کرو ۔ (۴) ڈپٹ کر ۔
(۵) موت ۔ (۶) جیسے ۔ (۷) تیغوں ۔

بکھتر پرزے ہے کافر کا گٹھل[1] پڑ گئی ہے تلوار
کرے جات حملہ پر حملہ حضرت ابوبکرؓ کا لال
روکت روکت کافر ھارا اٹھت نہیں اب ھاتھ سے ڈھال
لڑت لڑت تھوڑے عرصہ میں دیر جان کو لیا تھکائے
سوچے من میں جہ کیسے بھئی اب تو جان پہ بیتی آئے
جوڑ بند سب میرے تھک گئے کس بد[2] لئون پران بچائے
ایسی حاکمی میں نے چھوڑی بھاجے بنا اب بن ہے نائے
بائے[3] داؤ تب ایکا ایکی بھاجا اپنی جان بچائے
جیسے[4] سنگھا کے سموھے سے لومڑی بھاجے پونچھ دبائے
رومی سپاھی لشکر والے سو دیکھت تھے نظر لڑائے
بھاجت دیکھا دیر جان کو من میں گئے سناکا کھائے
کاھے یارو جہ کیسی بھئی دیر جان تو نکسا[5] بھاج
کوئی بات بنت ناھیں ہے کیسے کرم پھوٹ گئے آج
بھاری ڈیل پہلوان ایسا جس کو ھاتھی دیکھ لجائے[6]
سؤو رکانہ ان کے آگے ھین جہہ عربی کون بلائے
دیر جان افسر جو بھاجا گھسا سو اپنے دل میں جائے
پاچھے اس کے عبدالرحمن سؤو شیر سے دھمکے جائے
دیکھی کھل بل جب رومن مین رندولہ تب اٹھے پکار
حملہ کرو اسلام کے شیرو راکھو رومن میں تلوار
ھالا[7] تب اسلام کا لشکر گئے پہاڑ اور جنگل ھال
لیکر ایک پرت دھرتی کا کری اکاس نے اپنی ڈھال

(١) کند ۔ (٢) کس طرح ۔
(٣) داؤ پا کر بھاگا ۔ (٤) جیسے لومڑی شیر کے حملے سے بھاگتی ہے ۔
(٥) بھاگ نکلا ۔ (٦) شرمائے ۔ (٧) چلا ۔

نعرہ کڑکا الا اللہ کا ھاتھی شیر گئے تھرائے
بھاج کے اپنے بن جنگل سے دھونڈا[1] بل لمڑی کا جائے
باگیں چھوڑیں اور گھوڑن کی رہ گئی ہوا گرد بل کھائے
تڑ تڑ تڑ تڑ جیسے بجلی رومی فوج پہ دھمکے جائے
حملہ دیکھ مسلمانن کا بڑھا ادھر سے دل کفار
دونوں فوجیں مل اک ھوئیگیئں کھچی میانن سے تلوار
آگ لڑائی کی تب سلگی سلگت[2] سلگت بھڑکن لاگ
نیزن اوڑن لگین چنگریاں آگ جھڑن تلوارن لاگ
دوڑا دوڑ پڑی گھوڑن کی ٹاپ ٹپاٹپ باجن[3] لاگ
تیغ کھٹا کھٹ بولن لاگی سیف چھپا چھپ باجن لاگ
لاگ اڑن دھرتی اوپر کو اوپر منڈل باندھن لاگ
چھائی چلی اندھیریا زمین کاری[4] گھٹا سی امڈن لاگ
شیر بہادر جوان عرب کے کڑک کڑک کے گرجن لاگ
تڑپ تڑپ اپنے حملن سے زمین بجلی گراون[5] لاگ
بڑھ بڑھ اپنی تلوارن سے سوت[6] لہو کے کھولن لاگ
چڑھ چڑھ رومن کے سینن پر اللہ اکبر بولن لاگ
برکھا لگ گئی تب لہو کی وادن گڑھ بصرہ کے دوار
کٹ کٹ موڑ گرین اورے[7] سے برسے لہو موسلا دھار
پھرت[8] پھرے لہو اورن دھرتی اگن برن دکھلائے
مانو چدر[9] لال برن کی سگرے زمیں دئی بچھائے

(۱) لومڑی کا بل ڈھونڈا۔ (۲) سلگتے سلگتے بھڑکنے لگی۔
(۳) بجنے لگی۔ (۴) کالی گھٹا امنڈنے لگی۔
(۵) گرانے لگے۔ (۶) لہو کے سوت کھولنے لگے۔ (۷) اولے۔
(۸) ہر طرف خون پیر پھرے۔ (۹) جیسے لال چادر۔

لاشیں بہت بھرین لوھو میں مانو کچھ مچھ اوترائین
موڑ بھریں اوترات کنول سے گیایل ٹوٹ پھوٹ رھجائیں
لپک رھی کوندا سی زمین رن کے دولہ کی تلوار
ھوت چلی جائے پار گن[1] سے جیسے جائے صابن سے تار
وار وار پہ رن دولہ کے رومی مورن کے نیو جھار
برکھا لاگ رکت کی[2] رن میں سوجھے رن جیسے پھلوار
عبدالرحمن حضرت رافع زمین بکھم[3] کریں تلوار
پیر ضرار ازور کے بٹیا کٹھن کریں برچھے کی مار
ٹوٹ[4] ٹوٹکر غازی لڑیا رومن سے لڑ رہے اگھائے
نیزے اور تلوارین اپنی سو لوھو مین رہے چھپکائے
گرت جائین لاشن پر لاشین موڑن ھوت جائے کھریان
غازی شیرنکے حملن سے زمین بیت رھا گھمسان
بیر پادری کافر دلمین کفر کی باتین رہے لگائے
سانچے رب کو چھوڑا اور انکلے نانون رہے چلائے
عیسیٰ مسیح خدا کے بیٹے ھمری جیت دیو کروائے
دوھائی[5] چلیپا کی بدولت ھین بچ جائین آج چلیپارائے
سن جہ باتین وحی لکھیا اپنے رب کو لیا منائے
ایک ہے سانچا تو رب ھمرا تیرا ساجھی کوئی نائے
ساجی ساتھ ترے اورنکو کہت[6] ھین جہ بیری کفار
ھمرا بھروسا تیرے اوپر بیڑا تو ھی لگہیے پار

---

(۱) گاون کے پار ھوتی جاتی ہے۔ (۲) خون کی بارش ھو رھی تھی۔
(۳) سخت تلوار بازی کر رہے تھے۔ (۴) جان توڑ کر آگے بڑھ کر۔
(۵) صلیب کی دھائی آج عیسائی بچ جائیں۔
(۶) یہ دشمن اوروں کو شریک ٹھہراتے ھیں۔

سانچے نبی محمد تیرے آنکے نانون کے ہم بلہار[۱]
بیری دَل کفار کے اوپر مدد ہماری کر کرتار
لڑت لڑت تب بھاری حملہ غاری شیرن کرا اُگھائے
مانو دَل کفار کے اوپر بجلی پھاٹ[۲] پڑی ار رائے
کرکے حملہ رندولہ نے الٹ دیا سگرا میدان
رگد بگد سب کافر ہوئیگئے زمین بیت گیا گھمسان
لوتھ[۳] کے اوپر لوتھن بچھگین اور سوڑنکا نائین شمار
پیر گیا رومی لشکر میں عربی نیزہ اور تلوار
جھوک نہ سمہری[۴] اس حملہ کی بھرّی کھائیگئے کفار
بھائین آکھڑ گئے رنکھتیں سے بھاجین ڈار ڈار ہتھیار
ڈاری[۵] کھونہے چھری کٹاری اور کہون نیزہ تلوار
رہ گئے بس کوڑے ہاتھن مین سو گھوڑنپر مارا مار
بھاجو[۶] جلدی شہر کو یارو انکی مار سہی ناجائے
جیت کو ڈارو اب چولھے مین لیو کسو بد[۷] جان بچائے
شہرو پہونچن آج کٹھن ہے دیکھو کسو بد پہونچا جائے
کس کو پہونچ ملے پھاٹک لو کون ہوان لو مارا جائے
بھاجا[۸] بھاج پڑی رومن مین اوپر پڑ رہی مارا مار
کون مرا اور کون بچاھے تسکانا کوئی کرے بچار
چلے جائین بھاجت گبڑی مین اونچا کھالا[۹] سوجھے نائے
ٹھوکر لاگ گھرے کہون گھوڑا کہون اسوارگرت ہے جائے

---

(۱) قربان۔ (۲) کافروں پر بجلی سی گر پڑی۔
(۳) لاش پر لاش بچھ گئی۔ (۴) حملہ نہ سنبھال سکے بھاگ گئے۔
(۵) کہیں چھری کٹاری ڈال دی کہیں تلوار۔
(۶) بھاگو۔ (۷) کسی طرح۔
(۸) بھاگم بھاگ۔ (۹) غار۔

گرت پڑت جیون بھیڑ بکریاں بھاجت چلے جائیں کفار
غازی شیر مسلمانکی چلی جائے ان پر تلوار
گھست چلے جائین گڈھ بصرہ مین نکست[۱] بھاجت بچت بچات
کوئی نکس جائے آگے بھاجت کوئی رہے پاچھے چلات
جائے گھسے جب قلعہ کے بھیتر پھاٹک بند لیا کروائے
اوئے نہ بھیتر باھر والا نا بھیتر کا باھر جائے
چڑھ گئے شہر پناہ کے اوپر دئیں جیلپا کھڑی کرائے
اور صلاح کری سب نے مل[۲] بیگی جلد کمک لیو منگوائے
پاتی بھیجو بادشاہ کو سگری حقیقت دیو لکھائے
گھیر لیا ہے ہم کو عربن کمک دیو اپنی بھجوائے
لوٹا تب اسلام کا لشکر روس کا کرکے کھریان
جیت کا ڈنکہ رندولہ کا باجا بصرہ کے میدان
مارے گئے جو وادن کافر تنکا[۳] نائین پڑا شمار
ایکسو تیس مسلمانن کے سو[۴] جنت کو گئے سدھار
پڑھی نماز اونکی سب نے مل اور دبا زمین دفنائے
آئے پڑاؤ کی تب جاگہ مین اپنے تمبوان[۵] پہونچے آئے
پھنیٹن کھول دئیں جوانن نے گھوڑن زین دھرے اوترائے
کری بندگی رب کی اور شکرانہ لائے بجائے
"(بھئی لڑائی دن مین ایسی رات کا آگے ھوت[۶] بکھان)"
رات نے جب دنکی آنکھن پر کاری اندھریا دئی ڈرائے
دھری اکاس[۷] نے موتی جگمگ نیلی چدریا پر پھیلائے

---

(۱) نکلتے بھاگتے بچتے چلاتے۔ (۲) سب نے مل کر۔
(۳) ان کا نہیں۔ (۴) بعض نسخوں میں ہے سر۔ (۵) خیمے۔
(۶) بیان ھوتا ہے۔ (۷) آسمان پر ستارے جگمگانے لگے۔

عبدالرحمن اور معمر ترت لگائے تن پر ھتھیار
لیکر سو اسوار بہادر بھئے رکھوالی پر تیار
لاگے[1] پھرن چو گرد فوج کے پہرہ دے رہے گشت لگائے
کھٹکا لیے بھئے یونا‌س سے سو لشکر کو رہے رکھائے
واھی[2] سمے رانا بصرہ کا سنیو تم سو تو بھائے
پہرہ والے اسوارن کو ایکا ایکی نظر پڑجائے
پوچھے کہاں ھین حضرت خالد سو تم موئے دیو[3] بتلائے
لیگئے تب روماس کو ترتی رندولہ سے دیا ملائے
آوو آوو کہہ رندولہ اپنے پاس لیا بیٹھار[4]
کوئی بات کو رات مین آئے سو تو حال کرو بستار[5]
بولے تب رانا بصرہ کا سنیو حال مرا چتلائے
لوٹ کے مین تمہرے سموھے سے جب رومن میں پھونچا جائے
الگ کراتب موئے رومن نے اور سب موئے گئے رسائے
بولے کٹا تری ھم کر ھین تاسے بیٹھ رہ گھر میں جائے
چلا گیا تبھیں میں گڈھ میں بیٹھا اپنے محلن جائے
ملے بھئی ھیں شہر پناہ سے محل مرے سودیون[6] بنائے
پاچھے پھر سب لشکر والے بھاجے رن سے پیٹھ دکھائے
بھاج بھاجکے گھسے شہر میں پھاٹک بندئے کروائے
رات گئے جب سوتا پڑ گئے تب مین نے جھ کری آپائے[7]
سرنگ بڑا گھر سے باھر لو لیا غلامن[8] سے کھدوائے

---

(۱) پھرنے لگے ۔ (۲) اسی وقت ۔
(۳) مجھے بتادو ۔ (۴) بٹھا لیا ۔
(۵) بیان ۔ (۶) بتادوں ۔
(۷) تدبیر ۔ (۸) غلاموں ۔

تاسے نکس کے مین آیا هون اور پهونچیا هون پاس تمہار
اب اک بات کہون میں تمسے سو تم سان لیو سردار
جوان بہادر اپنے دل کے جنکو تمہرے من مین آئے
جانو جنہین اس کام کے لائق میرے ساتھ دیو بھجوائے
واهی سرنگ کے مین رستے جاؤں شہر میں انہیں لوائے
جاهی[1] رات میں گڈھ بصرہ کو سو تم لیو فتح کرائے
اتنی سن حضرت خالد نے عبدالرحمن لیے بلائے
ایک سو جوان کو تم لیکر گڈھ بصرہ مین پهونچا جائے
حکم سنت[2] کہن چل بھئے نرتی حضرت ابوبکرؓ کے لال
چل بھئے ایکسو جوان بہادر اور ضرار ازور کے لال
ایگئے راتمین سب جوانن کو روماس اپنے ساتھ لوائے
واهی سرنگ کے رستہ هوئے کر سو محلن[3] مین پهونچے جائے
تب روماس نے کھول خزانہ دئے جوانن[4] نو هتیہار
سجگئے سگرے هتیہارن سے جیسے پهولن سے پھلوار
رومی بانا سب جوانن کو سوروماس دیا پهرائے[5]
گول بنائے پچیس پچیس کے چاروں اور دئے بھجوائے
کہہ دی سب سے عبدالرحمن جسکهن[6] اٹھو ہمین نعرہ مار
بتہین تم سب چیون اور سے اللہ اکبر اٹھو پکار
تا پاچھے پھر عبدالرحمن سجے لگائے تن پر هتیار
سنگ[7] بھئی ان کے وحی لکھیّا سنگ بھئے رافع اور ضرار

(۱) اسی۔ (۲) سنتے هی۔
(۳) محلوں۔ (۴) جوانوں۔
(۵) پهنا دیا۔ (۶) جس گھڑی۔
(۷) ساتھ هوئے۔

لے ان کو روماس چلے تب دیر جان کے محل کی اور
پاس پہنچ گئے جب محلن کے بات سنو اب بارو مور
آهٹ پائے کے دیر جان نب بولا کون هے اور کا نانون[1]
جواب دیا روماس نے اس کو اور بتابا اپنا نانون
نا‌ون سنت روماس کا بولا رومس ترا برا ہوئے جائے
کون لوگ جھ ساتھ هیں تیرے سو تو دئے تو موئے بتائے[2]
بولے روماس اتنی سن کے سن لے توهے کہوں سمجھائے
ساتھ مرے اک دوست سے تیرا آیا ملن کا چاؤ منائے[3]
بولا اس کا نانون کہا هے رومس تیرا برا احوال
بولے ناؤں هے عبدالرحمن حضرت ابوبکرؓ کا لال
اتنی سنے پرلے[4] ہوئے گئی ترنی اٹھا بھریرہ[5] کھائے
لایا گھر میں بیری کو رومس ترا برا ہوئے جائے
کروں کٹا ابہین بیری کی سمہرائے[6] تلوار اور ڈھال
سو وہ ابہین سمہرنا پایا تو لو ابوبکرؓ کا لال
لے تلوار کو جھپٹا اس پر جیسے شیر جھپٹ کر جائے
رن میں بھاج بچا تو موسے ان کہاں[7] موسے بچ کر جائے
مارا ھاتھ اس کی گردن پر لوھو بور گرا بل کھائے
لاش پڑی دھرتی پر رہ گئی جان پڑی دوزخ میں جائے
نعرہ تب اس شیر نے مارا اللہ اکبر کہی پکار
کڑک اٹھے سنگی سنگ[8] والے پتھر پیڑ گئے گنجھار

(۱) کیا نام ہے۔ (۲) مجھے بتا دے۔
(۳) بڑے شوق سے۔ (۴) قیامت ہو گئی۔
(۵) جوش۔ (۶) سنبھلنا۔
(۷) مجھ سے اب کہاں بچ کر جا سکتا ہے۔ (۸) ساتھ والے۔

کڑک اٹھے تب چیون اور سے جیسے بجلی تڑاکا کھائے
کانپ اٹھی دھرتی بصرہ کی سگرا شہر گیا تھرائے
پچیس پچیس جٹون اور سے عربی جوان بہادر شیر
لے تلوار شہر میں پھیلے شبر لبا چوں اور سے گھیر
لاگی ہون کٹا رومن کی رکت بہے کوچے گلبار[1]
کھل بل پڑ گئی گڈھ بصرہ میں سگری نگر میں دند پکار
بھاجت پھریں گلی کوچن میں ناگر نجر[2] بھٹے اوسان
کہاں چھپیں اور کدھر کو بھاجیں کوئی بدان بچیں[3] پران
رن سے بھاج گھرن ہم آئے پھاٹک بند نئے کروائے
تب ہونہ چھوڑا ان عربن نے کہاں سے ہم پر ٹوٹے آئے
دوڑ کوئی بہرار[4] کو آوے بھاج کوئی گھر میں گھس جائے
مارا جائے کوئی دوارن[5] میں کوئی گلین میں مارا جائے
نین ملت کوئی اٹھے نیند سے اور پوچھت باھر کو آئے
ناؤں سنت عربی جوانن کا لوٹ کے جھٹ گھر میں گھس جائے
کوئی لوٹ نہ گھر میں پھونچے نکست نکست مارا جائے
دیکھ مرت اس کو گھر والے کنڈی تالا لئین لگائے
کوئی رووے بیٹھا گھر میں کوئی پھرے رووت بہرار
کوئی رووت ہے بھیا کو کوئی باپ کو رھا پکار
تریان رووت ھیں پرکھن[6] کو اپنے گھر میں ڈارھیں مار
کنتھ[7] ھمارے عربن مارے بیڑا کون لگے ہے پار

(۱) گلیوں میں خون بہنے لگا۔ (۲) حواس باختہ۔
(۳) کس طرح جان بچے۔ (۴) باھر۔
(۵) گھر۔ (۶) مرد۔
(۷) خاوند۔

ایسی کھلبل پڑی شہر میں ایسی پڑھ رھی مار! مار
چمک رھی غازی شیرن کی رات میں بجلی سی تلوار
رن کو دولھا فوج سجائے ٹھارے پہلے سے تیار
نعرے سنے جب تکبیرن کے پہونچے پھاٹک پر للکار
پھاٹک کو روماس کے بیٹن[۱] سو بھیتر سے دیا کھلائے
گھس گئے فوج سے تب رندولہ اور رومن پر پڑے اگھائے
پھیل پڑا اسلام کا لشکر سگرے شہر میں لے تلوار
گلی گلی اور نگر نگر میں سوجھہ[۲] پرین عربی اسوار
گھبرائے تب بصرہ والے من میں رھے سناکا کھائے
سگرے قلعہ میں جھہ گھس آئے اب کاھو کو چھوڑیں نائے
گھر گھر گھیر لیا عربن نے کوئی آج بچن[۳] کا نائے
گھسے ھیں جھہ تلوار کے بل[۴] سے سب کی دیہین کٹا کر آئے
اتنی سوچ ڈرے سب من میں لاگے کہن امان امان
اپنی رعیت ھم کو کر لیو بخش دیو اب ھمرے پران
حکم دیا تب رندولہ نے اب رومی ھوئے گئے لاچار
ھاتھ اٹھا لیو ان سے یارو میان میں کر لیو تلوار
ھاتھ اٹھائے تب رومن سے ترتی میان بھئی تلوار
کارے[۵] ناگ نگل گئے بجلی سو یارو تم کرو بچار
(چھہان[۶] دی بصرہ والن کو بخشے اون کو اون کے پران
بھور ھوت[۷] لوگڈھ بصرہ میں ان کے دولہ رھے وارات
سؤن[۸] نگاڑا لے جب سورج نکسا دین کا ڈنکہ بجات

---

(۱) بیٹوں۔ (۲) دکھائی دیں۔ (۳) آج نہیں بچے گا۔
(۴) زور۔ (۵) جیسے کالے ناگ بجلی نگل گئے ھوں۔ (۶) امان۔
(۷) صبح تک اس رات وھاں رھے۔ (۸) سونے کا نقارہ لے کر۔

آئے تب سب لوگ نگر کے بھیئے سلامی خالد کیار
اب تم حاکم هم لوگن کے هم تمہری رعیت لاچار
صلح اگر جو هم کر لیتے اور نہ تم سے کرتے وار
تو کاهے جھہ آپتا[1] پڑتی اور کیوں مرتے لوگ هار
قسم سے اب تم سے هم پوچھت سو تم ساچی دیو بتائے
لے کون آیا تمہیں قلعہ میں پھاٹک کنے[2] دئے کھلائے
لاج کرے تب حضرت خالد نانوں روماس نا سکے[3] بتائے
بولے تب روماس آگے بڑھ میں لایا هوں انہیں لوائے
میں نے اب جھہ کام کرا هے سو میں تمہیں کہوں سمجھائے
تم هو بیری خدا نبی کے میں نے رب کو لیا منائے
بولے تب روماس سے رومی کا تو هم لوگن میں نائیں
باندھ کمر جو همرے اوپر همرا ناس دیا کروائے
بولے روماس اتنی سن کے اور رومن سے کہیو سنائے
تم هو کافر رب کے دشمن موئے[4] تم میں نا کرے خدائے
اب تو الله میرا رب هے اور هے دھرم مورا اسلام
کعبہ اب میرا قبلہ هے اور قرآن اب مورا امام
الله ایک محمد برحق سو میں من میں لیا بسائے[5]
میں هوں مسلمان اور تم کافر موئے تم میں نا کرے خدائے
اتنی سن کے بصرہ والے من هی من میں رهے رسائے[6]
راکھی کپٹ[7] روماس سے جی میں ملے داؤ[8] تو لے هیں دائے

---

(۱) آفت۔
(۲) کس نے۔
(۳) نہ بتا سکے۔
(۴) خدا مجھے تم میں سے نہ کرے۔
(۵) یقین کر لیا هے۔
(۶) غصہ۔
(۷) دشمنی۔
(۸) موقعہ ملے تو انتقام لیں۔

جانی کپٹ روماس نے ان کے رندولہ سے کہے سنائے
ساتھ تمہارے اب میں رہ ہوں گڈھ بصرہ میں رہ ہوں نائے
اورا[1] چھور لو شام ملک میں راج تمہارا جب ہوئے جائے
تب میں ارٹ کے بصرہ ابھیوں دیس اپنا بھولا نہ جائے
اتی سن حضرت خالد نے ترتی حکم دیا منلائے
چیز بست[2] روماس کے گھر کی لشکر میں لاؤ نکرائے
حکم سنت کھن گئے مسلمان اور محلن میں پہنچے جائے
جھگڑے تب روماس کی رانی موئے الگ تم دیو کرائے
کاھے الگ ہوت تم رانی سو تو حال کرو بستار[3]
بولی رانی جھگڑا میرا نبٹا دیں سردار تمہار
آئے ترتی تب رندولہ اور رانی تب کہے سنائے
ہوں روماس پہ میں فریادی نیاؤ[4] مرا تم دیو چکائے
پوچھا تب حضرت خالد نے بات ہے کا سو کہو سنائے
بولی تب روماس کی رانی سنو حقیقت تم من لائے
کل کی رات اپنے محلن میں سووت تھی میں اے سردار
دیکھا اچانک میں سپنے[5] میں تس کا حال کروں بستار
ایک پرکھ اوجیار[6] اور سندر جس کی سوبھا نبرنی جائے
روپ سروپ میں اوس سے بڑھ کر میں دھرتی پر دیکھا نائے
چہرہ اجاگر چمکے ایسا جیسے چندرماں[7] پورنماس
انگ[8] سے اس کے سگرے گھرمیں مہک رھی ہے پھولن کی باس

---

(۱) اول سے آخر تک۔ (۲) سامان نکال لاؤ۔
(۳) بیان۔ (۴) میرا انصاف کرو۔
(۵) خواب میں۔ (۶) روشن ' خوب صورت۔
(۷) چودھویں کا چاند۔ (۸) بدن ' باس خوشبو۔

مرزا دبیر کا غیر مطبوعہ کلام

پروفیسر آزاد مرحوم راقم ہیں :-

"مرزا صاحب نے ۲۹ محرم ۱۲۹۲ھ کو ۷۲ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اس مدت میں کم سے کم ۳ ہزار مرثیہ لکھا ہوگا۔ سلاموں اور نوحوں اور رباعیوں کا کچھ شمار نہیں۔ ایک مرثیہ بے نقط لکھا ہے جس کا مطلع ہے ع

هم طالع هما مرا وهم رسا هوا[1]"۔

پھر آگے چل کر انیس کے حالات میں یوں رقم طراز ہیں :-

"مرزا دبیر مرحوم نے کم از کم دس ہزار مرثیہ ضرور کہا ہوگا اور سلاموں کا تو کیا شمار ہے۔ رباعیاں نو ہاتیں تھیں[2]"۔

تین ہزار اور دس ہزار کے فرق کی وجہ آزاد مرحوم نے بیان نہیں فرمائی لیکن اس سے کم از کم یہ ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ مولانا مرحوم کو مرزا دبیر کے کلام کی مقدار سے پوری واقفیت نہ تھی۔

جہاں تک مرثیۂ غیر منقوطہ کا تعلق ہے۔ یہ باتفاق رائے ثابت ہے ہے کہ "هم طالع هما مرا وهم رسا هوا" والا مرثیہ دبیر کا نہیں بلکہ آغا محمد تقی صاحب اختر کا ہے جو معتمدالدولہ وزیر اودھ کے بھتیجے تھے[3]۔ مرزا مرحوم کے مرثیۂ غیر منقوطہ کا مطلع یہ ہے۔ ع

مہر علم سرور اکرم ہوا طالع

---

۱ - آبحیات ص ۵۱۱ مطبوعہ شیخ مبارک علی لاہور۔
۲ - ایضاً ص ۵۴۴ -
۳ - دیکھئے حیاتِ دبیر ج ۱ ص ۸۹ نیز دیباچہ صبر جمیل ص ۳۰ (افضل حسین ثابت لکھنوی)۔

جس کا اصل مسودہ دبیر کے خاندان میں محفوظ ہے (۱)۔ اسی مرثیہ کی تالیف پر میر انیس مرحوم نے ''مہملہ'' کی ذو معنی اور دلچسپ چوٹ کی تھی(۲)

مؤلف گل رعنا نے آزاد کی اول الذکر عبارت کو قریباً بجنسہٖ نقل کر دیا ہے(ص۹۹۴) گویا دبیر کے کلام کی مقدار (علاوہ رباعی اور سلام کے) تین ہزار مرثیے بلا تحقیق تسلیم کر لیا ہے جو بلا شبہ غلط ہے۔ افضل حسین ثابت (مولف حیات دبیر) نے ان آرا پر یہ تبصرہ کیا ہے :۔

''بہر حال جو مرزا صاحب کا کلام میرے علم میں موجود ہے وہ حسب ذیل دو قسم کا ہے (۱) مطبوعہ (۲) غیر مطبوعہ۔ مطبوعہ کی بھی قسمیں ہیں ۔ ایک وہ جو مطبع اودھ اخبار میں دو جلدوں میں چھپا ہے ۔ دوسرا وہ جو اور مصنفوں کے کلام کے ساتھ ساتھ یا علٰحدہ علٰحدہ مرثیے چھپے ہیں ۔ ان سب مرثیوں میں اکثر کلام غلط اور ایسا پیوندی کلام شامل ہے جس کا چھانٹنا دشوار ہے ۔ بلکہ مطبع اودھ اخبار کی جلدوں میں تو بعض مرثیے ایسے ہیں جن کا ایک بند بھی کلام مرزا صاحب سے نہیں ہے ۔ جیسے یہ مرثیہ ع

''ہر آہ علم ہے یہ عزا خانہ ہے کس کا''

مرزا نظیر برادر دبیر مرحوم کی تصنیف ہے ۔ پیوندی مرثیوں میں یہ امتیاز کرنا کہ کون سا بند مرزا صاحب کا ہے کون سا دوسرے کا ہے بہت مشکل ہے ۔ پیوندی یا اصلی مرثیوں کی یہ کیفیت ہے کہ ذاکروں میں عادت جاری تھی اور اب بھی ہے کہ پانچ سات مرثیوں

---

۱ - اس کی نقل راقم الحروف کے پاس ہے اورمیگزین کی نذر کی جا رہی ہے ۔
۲ - دیکھئے حیاتِ انیس۔

کے چست چست بند چھانٹ کر ایک مرثیہ کسی ذاکر نے بنا لیا۔ اور پڑھا۔ ظاہر ہے کہ معمولی مرثیے سے زیادہ اس پر مجلس میں رنگ ہوگا . . . .

تیسری قسم کلام مطابقہ کی ہے یعنی حدید مطبوعہ دفتر ماتم کی ہیں . . . . ان میں بھی کلام غیر (بعض مرثیے کے مرثیے اور بعض بند کلام غیر کے شامل ہیں ۔ جن کا امتیاز مشکل ہے)۔(۱)

دفتر ماتم (کلیات مرزا دبیر) کی پہلی ۲۰ جلدیں ۳۶۶ مراثی پر مشتمل ہیں باقی چھ جلدوں میں متفرق کلام ہے اور ان ۳۶۶ مرثیوں میں سے مندرجہ ذیل چھ مرثیے باتفاق رائے الحاقی ہیں :۔

۱ ۔ جو زائرحسین علیہ‌السلام ہو ج ۲ ۔
۲ ۔ شیر خدا کا شیر ہے آہوئے مصطفےٰ ج ۵ ۔
۳ ۔ عباس کو جو سبط نبی نے علم دیا ج ۷ ۔
۴ ۔ شاہوں سے کم نہیں ہیں غلامانِ مرتضےٰ ج ۸ ۔
۵ ۔ یارو غم حسین کی عزت عظیم ہے ج ۹ ۔
۶ ۔ کیا ذات ذوالجلال غفور و رحیم ہے ج ۱۱ ۔

گویا ۳۶۶ میں سے ۳۶۰ مرثیے ایسے ہیں جو کلاً یا جزواً مرزا مرحوم کے ہیں ۔

چند نا مکمل مرثیوں کو چھوڑ کر مندرجہ ذیل مکمل غیر مطبوعہ مرثیے مرزا دبیر کے خاندان میں محفوظ ہیں :۔

۱ ۔ مہر علم سرور اکرم ہوا طالع ۔
۲ ۔ سبطین علی رونق میدان وغا تھے ۔

---

۱ ۔ حیات دبیر ص ۲۷۵/۲۷۶ ۔

۳ - روشن کیا جو حق نے چراغ انتقام کا -

۴ - جب تیغ انتقام برهنه خدا نے کی -

۵ - بال هوائے اوج سخن هے زباں مری -

۶ - کیوں چرخ میں گردوں کی طرح رن کی زمیں هے -

۷ - آمد خزاں کی گلشن خیرالوریٰ میں هے -

۸ - هلال مشکلات کا جانی حسین هے -

اس طرح مرزا مرحوم کے مکمل موجودہ (مطبوعه و غیر مطبوعه) مرثیوں کی کل تعداد ۳۶۸ هوجاتی هے - جو کلام کسی وجه سے ضائع هو گیا - اگر اسے موجودہ کلام کے برابر بھی فرض کر لیا جائے تب بھی مرثیوں کی تعداد هزاروں تک نهیں پهنچتی - حالانکه ضیاع کلام کا احتمال بهت کم هے - زیادہ سے زیادہ یه هو سکتا هے که چند مرثیے لوگوں کو بخش دیے گئے هوں -

مرزا صاحب کے متذکرہ بالا غیر مطبوعه کلام میں سے نمبر ایک تا چار(۱) و چھ کی نقول جو اصل مسودات سے کی گئی هیں راقم الحروف کے پاس بھی هیں اور تبرکاً هدیه قارئین هیں -

---

غیر منقوطه (در حال حضرت عباس علمدار)

مهر علم سرور اکرم هوا طالع
وہ مهر سوا مهر سحر کم هوا طالع
هر ماہ مراد دل عالم هوا طالع
هر کام علمدار کا همدم هوا طالع

---

۱ - مرثیه نمبر ۳، ۴ میں بهت سے بند مشترک هیں - فی الحقیقت مرثیه نمبر ۴ نمبر ۳ کا خلاصه هی هے - لیکن بعض بند مختلف بھی هیں اور بعض مقامات پر مصرعے بدل دیے گئے هیں -

عکس علم و عالم معمور کا عالم
گہ ماہ کا گہ مہر کا گہ طور کا عالم
مہر علم سرورِ اکرم ہوا طالع
ہر ماہ مراد دل عالم ہوا طالع
ہر کام علمدار کا ہمدم ہوا طالع
اور حاسد کم حوصلہ کا کم ہوا طالع
عکس علم و عالم معمور کا عالم
گہ ماہ کا گہ مہر کا گہ طور کا عالم

عالم ہوا مداح علمدار و علم کا
وہ گل اسداللہ کا وہ سرو ارم کا
محرم وہ حرم کا وہ گواہ اہل حرم کا
راہرو وہ عدم کا وہ عصا راہ عدم کا
مصدر وہ علمدار کرم اور عطا کا
مطلع وہ علم طالع مسعود ہما کا

مردم کو ملا سرمہ گرد سم راہوار
رہوار ہما وار علمدار ملک وار
کل محو علم اور علم محو علم دار
اللہ مددگار اسداللہ مدد گار
دل سرد اسد کا ہوا سم گاؤ کا سرکا
ہمدرد ہوا درد دل و روح عمر کا

رہوار ہما وار علمدار ملک وار
کل محو علم اور علم محو علمدار

مداح علمدار رسول ملک اطوار
اللہ مددگار اسداللہ مددگار

دل سرد اسد کا ہوا سم گاؤ کا سرکا
ہمدرد ہوا درد دل و روح عمر کا
ہر گام دعا گو ملک و حور سر راہ
اللہ معک صلّ علیٰ سلّمک اللہ
ہمراہ رسول دوسرا اور اسداللہ
اور ورد کہ و مہ کا ادھر آہ ادھر واہ
ہر سو ہوا کہرام کہ سر گرم دعا ہو
اور روح گروہ عمرسعد ہوا ہو

اسدم ہوا سر گرم صدا طالع مولا
او مرگ ادھر آ عمرسعد کا سر لا
اور عہد علم کہ علم سرور والا
اور دور گرا ہر علم طالع اعدا
او مہر دکھا گور مہ عُمرِ عَمر کو
او گرد عدم روک رہِ عُمرِ عَمر کو

او مہر سوا سال ومہِ عُمرِ حرم کر
الّا مہ و سال عُمرِ سعد کو کم کر
او ماہ سر اہل ولا مہر و کرم کر
اور گم سر ہر حاسدِ سردار اسم کر
او کلک عطارد سوئے مولا ہو کمک کر
ہر اسم گروہِ عمرسعد کا مک[۱] کر

---

۱ - چُسکی

راهوار کو ہر لطمہ[1] ہوا کا ہوا کوڑا
اڑ کر ہوا طاؤس علمدار کا گھوڑا
اور ساعد مہ‌سو کو دم کا وہ مروڑا
اس طور مڑا گرم کہ روح مہر کا موڑا
سرگام اوڑا ادہم مہ‌رصر کو گھیرکر
رہوار ہوا گرد ہوا دور سرک کر

عکسِ دم رہوار سر راہ ہوا دام
ہر دام و ددو گرگ و اسد اس کا ہوا رام
اِلّا دل اعدا کو ملا درد ہر اک گام
رم کردہ صحرا ہوا ہر آہوئے آرام
ہر سو وہ رکا[2] اور کہا مرگ ہو حاصل
دل گردہ وہ کس کا کہ ہو اس صدمہ کا حامل

لو سا معوالحال سلام اور دعا ہو
دل محو علمدار رسول دوسرا ہو
اور صلّ علٰی صلّ علٰی صلّ علٰی ہو
مداح علمدار کا ادراک سوا ہو
واللّٰہ اگر مدح علمدار ادا ہو
مداح کا حور و ارم حُلّہ صلہ ہو

مسطور ہو روداد علمدار و علم کا
ہر دل ہو ملول اور علم آئے علم کا
وہ مطلع اسرار کمال اسداللّٰہ
آرام و سرور دل آل اسد اللّٰہ

---

۱ - لطمہ : تھپڑ ۲ - وکذا

ممدوح مہ و مہر ھلال اسد اللہ
واللہ ملال اس کا ملال اسد اللہ
دل سرد مگر گرم وصال اسد اللہ
محکوم وہ اللہ کا حاکم وہ ارم کا
حامل وہ علم کا وہ مددگار حرم کا

رو اصل گل ورد سہک عطر گل ورد
آرام دہ روح و دل و داروئے ہر درد
لمعہ[۱] کا وہ عالم کہ سدا طور کا دل سرد
سو لاکھ مہ و مہر ادھر گرد ادھر گرد
رو ماہ مراد حرم سرور والا
اور دل اسداللہ کا اس ماہ کا ھالا

سر ہمسر کوۂ حرم داور علّام
دل مصدر الہام گلو مطلع اسلام
اور طرۂ کاکل دل اسلام کا اک لام
وہ لام کہ حاصل ھوا اسلام کو آرام
لو سلسلہ درہم ھوا ہر درد و الم کا
کاکل کو لکھا دام دل اھل حرم کا

لو اور کھلا طرۂ کاکل کا معما
ہر سو ھوا مداح کو اسلام کا سودا
وہ لام دو اسم اور وہ کاکل دو مسمّٰی
اسرار لہ‌الملک ولہ الحمد ھوا وا
دل کو اگر اس طرہ سرور کا ولاھو
آسودہ رحم و کرم و مہر و عطا ھو

---

۱ - روشنی چمک

دعوی هوا کاکل کو سر لوح مدلل
حاصل سر هر مو هوا اسرار مطول
اور مسئله ورع علمدار هوا حل
اس کاکل اطهر کا گرا عکس مسلسل

اس سلسله کا عکس سلاسل هوا اسکو
هر سلسله اسلام کا حاصل هوا اس کو
وه درع(۱) که هیولا کره دردو الم کو
هر سلسله آرام کا حاصل هوا غم کو

هر صاد علمدار امام اطهر و اسعد
وه صاد هر اک صل علا آل محمد
لو سا معو ادراک کا ادراک هوا رد
حاصل صله مدحت سرور هو الاحد

اب عجز طبیعت په سرے دال هے نقطه
یه مرثیه بے نقطه هے اور حال هے نقطه
هر صاد لکھا اور ملا هم کو صله صاد
اسدم سر هر مصرع مداح هوا صاد

مردم کو سواد دل لاله کرو مسطور
اور سرمه وه مردمک هر ملک و حور
اس مردم اطهر کو ملا لمعه صد طور
وه لمعه صد طور وه رو سورۂ والطور
مدح گهر و لعل سر سطر اگر هو
گه سطر رگ لعل هو گه سلک گهر هو

---

۱ - درع (پیرهن)

سلک گہر و لعل علمدار مکرم
لمعہ دہِ الماس و دُر و لعل دو عالم
ہر لعلِ علمدار ملا روح کا ہمدم
دم مردۂ صد سالہ کو حاصل ہوا ہر دم
والہ ہوا ہر لعل علمدار کا لالا
گوہر کا ہر اک لؤلوئے لالا ہوا لالا

رأس الرؤسا رأس علمدار دلاور
سردار سہ و مہر کلاہ سرِ اطہر
دردا کہ گرا آہ سر معرکہ وہ سر
حاصل ہوا کس کو الم کا سر سرور
وہ صدمہ ہوا دل کو علمدار و علم کا
عمامہ گرا سرور و سردار امم کا

ہردم کلمۂ حمد کا وردِ دلِ آگاہ
اور سامعہ مولٰی کو گواہ سمع اللہ
مداح ہوا صدر علمدار کا ہر ماہ
دل عالم ہر صدرہ اسلام ہوا واہ
ڈورا ہوا کمر کا رگ لعل و گہر کا
کھولا گرۂ مو کو لکھا حال کا کمرہ

صمصام وہ صمصام کہ ہر سو عمل اسکا
گہ کاسہ سر گہ دل اعدا محل اس کا
کس طرح معما ہو دم مدح حل اس کا
ہے راس و رم روح عدو ماحصل اس کا
گر حکم علمدار و امام دوسرا ہو
وہ مار ہو طاؤس ہو موسٰی کا عصا ہو

او واہ کہو حال کھلا ڈھال کا حالا
مداح کو دو داد کہ اس ڈھال کو ڈھالا
مسطور ہوا مدح کا اس طور رسالا
حل مہر کا گردہ ہوا اور ماہ کا ہالا
اور دودہ آہ حرم سرور والا
ہالا ادھر اس ڈھال کا گرد مہ رو ہو
معکوس ادھر کاسۂ ہر عمر عدو ہو

رہوار ہما طالع اسد حملہ ہوا دم
طاؤس ادا رعد صدا صور کا ہمدم
آمد کا وہ کردار کہ ہو عمر عدو کم
ہمطور ملک سدرۂ اعلٰی کا وہ محرم
دم وہ کہ ملا کاکل ہر حور کا عالم
سم وہ کہ ملا اور ہوا طور کا عالم

اسم اس کا طلسم حکما سحر ارسطو
(وہ اصلِ طلسم حکما سحرِ ارسطو)
دلدل عمل و حور کمال اور ملک رو
سر کوہ و کمر لالہ و دم سرو و سم آہو
اور دام ہما طرۂ راہوار کا ہر مو
محکوم وہ اسوار کا حاکم وہ ہما کا
راہوار علمدار کا اسوار ہوا کا

ہر گاہ ہوا معرکہ آرا وہ علمدار
اسطرح کہا او عمر حاسد و مکار

هو کر کلمہ گو ہوا ملحد کا ہم اطوار
درد دل احمد کا ہوا آہ روا دار
ہمدم کو ہراول کو مددگار کو مارا
داماد امام ملک اطوار کو مارا

روح اسد اللہ کو صدما ہوا اس کا
واللہ کہ اس صدمہ کا دل کو ہوا صدما
صدمہ سم راہوار اور اک دولہا کا مردا
آلودہ گرد آہ وہ ہار اور وہ سہرا
گل سرور معصوم کا اور صرصر صحرا
گھر سرور عالم کا محل درد و الم کا
دولہا کا لہو عطر عروس اور حرم کا
(ہر گرد الم وسمہ ہوا دار امم کا)

دردا حرم سرور طٰہٰ کو رلاؤ
دردا دل اولاد محمد کو دکھاؤ
دردا لحد احمد مرسل کو ہلاؤ
سردار کو معصوم کو صمصام دکھاؤ
آلودہ مکر و حسد و حرص و ہوا ہو
آسودۂ اسوال ہو محروم ولا ہو

معصومہ کا ہو مہر ہر اک رود مکر واہ
الماء ہوا ورد حرم محرم اللہ
آسودۂ ساحل ہوا ہر سالک و گمراہ
الا رہا محروم امام دوسرا آہ
مردہ ہوا ہر کودک کم عمر حرم کا
اور گل سا گلا سوکھا مددگار امم کا

آگاہ ہوا آگاہ ہوا آگاہ ہوا آگاہ
سردار ہمارا اسداللہ کا وہ ماہ
والدِ ولدِ عمّ محمد اسداللہ
مولودِ حرم ماہ ہمہ مہرِ مکرم واہ
سر احمد مُرسل کا وہ سرورِ رؤسا کا
حاکم امراء کا وہ مدرس علماء کا
(مالک ملک و حور کا حاکم دوسرا کا)

حور و ملک و آدم و حوا کا مددگار
ممدوح رُسل مالک کل عالم اسرار
حلّال مہم داد رس و سرور و سردار
وہ ماہر حالِ دلِ مور و مگس و مار
وہ عسکر اسلام کا سالار دلاور
وہ احمد مُرسل کا علمدار دلاور

وہ صوم وہ عمرہ وہ صراط اور وہ احرام
گھر حلم کا در علم کا معمورۂ اسلام
حامل علم حمد کا اور مالک صمصام
ملاک ملوکِ دوسرا حاکم حکّام
وہ سرورِ عادل کہ علم عدل کا گاڑا
اللہ کہا اور درِ محکم کو اکھاڑا

وہ ہر ملکِ سدرہ کا مولٰی و مدرس
اور گلکدہ آدم و عالم کا مؤسس
الواح سما کا وہ مصور وہ محرس
وہ هادم معمورۂ اوہام و وساوس

محکم ہوا دعوا کہ معطل ہوا دھوکا
وہ دوسرا احمد کا اور اول ہوا دو کا

وہ صدر کلام اصل کلام اللہ اطہر
الحمد کا اور سورۂ والعصر کا مصدر
اللہ کا ہم اسم محمد کا وہ ہمسر
ہم کاسہ و ہم عمر وہ احمد کا سراسر
سلک گہر علم و دُرِ سلک محمد
وہ مالک مہر و عَلَم و کلکِ محمد

گر ہو ہوس وصل رسول و اسداللہ
حاکم کا عدوّ ہو کہ وہ حاکم ہوا گمراہ
مولا کا ہو مولا کہ ہو دلِ محرم و آگاہ
دل رکھ سوئے درگاہِ حرم رو سوئے اللہ
وہ حاکم مکار گدا ملک حسد کا
سردار ہمارا کرم اللہ احد کا

وہ گرد وہ سرمہ وہ ملال اور وہ آرام
وہ کور وہ آگاہ وہ وسواس وہ الہام
وہ دِھرہ وہ مکہ وہ حرام اور وہ احرام
وہ وعدہ وہ حاصل وہ سوال اور وہ اکرام
وہ سہو وہ ادراک وہ مملوک وہ مالک
وہ وہم وہ علم وہ گمراہ وہ سالک

وہ وہ سم عسل اور وہ ہول اور وہ دلاسا
وہ سحر وہ اسرارِ الٰہ دوسرا کا
وہ مرگ وہ عمر اور وہ درد اور وہ مداوا
وہ دار وہ سرو اور وہ کاہ اور وہ لالا
وہ ہالۂ حرص اور وہ مہ کامل احمد
وہ سکرِ حرام اور وہ سرورِ دل احمد

کہ حاکم گمراہ کو معصوم کا کل حال
رودادِ اسام اور الم و دردِ دل آل
حاصل ہوا وہ دکھ کہ معہ کودکِ کم سال
آمادہ مرگ احمد مرسل کا ہوا لال
صدمہ ہوا دولہا کا سدھارا وہ عدم کو
اللہ کرم کر کہ ہو آرام حرم کو

محروم طعام آہ محمد کا ولد ہو
آوارۂ صحرا اسداللہ کا اسد ہو
محصورِ الم مالک سرکار احد ہو
اور کودکِ معصوم کا گہوارہ لحد ہو
عالم کا رہا کام—روا ماہ محرم
سرور کو مہ صوم ہوا ماہ محرم

سر گرم مدارا ہوا سرور کا علمدار
اِلّا اللّٰہم مردود کا مردود وہ مکّار
للکارا ہر اسوار کو لو آؤ کرو وار
سدِّ رہِ ساحل ہوا آ کر ہر اک اسوار

گمراہ کا ہر حاسد گمراہ مددگار
لعل اسداللہ کا اللہ مددگار

وہ معرکہ وہ وسوسہ وہ عسکر عامہ
وہ دمدمۂ ہر دُہل و کوس و دمامہ
وہ گردِ دوادو وہ کلاہ اور عمامہ
وہ گرم روارو سم رہوار دوگامہ
وہ عہد مکمل صلہ داد و کرم کا
وہ دورِ مسلسل دھل و کوس و علم کا

گردِ عمر سعد ادھر عسکر اعداء
کرار کا دلدار ادھر معرکہ آرا
اک ولولہ اک حوصلہ دوھمدم مولا
رہوار ہما وار سوئے طارم اعلا
لاحول ولا ورد علمدار دلاور
ارواحِ رسل گردِ علمدار دلاور

صمصام کو الہام ہوا سر کو علم کر
گہ سورۂ الحمد کو گہہ صور کو دم کر
اک وار لگا اور دو اعدا کو علم کر
ہر دم عمر سعد کا دم محو عدم کر
دو حصہ کمر کر کہ الگ کاسۂ سر کر
ہر طرح مہم سہل کر اور معرکہ سر کر

داؤد کا ہمدم دمِ صمصامِ دلاور
اس طرح ہوا گرم سر دورۂ عسکر
سر کوس دلِ کوہ ہوا موم سراسر
معدوم ہرا ک درع کا لہو ہوا گھل کر
ہر گرم روِ کور کا دل آگ سا سلگا
موسم سر صحرا ہوا گل لالہ وگل کا

طاؤس مرصع و ہلال کمر آرا
اس طرح ہوا لامع وساطع سر صحرا
ہر سال کو دو ماہ ملا موسم گرما
عکس اس کا گرا اور ہوا دھر کو سودا
گردِ سر ہر مرد ادھر آ ک اور ادھر آ ک
سر اک وہ کلاہ اک وہ گلا اک وہ کمر اک

طاؤس مرصع وہ ہلال کمر آرا
اسطرح ہوا لامع وساطع سر صحرا
ہر سال کو دو ماہ ملا موسم گرما
معلوم ہوا آگ کا اسرار و معما
دھوکا ہوا عالم کو کہ اسم اس کا رکھا آگ
عکس دم صمصام گرا اور ہوا آگ
اعدا کو ہلاہل کا ہوا سم دم صمصام
ہر گام گرا مادہ سودا کا سر عام
معدوم دل اہل لحد کا ہوا آرام
اللہ! سرسام کو اس دم ہوا سرسام

رو عسکر مردود کا ہر سو ہوا کالا
اور مردم مردم کا ہر آہو ہوا کالا

اس کاسۂ صمصام کا عالم ہو مدعو
اک کاسۂ مکر طعمہ ہر طرح کا ملو
اعدا کا دل و گردہ گلو صدر و سرورو
اور اس گلو اس گلو عام ہر اک سو
آسودہ ہوا حوصلہ ہر مور و مگس کا
مملو ہوا معدہ طمع و حرص و ہوس کا

ہر گاہ ارادہ ہوا اسوار کا گھر کو
رہوار اڑا اس کا دھل کر کہ کدھر کو
صمصام کا اک وار ملا کاسۂ سر کو
آدھا وہ ادھر کو گرا آدھا وہ ادھر کو
دل سہما لہو سہم کر اسوار کا سوکھا
لوہا رہا صمصام علمدار کا روکھا

صمصام علمدار کا احکام عمر کو
او کورا! درِ گور کھلا ۔ کھول کمر کو
رہوار کا اعلام ادھر اور ادھر کو
عادل کا ہوا دور ڈرو دور ہو سرکو
صمصام کا محصول سر معرکہ سر دو
سر دو دم صمصام کو اور اسلحہ دھر دو

ہر دم دم صمصام دو دم رعد سا کڑکا
اس طرح گرا سر کہ کھلا سلسلہ دھڑ کا

هر دل کو ہوا آمدِ صمصام کا دھڑکا
سر گم ہوا اور کام معطل ہوا دھڑکا
ادراک و حواس و دل و ارواح گمِ اسدم
موہوم ہر اک رود و سرود و طرم اسدم

اک وار لگا اور الگ سر ہوا سوکا
الک ہوا مسرور ملا حال گرو کا
ہر گاہ کو وہ وار ہوا داسہ زروکا
اور ملکِ عدم کو ہوا ارواح کا ہوکا
گہ سہم عطارد کا ہوا مرگِ عدو کو
گہ ہالہ صمصام ہوا ہار گلو کو

کردارِ حسام ولد سرورِ کرّار
گہ اطمہ و گہ ورطہ وگہ ساحل و مدرار
اور رمح علمدار کا اعدا کو ہوا دار
حصہ کمر و دل کا ہر اک سہم علمدار
وہ حملۂ رہوار وہ دو لاکھ کا عالم
صرصر کا ادھر طور ادھر راکھ کا عالم

اعدا کو ہر اک صدمۂ کامل ہوا حاصل
سردار کو درد و الم دل ہوا حاصل
اس گوہر اسلام کو ساحل ہوا حاصل
ساحل ملا اور سم ہلاہل ہوا حاصل
رو کر کہا دردا در سردار رہا دور
ہم واردِ ساحل اوز امام دوسرا دور

سردار ادھر محو علمدار دلاور
دل مردہ و مہموم و ملول اور مکدر
گہ مرگ علمدار کا وسواس سراسر
گہ ولولۂ وصل علمدار مکرر
گہ درد کمر گہ دل آگہ کا صدمہ
گہ صدمۂ آل اسداللہ کا صدمہ

گہ رو سوئے صحرا کہ کدھر گم ہوا وہ ماہ
گہ مردمک اطہر معصوم سر راہ
ہر لمحہ سوا درد و ملال دل آگاہ
گہ آہ گہ الحاح سوئے درگۂ اللہ
گہ ورد کہ ہر صدمہ علمدار کا رد کر
اللہ مدد کر اسداللہ مدد کر

سرگرم صدا گہ سوئے دلدار وہ سرور
آؤ ادھر آرام دل والد و مادر
ڈھارس دو وہ ہم کو کہ ہو آرام سراسر
معلوم کرو حال علمدار دلاور
اس دم ہوا گم آہ علمدار ہمارا
دلدار ہمارا وہ مددگار ہمارا

دلدار سوا درد ہوا دل کو دوا دو
دلدار علمدار کا ہو وصل دعا دو
دلدار علمدار کا رو ہم کو دکھا دو
دلدار علمدار دلاور کو صدا دو
عمو ادھر آؤ ادھر آؤ ادھر آؤ
مردہ ہوا سردار علمدار گھر آؤ

حاصل هوا هم کو الم مرگ محمد
معصومہ کو درد لگا صدمہ ہو لاحد
وہ صوم وہ روداد سر ہمسر احمد
معصوم کا سوگ اور الم احمد واحد
الا علم اس طرح کا کس دم ہوا حاصل
واللہ کہ درد کمر اس دم ہوا حاصل

دلدار دلاسا دو ہوا کام ہمارا
دلدار کہو حال علمدار کا سارا
ساحل کو سدھارا کہ عدم کو وہ سدھارا
وہ مردہ ہوا آہ کہ سردار کو مارا
(اولاد محمد کو رہا کس کا سہارا)
مڑ کر سوئے گور اسداللہ دعا کر
دادا اسداللہ مہم سر کرو آ کر

آرام دہ سرور عالم ہوا دلدار
رو کر کہا معلوم ہوا حال علمدار
وہ عمو وہ ساحل وہ علم اور وہ رہوار
آمادہ سر راہ مسلح ہر اک اسوار
(ہر سو مگر آمادہ سر معرکہ مکّار)
اللہ مددگار ہوا اہل کرم کا
عمو کو ملا درد مراد اہل حرم کا

اللہ صدا حوصلہ عمو کا سوا ہو
اس عہدہ عمدہ کا صلہ عمدہ عطا ہو

آل اسداللہ کا ہر کام روا ہو
سوکھا ہوا ہر دوحہ محمد کا ہرا ہو
ہو درد حسد عسکر مکار کو حاصل
آرام ہو سردار و علمدار کو حاصل

لو حمد کرو حمد کرو سرور عالم
مسرور ہو مسرور ہو مسرور ہوا اسلام
لو گھر کو ارادہ ہوا عمو کا مصمم
مولا کہو للہ ہوا صدمۂ دل کم
(مولا کہو صدمۂ دل اطہر کا ہوا کم)
سرور کہو آرام ہوا درد کمر کو
رہوار مڑا عم دلاور کا ادھر کو
(لو رو ہوا رہوار علمدار کا گھر کو

مولا کو ہوا وصل دلاور کا سہارا
طالع کو ہوا آہ وصال اس کا گوارا
للکارا گروۂ عمر سعد وہ مارا
لو سرور عالم وہ علمدار کو مارا
محکوم کو ہمدم کو مددگار کو رؤوا
لو آؤ وہ دم اکھڑا علمدار کو رؤوا

وہ وار لگا کاسۂ سر اس کا ہوا دو
مارا اسداللہ کو لو ہم کو صلہ دو
ہو مرگ علمدار کو سہل آؤ دعا دو
مردہ حرم احمد مرسل کو دکھا دو
ہر طرح گوارا کرو اس درد و الم کو
لو سوگ علمدار کا دو حکم حرم کو

سردار گرا اور کہا آہ علمدار
محروم کو محروم رکھا واہ علمدار
اک لحظہ رہو اور سر راہ علمدار
ہمراہ لو سردار کو للہ علمدار
واللہ سدھارو معہ سردار ارم کو
اسدم الم مرگ گوارا ہوا ہم کو

آرام لحد روح کو اس دم ہوا درکار
در گور ہوا مردہ سالار و علمدار
گر مرگ مددگار ہو طالع ہو مددگار
حاصل سر ساحل ہو مراد دل سالار
آسودہ مدام احمد مرسل کا ولد ہو
سردار و علمدار کو آرام لحد ہو

مردہ ہوا الحال امام دوسرا آہ
سر آل محمد کا سر عام کھلا آہ
ورد اسداللہ ہوا وا والدا آہ
کاسہ سر کرار کا دو حصہ ہوا آہ
واللہ علمدار دل آگاہ کا صدمہ
ہم کو ہوا مرگ اسداللہ کا صدمہ

دلدار کو مڑ کر کہا آگاہ ہو آگاہ
دردا کہ علم احمد مرسل کا گرا آہ

دلدار رکھو سوگ علمدار کا للہ

ساحل کا ارادہ کرو اور ہم کو لو ہمراہ
سردار کا سر کھول دو عمامہ گرا دو
اور مردہ علمدار دلاور کا دکھا دو

ہمراہ امام امم اس دم ہوا دلدار
اور رہرو ساحل ہوا وہ کل کا مددگار
سو درد اور اک روح امام ملک اطوار
اور ورد علمدار علمدار علمدار
ہر گام صد آہ مددگار کدھر ہوا
آگاہ کرو للہ علمدار کدھر ہوا

کس دم سر ساحل ہوا مولا کا ورود آہ
دم ہمدم مرگ اور علمدار سر راہ
حالہ ہوا اس کا اسداللہ کا وہ ماہ
اور آہ لہو اس کا سر رو ملا واللہ
(دوڑا سوئے ہمدم اللہ کا وہ ماہ)
صدمہ ہوا اس طرح کا دل کو کہ ہلا دل
اللہ کہا اور گرا سرور عادل

اس ہمدم سردار کو اس دم ہوا الہام
ورد کلمہ کر کے ہوا مورد اکرام
وارد ہوا سردار امم مالک اسلام
اکھڑا ہوا دم روکا کہ سرور کو ہو آرام
رو کر کہا سردار کہو درد کمر کا
دردا کہ سر راہ عمامہ گرا سر کا

قطعۂ تاریخ مرثیۂ ھذا

(در صنعت مہملہ)

علم کامل محرم اسرار کا لا مع ھوا
ھم کو وہ مرھم سراعدا و حاسد کو حسام
کردگار اس کا ممد مولا اسداللہ کا
اس کا دل آرا سلام مالک دارالسلام
درد آل احمد مرسل کر لکھا شطاں کر
ھر ملک کا ورد وہ ھوگا ھوا سرور امام
مہر و اکرام رسول اس سلک گوھر کا صلہ
ھو عطا اس کو سرور دل کہ حاصل ھو مرام
سال کا ادراک راس دل کو ھوا مصرعہ کہا
مدح روح سالم سرور عطارد کا کلام

۱۲۵۹ھ

در مدح سرور عالم عطارد کا کلام ۱۲۵۹ھ
مدح دُر سرور عالم عطارد کا کلام ۱۲۵۹ھ

(مرثیہ حضرت عون و محمدؑ)

مطلع

سبطین علی رونق میدان وغا تھے
وہ وارث جاہ و حشم شیر خدا تھے
طفلی ھی سے شیدائے شہؑ ارض و سما تھے
وہ معنئی لفظ شرف و حلم و وفا تھے
پروانہ تھے شمع رخِ فرزند نبی کے
ہالہ کی طرح گرد تھے خورشید علی کے

آغاز سے تھی جلوہ نما خوبئی انجام
نام ان کے ھیں زیبِ ورقِ دفترِ اسلام
وہ عون الٰہی تو محمد کے یہ ھمنام
وہ راحتِ روحِ شہؑ مرداں تو یہ آرام
تھے عون جری جعفر طیار کے ثانی
ھم نامِ نبی حیدر کرار کے ثانی

بچپن میں ھنر وہ تھے کہ حیران تھے دانا
سیکھے تھے وہ عباس سے چورنگ لگانا
اور اکبر جرار سے نیزہ کا ھلانا
شبیر سے قبلہ کی طرف سر کو جھکانا
قاسم سے سب اطوارِ حسن یاد کیے تھے
اللہ نے زینب کو عجب لال دیے تھے

بیدارئی طالع میں تھے وہ یوسفِ ثانی
اوٹھ بیٹھتے تھے رات کو سوتے میں وہ جانی
ماں پونچھتی تھی کیوں تو یہ تھی رطب‌لسانی
اماں شہ مرداں کی کہو کوئی کہانی
توڑے تھے جو بت کعبہ میں وہ کون سا دن تھا؟
چیرا تھا جو آژدر کو تو کیا نانا کا سن تھا؟

کس جنگ میں کی ناد علی ورد نبی نے
آواز کہاں انکی سنی حق کے ولی نے
جنات پہ تو فتح نہ پائی تھی کسی نے
اس آگ کو پانی کیا کس طرح علی نے
کس حرب میں یہ ضرب لگی بال ملک پر
کاٹے پر جبریل زمیں پر کہ فلک پر

ماں کہتی تھی آژدر کو تو جھولے میں کیا شق
بڑالالسم و بدر و احد خیبر و خندق
سب معرکہ بابا ھی نے فیصل کیے بر حق
قربان گئی همت مردان مدد حق
سنتے ھو کہانی تو بہت حق کے ولی کی
همت بھی دکھانا کسی میداں میں علی کی

وہ سر کو ھلاتے تھے کہ حضرت کی دعا سے
آخر اسی نانا ھی کے ھم بھی ھیں نواسے
ھونے دو بڑا ھم کو ذرا فضل خدا سے
موقع ھو تو اب بھی نہیں ڈرتے ھیں قضا سے
پر زور جوانی کا جوانی میں کریں گے
یہ علم نہ تھا ھائے کہ بچپن میں مریں گے

ناگاہ اٹھا آب و خورش گھر سے حرم کا
خیمہ ھوا کعبہ میں شہنشاہ الم کا
ٹھیرا نہ قدم کعبہ میں بھی فخر حرم کا
وہ موسم حج اور وہ یرش اھل ستم کا
حجاج تو آتے تھے عرب اور عجم سے
بے حج کیے سادات نکلتے تھے حرم سے

عبداللہ جعفر نے کہا شہ سے یہ ناگاہ
کیوں قبلہ حاجات چلے کعبہ سے بھی آہ
خیر اتنی مری بات یہ اب مانئے للہ
خود جائیے کعبہ کو نہ لے جائیے همراہ
گو ھوگا قلق دوریٔ سلطان الم کا
پر کعبہ میں رہ جائے گا پردہ تو حرم کا

یہ سن کے حرم میں ہوا کہرام قضا را
پردے کے قریب آن کے زینب نے پکارا
بس بس میرے صاحب نہ یہ پھر کہیو خدا را
ہے ہے تمہیں تنہائی ہے سید کی گوارا
بن بھائی کا مجھ کو کیے دیتے ہو ابھی سے
بچھڑی ہوں نہ بچھڑوں گی حسین ابن علی سے

میں سمجھی جو اس بات میں مطلب ہے تمہارا
بیٹوں کی جدائی نہیں صاحب کو گورا
مختار ہو تم ان کے کیا میں نے کنارا
اولاد تمہیں پیاری ہے بھائی مجھے پیارا
بیٹوں کو تمہارے تمہیں دے جائیگی زینب
جان اپنی فقط صدقے کو لے جائیگی زینب

یہ سنتے ہی زینب کے پسر انکھ بچا کر
شبیر کے پہلو میں کھڑے ہو گئے آکر
عبداللہؑ جعفر نے کہا خیمہ میں جا کر
بس بنت علی بس نہ خجل بھر خدا کر
گر کہ پسر آقا پہ کروں آپ تصدق
میں ان پہ تصدق مرے ماں باپ تصدق

شبیر نے فرمایا یہ جعفر کے پسر سے
بے حج کیے جاتا نہ میں اللہ کے گھر سے
پر دل مرے قابو میں نہیں پچھلے پہر سے
نانا نے کہا خواب میں لپٹا کے جگر سے

کیا بیٹھے ہو یاں ماریہ کی سیر کرو تم
امت کا مری خاتمہ بالخیر کرو تم

ہوتا جو نہ یہ عمرے سے حج کو نہ بدلتا
بندہ ابھی اللہ کے گھر سے نہ نکلتا
خوش ہوگا خدا نانا کے کہنے پہ ہوں چلتا
یہ یاد رہے وقت قضا کا نہیں ٹلتا
نانا کی لحد میری غریبی پہ ہلے گی
مٹی یہ جہاں کی ہے وہیں جا کے ملے گی

اک آہ بھری اور پکارا وہ وفادار
ہے ہے ہمیں ہونا تھا انہیں روزوں میں بیمار
تم پا بہ رکاب اور رمد کا مجھے آزار
آنکھوں سے میں چلتا مگر اب کیا کروں ناچار
دو نور نظر حق نے عنایت جو کیے ہیں
خادم نے وہ نعلین اٹھانے کو دیے ہیں

ناگہ یہ زینب نے کہا اے شہہ ابرار
اک بات کہا چاہتی ہے یہ خواہر ناچار
تم مانو گے اللہ کے گھر میں کرو اقرار
شہ بولے کہو! مانیں گے اے خواہر غمخوار!
زینب نے کہا وقت پہ چپکی نہ رہوں گی
وعدہ تو ہوا منزل آخر میں کہوں گی

القصہ چلے کعبہ سے شہنشہ ابرار
نقارہ بجا کوچ کا شبیر کے اکبار

ھل ھل گئے آواز سے جسکی در و دیوار
غل تھا کہ چلا لخت دل حیدر کرار
زھراؤ پیمبر نے تو دنیا سے قضا کی
نوبت ھے یہ اب خاتمۂ آل عبا کی

کیا شہ کی سواری کا بیاں ھوے تجمل
تھے ساتھ عزیز و رفقا شاہ کے بالکل
ایک ایک کے چھرے سے عیاں صبر و تحمل
کہتے ھیں جسے زاد سفر تھا وہ توکل
مشتاق اجل فوج امام دوسرا تھی
رستے کے بنانے کیلیے ساتھ قضا تھی

سب راہ میں گذرے مہ ذی‌الحجہ کے ایام
آغاز محرم ھوا اس چاند کا انجام
پھر تو وہ بیابان تھا اور لشکر اسلام
جس دشت میں عاشور کو زھرا کا مٹا نام
واں کفر کی صف یاں صف اسلام کھڑی تھی
اور فیصلہ کو بیچ میں تلوار پڑی تھی

جاگیر میں جو حر کو ملا گنج شھیداں
زینب نے یہ کی عرض کہ اے سرور ذی شاں
یہ منزل آخر ھے؟ کہا شہ نے بہن ھاں
کی عرض اب اس بات کا ھے وقت میں قرباں
کعبہ کا جو وعدہ ھے وفا کیجیے مولا
فرزند پکارے کہ رضا دیجیے مولا

منہ دیکھ کے حضرت نے جھکایا سر انور
وہ بولیں کہ کچھ اس میں تامل ہے برادر
حضرت نے کہا حال تو دیکھو مرا خواہر
آتا ہوں ابھی لاش پہ مہمان کی رو کر
ہفتم سے غذا چھوٹی ہے اور تشنہ جگر ہوں
زینب تمہیں منصف ہو کہ آخر میں بشر ہوں

اصحاب کا بھی رنج سہوں اپنوں کا بھی غم
کس سے کہوں کیسا مرا دم گھٹتا ہے اس دم
اک سوگ تو ہے گھر میں نہ لو دوسرا ماتم
یہ واقعہ حر کا بھی عزیزوں سے نہیں کم
مہمان ہے محسن ہے فدائی ہے ہمارا
بہنوں کی طرح روؤ یہ بھائی ہے ہمارا

گر سیر نہ ہو ماتم حر سے دل ناشاد
اماں کی مصیبت پہ کرو نالہ و فریاد
وہ بولیں انہیں کی تو وصیت ہے مجھے یاد
مانی ہے یہ منت کہ کروں ماتم اولاد
لے لو میں قسم دیتی ہوں خاتون زمن کی
صدقے گئی یہ نذر ہے نادار بہن کی

رخصت انہیں مل لے تو اسے روؤں گی بھائی
سوگ آپ کے مہمان کا ہے جی کھوؤں گی بھائی
لاشے کا لہو آنسوؤں سے دھوؤں گی بھائی
چالیسویں تک بوریہ پر سوؤں گی بھائی

پر لاؤں گی یہ سخت کلیجہ میں کہاں سے
ہے ہے مرے بھائی تو نہ نکلے گا زباں سے
روکر شہ بے کس نے کہا خیر کیا صبر
دی آپ کے بیٹوں کو رضا خیر کیا صبر
ناچار جو مرضیٔ خدا خیر کیا صبر
مظلوم پہ یہ بھی ہوں فدا خیر کیا صبر
دل کا ہے وہ عالم کہ پھٹا جاتا ہے غم سے
رونا بھی مگر ان کا نہ دیکھا گیا ہم سے

تسلیم بجا لائے جگر گوشۂ حیدر
اکبر کے اور اصغر کے پھرے گرد وہ صفدر
اور ناد علی پڑھ کر برآمد ہوے باہر
اک بیشہ کے دو شیر نکل آئے برابر
دور ایسے فلک نے بھی بدلتے نہیں دیکھے
اک برج سے دو چاند نکلتے نہیں دیکھے

یہ مل کے برادر سے برادر کا نکلنا
ظلمات سے ہے خضر و سکندر کا نکلنا
یہ بہر وغا جعفر و حیدر کا نکلنا
یاد آگیا شمشیر دو پیکر کا نکلنا
آے صل علٰی عون و محمد کا تجمل
حیدر کا تجمل ہے محمد کا تجمل

جب زین کے زینہ کو دیا پایۂ معراج
غل تھا کہ سرافراز رکابیں بھی ہوئیں آج

that he lived in Delhi for a little more than twenty years, which, although quite a considerable time, still does not encompass the major part of his life.

Here we conclude the Dehlavī period of his life. Chāndpur was his next destination.

(Continued)

IQTIDA HASAN
Istituto Universitario Orientale,
Naples (Italy)

similar to that of Saudā's tutorship of the same Mughul Emperor.[52]

In May 1758 the Chancellor 'Imādu'l-Mulk forced Prince 'Ālī Gauhar to leave the Mughul capital, and caused the heir to be branded a traitor by the helpless 'Ālamgīr II.[53] This unfortunate prince later became Emperor Shāh-e 'Ālam II, when his father was murdered at the instigation of the said Vizīr on Nov. 29, 1759. After he left Delhi in 1758, he remained in continual exile, conducting his business from Allahābād, while Najīb acted as his deputy in the imperial city. It was only after Najīb's death that the Mughul Emperor, having been in exile for thirteen years, could set foot in the capital of his father on Dec. 25, 1771; and was formally enthroned on Jan. 6, 1772.

Now there cannot be any doubt that Qā'im and Saudā knew prince 'Ālī Gauhar; but it is hardly possible that either of the two poets could have ever seen Emperor Shāh-e 'Ālam II, in Delhi, and highly improbable that they were his tutors or in his service. If Qā'im had left Delhi in 1755, and Saudā in 1757, there is still no historical evidence that they ever were near the Mughul Emperor afterwards, and when Shāh-e 'Ālam returned from Allahābād in Dec. 1771, Saudā, after spending about thirteen years in Farrukhābād, had already arrived in Faiẓābād[54]; and Qā'im was on his way to Ṭāndā.

Similarly, writers like Āsī (*Khanda'e Gul*) and 'Abdu'l Ha'ī (*Gul-e Ra'na*) are not justified in assuming that Qā'im spent the major part of his life in Delhi. Qā'im died at about seventy. He left Delhi at about the age of thirty. Part of his childhood had already been spent at Chāndpur before he came to Delhi. Thus, the correct conclusion is

---

52. *Āb-e Ḥayāt*, pp. 149-50.

53. Sarkar, FME., II, pp. 116-20.

54. At the most this can be granted that probably Saudā was still at Farrukhābād, about to leave for Faizābād, when Emperor Shāh-e 'Ālam passed through the Bangash territory; hence his modest *Qasīdah* (*Kulliyāt*, I, pp. 267-69) in the praise of the said Emperor.

tutor Saudā off to Farrukhābād; and perhaps also met with Najību'd-daulah who was made Amīru'l-Umarā of the Mughul Empire and his Plenipotentiary by Abdālī on his return journey in April 1757.

As an alternative theory, if we take 'Arshī's assumption (*Dastur*, pp. 56-57; and note 47) that Saudā arrived at Farrukhābad in 1176 A.H. (1762-63 A.D.) it would mean that Qā'im left Delhi after Abdālī's return from India, while Saudā was still there. But it would be hard to find an answer to the delay, since Qā'im had already made up his mind to leave Delhi in 1755. Besides, there are other factors which favour Saudā's arrival at Farrukhābād in 1757 as against 1763[51]: hence the conclusion that Qā'im too must have left Delhi in 1755.

There is one more point to be clarified before we conclude the Dehlavī chapter of Qā'im's life-story. Some modern writers like Aṣar Rāmpuri (*Ma'ārif*, 1952)—his authority being S. Shāhid Ḥasan, said to be a great-grandson of Qā'im; Padam Singh Sharmā (*Nuqush*, 1962)—another great-grandson, Munshī Muḥammad Ḥusain, is his authority; Mun'im Sa'īdī (*Nigār*, 1928), Rāz Yazdānī (*Nigār*, 1958) as well as Blumhardt (IOL-Hind. MSS. Cat.) and Maulavī 'Abdu'l Ḥaq (*Makhzan*) tend to believe that Qā'im was the Superintendent of the Arsenal in Delhi during the reign of Emperor Shāh-e 'Ālam II. This does not conform with facts or history. None of the contemporary tazkirahs has mentioned it. This appears to be just another story

---

51. In Qā'im's own words "the Vizir acceded to the Dīwān's request, and *Saudā remained behind at Farrukhābād*". This is quite significant, since the writer is explicit on this point that Saudā remained behind—while 'Imād returned (to Delhi). This can apply only to 'Imād's 1757 trip, as from 1763 onwards he remained in Farrukhabād, leaving that city only at the news of Shāh-e 'Alam's impending visit in 1772. 'Imād dared not face Shāh e 'Ālam, in view of his own past misdeeds. Could Qā'im have written his notice on Rind during or after 1771, when 'Imād had left Farrukhābād for the second—and last—time? and the answer is definitely in the negative.

There is one more point which seems confusing: if Qā'im had left Delhi in 1755, how did he happen to write the chronogram of Abdālī's departure from Delhi, in 1757, as though he were an eye-witness, feeling the agony of Delhi under the Afgan terror? The belief that Qā'im was in Delhi even before Abdālī's entry, is further strengthened by the existence of another chronogram commemorating the nuptials of the son of Nawāb Ni'matu'llāh Khān in 1169 A.H. (1756 A.D.) Had it not been for the aforementioned qiṭ'a wherein Qā'im unequivocally states that he had already left Delhi while Saudā was still there, we would have no difficulty in assuming that Qā'im actually left Delhi in 1757 or even later.[49] The idea that Qā'im left Delhi in 1755 is partly based on the assumption that he writes in his tazkirah about his intention to leave Delhi during this year; partly on the qiṭ'a according to which Qā'im must have left the capital before Saudā; and partly on the theory that Saudā left Delhi in March 1757. The question may arise that if Qā'im was in Delhi in 1756 and 1757, how could he have gone in 1755? I think the answer if simple. Qā'im did go in 1755, but it was humanly impossible to forget about all his past associations while some of his old friends, withstanding the general exodus of the *elite*, still passionately clung to the cherished Mughul capital. That Qā'im visited Delhi two or three times after his departure, is affirmed by Qāsim[50]; and the possible answer to this question may be that, having left Delhi in 1755, Qā'im paid a return visit to the capital in the middle of 1756 (late 1169 A.H.); participated in the nuptials of Ni'matu'l-lāh Khān's son; witnessed the Afghān atrocities in Delhi - and composed a chronogram; saw his

49. Qamru'd-dn Minnat, as we have already mentioned in Note 29, was a pupil of Qā'im. Minnat was not born before 1156 A.H./1743 A.D. If Minnat became his pupil at the age of fifteen, Qā'im must have tutored him in about 1171-72. This must have happened on Qā'im's return visit to Delhi after leaving it in 1168 A.H.

50. *Naghz*, II, p. 82.

at Dehli. In his notice on Sauda, Qa'im (p. 35) obviously treats his tutor as though he were residing at Delhi. Then in the notice on *Rind* (p. 55) in the same *tazkirah*, it becomes evident that Sauda was no more at Delhi, but had gone to Farrukhabad. He writes that Saudā accompanied the Vizīr (Chancellor) Ghāzīu'd-dīn 'Imādu'l-Mulk,[46] to Farrukhābād where the Bangash Nawāb's Dīwān (Minister) Mehrbān Khan *Rind* requested the Vizīr to leave Saudā with him: the Vizīr acceded to the Dīwān's request and Saudā remained behind at Farrukhābād. Conceding that Qā'im's notice on *Rind* is an addition made at some later date, Saudā must have left Delhi in March 1757,[47] when 'Imād, accompanied by the two Mughul princes (Hidāyat Bakhsh and Mirzā Bābar) proceeded to extort money from Oudh[48] for Aḥmad Shāh Abdālī, who himself was busy plundering the Mughul metropolis and its suburbs.

In 1168 A.H. (1754-55 A.D.) Qā'im was in Delhi but was on the point of leaving it. In 1757 Saudā left Delhi for good; and Qā'im, according to his own words, had already left Delhi while Saudā was still there. This means that even if Qā'im's intended journey did not materialise in 1755—which is not very probable keeping in view the spirit of the aforementioned *qiṭ'a*—it did come about by the end of 1756, as in March the following year Saudā was to leave.

---

46. See note 26, and relevant portion of text.

47. After having carefully analysed the different analogies, I am still satisfied with this date, which I first advanced in an article for *Urdu* (Karachi) last year—which unfortunately has not yet come out. I will not repeat the pross and cons of my conclusion, but would like to recall that Sh. Chānd's opinion that Saudā left in 1167 A.H. (1754 A.D.) for Farrukhābād, is a simple miscalculation of 'Imād's Oudh expedition. (Saudā, pp. 50 51) Maulānā 'Arshī's opinion (*Dastur*, p, 58) is based on the presumption that Saudā was the tutor of Shah-e 'Ālam II, which in itself is not true. Dr. Wahīd Qureshī's ideas (*Mīr Ḥasan*, pp. 145-46) is so far-fetched that it can hardly be accepted.

48. For this expedition see ; *Gulistan-e Raḥmat*, pp. 52-54; Irvine, pp. 86-87; Sarkar, FME., II, pp. pp. 93-95.

than had ever been done before. Thus his *tazkirah* became the principal source on this period for subsequent *tazkirah*-writers in the North. This avenue was laid open for Qā'im by Saudā—as the former acknowledges—who himself had known about these poets from Mirzā Abū Ṭālib, a Deccani poet who had come to stay for some time with Saudā at Delhi.[43]

Makhzan-e Nikāt is full of much useful information about other poets; but alas! the compiler was much too modest to reveal anything substantial about himself or his family.

According to Hermann Ethé it is 'the most valuable biography and anthology of the earlier Rekhtā (Urdu) poets'; and 'one of the authorities used by Sprenger in his most valuable alphabetical list of Rekhta poets.'[44]

(7) *Qā'im leaves Delhi:* In a *qiṭ'a* Qa'im says:

اے گردش زمانہ' تری کج روی کے بیچ یک سر نواح ہند سے شعر و سخن گیا

سودا تو اپنے حال میں مدت سے مست ہے قائم رہا تھا ایک' سو اپنے وطن گیا

(O Vicissitude of Time, because of your tortuous conduct,
The arts of poetry and letters have totally disappeared from Hind;[45]
Saudā has been content with his lot all along—him excepting
Qa'im alone was left, he too returned to his home.)

This seems to imply that Qā'im left Delhi while Saudā was still there. This is quite important, since Saudā's departure can give us an approximate idea of Qā'im's maximum stay

43. *Makhzan*, pp 9-10.

44. Catalogue of Persian MSS. in the Library of the India Office, I, Oxford 1903, Notice 701.

45. *Nawaḥ-e Hind* means suburbs of Hind or India. Till very late, the term Hind applied to the Northern part of India, especially to the western districts of U.P. and Delhi, hence the term Hindustani, which in the Panjab even today is generally applied to Urdu speaking people. In some cases however this term was applied solely to the privileged capital of the Mughals; and thus when Qā'im says 'suburbs of Hind' he means 'suburbs of Delhi.'

Incidentally, the last mentioned manuscript (P. 353) of the *Kulliyāt* is the most authentic of all the I.O.L. (and British Museum) collection of Saudā's Works. It was carefully compiled under the author's personal supervision, and presented to the then Company's Deputy Resident at Oudh, Richard Johnson.

(6) *Qā'im compiles his tazkirah :* In 1164 A.H. (1754-55 A.D.) Qā'im almost finalised his *tazkirah*, and adopted *Makhzan-e Nikāt* as its title--a chronogram composed by Khwāja Akram. It seems strange that Qā'im could have taken the liberty to claim in his brief introduction that nobody except himself had ever attempted to compose a similar work on Urdu poets, since by 1106 A.H. there had appeared at least three *tazkirahs* on the same subject from Delhi alone, compiled by Khāksār, Mīr and Gardezī ; and it is improbable that Qā'im did not know the compilers or their works. Maulānā 'Arshi has analysed this,[40] and he thinks that Qā'im was justified in his claim, because some of his notices go as far back as 1157 A.H. (1744 A D.) when none of the aforementioned *tazkirahs* was in existence. Some also go on beyond 1170 A.H. His conclusion is that Qā'im had started his work much earlier than the title suggests, finalised it in 1168 A.H. as is suggested by its chronogram, and continued adding new material to it even afterwards.[41]

This *tazkirah* of about 127[42] poets, written in Persian, is one of the earliest - if not the earliest --biographical anthologies of Urdu poets. It is divided into three *tabquhs* or periods, based on the respective periods to which the poet belongs. One interesting feature of this *tazkirah* is the inclusion of various Deccani poets ; no less than eighteen Urdu poets from the South are introduced by Qā'im ; many more

40. *Dastur*, pp 50-53.

41. Ibid, p. 59

42. There are notices on 121 poets in the published (1929) edition of the *Makhzan* ; in addition to this number there are six more notices in the India Office Library MS. of the same *tazkirah*.

Out of these seven items, both (*b*) and (*c*) are excluded from the Nawalkishore (1932) edition of the *Kulliyat* of Saudā. In the same edition there the first item contains 54 couplets, as against 56 given by Chānd. Besides, the following are to be added to the list :

(*h*) one couplet :

کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ
کچھ قصر دل نہیں ' کہ بنایا نہ جائے گا[37]

(If the Ka'ba is demolished, what lost, O Shaikh ?
It's not the castle of heart which, once ruined, can
never be reconstructed again.)

(*i*) a *mukhammas* (quintain) poem of five stanzas, beginning with :

شیخ تو نابود ہووے یا ترا پندار نیست[38]

(*j*) a *ghazal* of nine couplets, beginning with :

نخل امید کیوں کہ ہمارا ہو آہ ' سبز

According to my own research based on eight of the India Office Library MSS. of Sauda's *Kulliyat*, these disputed items occur in MSS. of Saudā as follows : after each manuscript's catalogue number, the letters in parentheses denote only those disputed items which appear in the MS. concerned.

Add. 8922 : (i) (j)
Or. 12117 : (a) (i) (j)
Eg. 1039 : (h) (i) (j)
Add. 16879: (j)
U. 63 : (a) (b) (c) (d) (e) (f) (i) (j)
P. 2119 : (a) (g) (i) (j)
P. 2405 : (j)
P. 353 : does not include any of the disputed items.

---

37. *Kulliyat-e Saudā*, I, p. 13. In the MSS. of the *Kulliyāt* of Qā'im this line is written this way :

ٹوٹا جو کعبہ کون سی یہ جائے غم ہے شیخ

38. *Kulliyāt-e Saudā*, I, p. 422.

39 Ibid., p. 71.

Then all of a sudden Old Wisdom, grief-stricken uttered:
'Poetry has become an orphan now.')

Another matter which is really no more a real problem is the considerable number of Qā'im's verses published along with the genuine verses of Saudā in published editions of the latter's *Kullīyāt*. Such discrepancies were first pointed out by Sh. Chānd, who prepared his classic work *Sauda* under the guidance of Maulvī 'Abdu'l Ḥaq, which appeared posthumously in 1936.[36] According to Sh. Chānd's account, the number of verses which in fact belong to Qā'im and have been mistakenly published with Saudā's poems, amount to a total of 533 verses (*she'r*). They include the following:

(*a*) a *masnavi* (long poem), complaining of the severity of the cold, which begins with:

سردی اب کے برس ہے اتنی شدید

(*b*) a lampoon about a kite-flying boy, beginning with:

ایک لڑکا پتنگ کا ہے کھلاڑ

(*c*) a short *masnavī* about a religious man, beginning with:

سنا ہے کہ اک مرد اہل طریق

(*d*) a short *masnavī* about the king of *'Ajam*, beginning with:

سلف کے زمانے کا تاریخ داں

(*e*) a short story about a care-free man beginning with:

سنا ہے کہ اک مرد آزادہ طور

(*f*) a short story about an alchemist, beginning with:

سنا جائے ہے اک مہوس کا حال

(*g*) a long love story of a dervish of the Panjāb, beginning with:

الٰہی شعلہ زن کر آتش دل

36. See Sh. Chānd, pp. 108-11; and Nārang, pp. 319-23; as well as the following journals: *Saverā*, 22, p. 51; *Nuqush*, 91, pp. 255-61, and 94, p. 53.

and eloquence, the third was written when Saudā was long dead, and Qā'im was also preparing to embark on his last voyage; and the fourth is the chronogram of Saudā's death:

ایک سودا کی تو قائم نہ کہوں میں، ورنہ   ہے ترا طور سخن حد بشر سے باہر

(O Qā'im, Saudā alone is an exception, otherwise
Your style of expression is beyond the grasp of
human imagination.)

قائم یہ فیض صحبت سودا ہے، ورنہ میں   طرحی غزل سے میر کی آتا تھا بر کہیں

(O Qā'im, this all has accrued to you because of Saudā's
fruitful companionship, otherwise,
How could you possibly have managed so well a *tarhi*
ghazal of Mīr!)

قائم، اپنے میں ضعف اس حد کو   طور یہ چل بچل احبا کا
سینے کس کا سخن، کہ دل سے مٹے   داغ مرزا رفیع سودا کا

(Qā'im, you are so frail and old
And old friends are gradually leaving;
Whose soothing words can make us forget, alas!
The grief of Mirzā Saudā's demise.)

آہ! مرزا رفیع، دنیا سے   جا کے جنت میں جب مقیم ہوا
درد فرقت سے اس کے مثل قلم   اهل معنی کا دل دو نیم ہوا
گل سے تا خار، اس چمن میں جو تھا   خاک بر سر، وہ جوں نسیم ہوا
سال تاریخ کی تھی مجھ کو تلاش   کیوں کہ بس حادثہ عظیم ہوا
اس میں پیر خرد نے از سر یاس   یہ کہا "اب سخن یتیم ہوا"

1 1 9 4 + 1 = 1195 A.H./1781 A.D.

(Alas! when Mirzā Rafī'
Made paradise his abode;
The grief of his demise,
Left the hearts of the intellectuals torn, like a reed-pen;
From flower to the thorn, whoever dwelt in this garden
Threw dust upon his head, like the morning breeze;
—And I was in the quest of a chronogram, because
A major tragedy was wrought;

Sauda, I, pp. 395-400). Qā'im, cornered and finding no quarter from the fierce invective launched by Saudā, tried to rectify things. He wrote a *qaṣidah* in praise of Nawab Ni'matu'l-lāh Khan *Ni'mat*[33] Master of the Royal hunt, appealing the Nawāb to intercede on his behalf. But since he did not wish to lose face with the 'so-called poets' (*nā shā'ir*) "who find fault with everybody in order to advance their own cause; while busy in slandering him behind his back, and since it was not becoming for a lion to pollute his paw with a jackal's blood"—he would ask the Nawāb to mediate and judge between the merits of his own poetry and that of one of the bunch of the so-called poets, who had, in the presence of a certain nobleman,[34] maliciously tried to discredit his prowess in the art of poetry.

Most probably, Ni'mat intervened and brought about a reconciliation between the two. Qā'im tried his utmost to rectify his past behaviour and, to placate his outraged tutor, he composed one of the best *qaṣidahs* of his life in praise of Saudā. At last Saudā was appeased and the unfortunate incident was over. The title of his satire was changed from Qā'im to *Fauqī*—a fictitious name.[35] Once Qā'im had swallowed the bitter pill of defeat, he became an increasingly fervent and zealous admirer of Saudā. The following verses are reminiscent of this change: the first two items are in recognition of Saudā's profound scholarship

33. See note 24. and relevant part of the text.

34. Supposing this nobleman (*'Umdah*, meaning trusted) was Ja'far 'Alī Khān, called *'Umdah* by Qā'im; and *Zakī* by Mīr, Gardezī, Muṣḥafī and Qāsim, we can determine the approximate date of this incident. Mīr, in 1165 A.H., writes (p. 137) that four or five years ago *marākhta* meetings were held in his house 'God knows how they came to an end'! [Gardezī says a year later, that he had been having hard times (p. 65); Zakī was a close associate of *Anjām*, and *Anjām's* downfall and murder was bound to effect him.] Saudā, and Qā'im must have attended these meetings. Supposing the last meeting was held before the murder of *Anjām* (on December 25, 1746/Zil-hijja, 1159) we can presume this incident happened in or about 1746, when Qā'im was in his early twenties

35. It may be interesting ta note that at least in one MS. of Saudā's *Kulliyāt* (India Office Library, Ege.-1039) this satire appears under its original title.

Hidayat; and though the venerable Dard escaped unmolested, Sauda came under his fire. But this was Sauda, whose proverbially bitter, irrepressible and poisonous pen would give no quarter to the object of its attack. Qāsim has specifically mentioned this incident. It may be recalled that Qāsim was also the recorder of Shāh Hidāyat's rejoinder to Qā'im's indiscreet attack on him.

Qāsim writes that later on Qā'im became a pupil of Saudā, but his 'innate depravity' once again prompted him to shrink the moral bonds of his pupilage. Mirzā (Saudā) retaliated with a satire, which was changed to a fictitious name when afterwards Qā'im became repentant and apologised for his past utterances.[31]

Azād's own remark is based on this very statement of Qāsim. Padam Singh Sharmā has perhaps reproduced the same from Azād. Mas'ūdah Ḥayāt (translator of Sharmā's article in Urdu, *Nuqush*, 94, p. 83) is not justified in repudiating this statement. Her argument is that a certain poem wherein Qā'im has posed himself a lion and the rest of the poets as she-goats, is not included in *any* MS. of Qā'im's poetical works. In fact this poem *does* exist in all the MSS. of his poems, though with one modification: she-goat is appropriately replaced by jackal, the more celebrated antonym to the lion.[32]

One may conjecture that something like the following took place. On some minor issue (some ghazal?) Mirzā criticised Qā'im. The latter became incensed, and altercations ensued, which were further aired by vested interests. Q'āim spoke contemptuously and irreverently of his tutor. Saudā, thoroughly aroused, responded with his satire which was later dedicated to a fictitious poet, *Fauqī* (*Kullīyāt-e*

---

31. *Naghz*, II, y. 83

32. It seems that Qā'im at first had contemptuously branded his opponent as a she-goat, as is evident from Saudā's own satire wherein he mentions that though you may be a lion and I a she-goat, nevertheless, as Sa'dī has said, never take your enemy lightly however humble he may be.

tutors and he must have introduced his pupil to the court of one the most powerful nobles at Delhi.

All these factors together lead to a decision in favour of 'Imād, rather than any of the other *Amiru'l-Umarās* listed below.

As for the other *qaṣīdah* in the praise of *Mīr Bakhshī*, in all probability this is concerned with Najību'd-daulah (d. 1770). Najīb, besides being the Paymaster-General of the Mughul Empire and Regent to the Prince Jawān Bakht,[30] was the governor of the districts north and north-east of Delhi, which included Chāndpur, where Qā'im was to return from Delhi. There is another piece of evidence also. On Najīb's death in 1770, Qā'im composed a chronogram in Persian, in which Najīb is precisely addressed with his designation: "Alas! the *Bakhshiu'l-Mulk* is no more" (*Āh na-mānd Bakhshiu'l-Mulk* = 1184 A.H.).

This should solve the puzzle as to why Qā'im used the title for one and the designation for the other. In his poetry he used the titles by which they were generally known, i.e. *Amiru'l-Umarā'* Ghāziu'd-dīn 'Imādu'l-Mulk, and *Bakhshiu'l-Mulk* (or *Mīr Bakhshī*) Najību'd-daulah, respectively.

Two more *qaṣīdahs* written at Delhi will be discussed in the following pages.

(5) *Qā'im and Saudā*: Qā'im's association with Saudā opened an important chapter of his life. Hidāyat was his first tutor, then it was Dard's turn, and ultimately came Saudā, who, in Āzād's words (*Āb-e Ḥayāt*, p. 155), 'set him straight.' Āzād's remark is in the context of Qā'im's irritable temperament, and points to an interesting incident involving both Saudā and Qā'im. This peevishness coupled with a sharp tongue had already alienated him from

30. Sarkar observes: 'At the zenith of his career Najību'd daulah was for ten years the regent of the Mughal Empire, his position and power undisputed by any Court rival or Muslim potentate in India'. (FME., III, pp. 44-45).

who became *Mir Bakhshi* on Dec. 12, 1752, then Chancellor on June 2, 1754 : and Qā'im must have written his *qasidah* during this period. The reasons for arriving at this conclusion are simple. Firstly, 'Imād was more celebrated as a poet and patron of learning than any of his predecessors or successors listed below.[27] Secondly, Mīr Qamru'd-dīn *Minnat*, a pupil of Qā'im,[28] was 'Imād's courtier, and tutor to 'Imād's wife (Gunnā Begum, d 1775) in the art of writing poetry. Thirdly, Jalālu'd-daulah,[29] a close associate of 'Imād, was also a patron of Qā'im. And, fourthly, Saudā himself had written two *qaṣīdahs* (*Kullīyāt*, I, pp. 269-76) in his praise. We know that Saudā was one of Qā'im's

FME., I and II ; *Ma'āṣir*, II, pp. 847-56)

'Imād's nom de plume was *Niẓām*. He was a poet in both Urdu and Persian, and a great patron of men of letters. Wālā Dāghistānī and Mīr Shamsu'd-dīn *Faqīr* were attached to him. The famous Urdū poetess Gunnā Begam was his wife. (Cf. Qā'im, p. 54 ; Ḥasan, p 137 ; *'Aqd*, p. 58 ; *Hindi*, p. 258 ; *Umdah*, p 715 ; *Naghz*, II, p. 277 ; Zakā, f. 401-a ; Karīm, p. 123, Muḥsin, p. 73, Nassākh, p. 529 ; De Tassy, II, p 476 ; Beale, p. 143.)

27. Hereunder is a list of the Lords of Lords and *Mīr Bakhshīs* (next to the Chancellorship (*Wizārat*) the most important post in the Mughal administration) covering a period of more than sixty years—almost as many years of Qā'im's life : i) Ṣamsāmu'd-daulah Khān-e Daurān Khān, d 17.2.1739 ; ii) Niẓāmu'l-Mulk Āṣif Jāh I, d. 21.5.1748 ; iii) Ṣalābat Khān Zu'lfiqār Jang (Sādāt Khān II) June, 1748 to June, 1751, and again in 1754 ; iv) Niẓāmu'l-Mulk Āṣif Jāh II, June, 1751 to Oct 1752 ; v) 'Imādu'l-Mulk Ghazīu'd-dīn (Niẓāmu'l-Mulk Āṣif Jāh III) 12.12.1752 to 2.6.1754 ; vi) Ṣamṣāmu'd-daulah II, 1754-1757 ; vii) Najību'd-daulah, 3.4.1757 to Sept., 1757, and again from April 1761 to 13.10.1770 ; viii) Aḥmad Khān Bangash, Sept., 1757 to April 1761 ; ix) Zābitah Khān, Dec., 1770 to May 1777 ; x) Najaf Khān, May 17, 1777 to April 6, 1782. (Cf. *Ma'āṣiru'l-Umarā*, 3 vols. ; Sarkar, FME., vols. 1-3 ; *Najību'd-daulah*, Tr. Sh. Abdu'r Rashīd, Aligarh, 1952).

28. Notice on *Minnat* is included in the India Office Library MS. of *Makhzan-e Nikhāt*, while it is missing from the 1929 edition. That *Minnat* was a a pupil of Qā'im is testified by Qā'im (pp. 166-67) and confirmed by Qāsim (*Naghz*, II, p 215), as well as Zaka (*'Ayaru'sh-sho'ara*,' f. 364-b).

29. He war called Mīr Salmān. It is said that 'Imād acted on his advice in blinding Aḥmad Shāh, and subsequently murdering 'Ālamgīr II, and the ex-Chancellor, Intiẓamu'd-daulah. (Irvine, p. 98, and also, Ḥasan, p. 78).

In a quatrain (*ruāb'ī*) Qā'im sings his praises thus :

یا رب اُ ہے جو خوبی جہاں سے اولی ہو قسمت نواب جلال الدولہ

بخشی مجھے اک جہاں میں آن نے عزت دے آبرو دو جہاں میں اس کو مولا

(O Lord, whatever is of par excellence in this world,
may it be the lot of Nawab Jalālu'd-daulah ;
He has caused me to be esteemed all around,
may Thou, O Lord, exalt him in both the worlds)

the Muḥammad Shahī are about whom Qā'im said something, again in quatrain form:

تا ساز چمن ہے فصل گل کا آنا　　ہے ورد یہ ہر شاخ کا پھولانا

مقدم سے بسنت خاں بہادر تیرے　　سرسبز رکھے خدا یہ دولت خانا

(As long as the coming of the spring befits a garden
—When every branch caps a flower;
With your coming (the same way) O Basant Khān Bahādur,
May God keep this House prosperous!)

Coming to the reign of Aḥmad Shāh (April 1748—June 1754)—and perhaps even a little before—we notice a conspicuous change in Qā'im's method and approach in extolling the merits of his benefactors. When previously he has had recourse only to occasional single verses, now, with his growing maturity and skill in the art of poetry,—and courtiership,—he indulged in the more concentrated and sophisticated technique of *Qaṣidah*-writing. One of the first of a series of thirteen *qaṣidahs* (panegyrics) is in praise of a certain *Amiru'l-Umara'* (Lord of Lords) of the Mughul Court. There is another *qasidah* in praise of the *Mir Bakhshī* or Paymaster-General of the Mughal Empire. This is puzzling, since in the Mughul military structure the portfolio of the Paymaster General carried the accompanying title of Lord of Lords. Now the question is, if both *qaṣidahs* were written in honour of one and the same person, why should Qā'im have used the title for one and designation for the other? This leads us to believe that there were two different persons involved, both holding the same office at different times. I persume that the hidden personality behind the veil of *Amiru'l Umarā'* is of Imādu'l-Mulk[26]

25 Saudā wrote two *qasidahs* in praise of this eunuch (*Kulliyāt-e Saudā*, I, pp. 313 and 316). Basant Khān's whereabouts are known at least until Jan.-Feb., 1757, while he was still holding important assignments (Cf. Sarkar FME, II, p. 71, as well as Sarkar, FME, I, pp. 295-96, and; *Gulistān-e Raḥmat*, p. 48)

26. By 1760 'Imād's political career came to an end and he remained a refugee for the rest of his life. He died at Kālpī on Sept. 1, 1800. (See Sarkar,

(Qa'im thou hath got a thousand expectations from him, O Lord! may Asad Yār Khān live for ever.)

(*b*) Nawāb Ni'matu'l-lāh Khān was another of his patrons of the same era. Son of Ni'matu'l-lāh Khān I (d. 1147 A.H/1735 A.D.) and grandson of Rūhu'l lāh Khān I (d. 1103 A.H/1691-92 A.D.), the Paymaster-General of Aurangzeb 'Alamgīr Ni'matu'l-lāh II was the Master of the Royal hunt (*Qarāwal-beg*) during the last decade of the reign of Muhammad Shāh. On the evidence of a chronogram, which Qa'im composed to commemorate the nuptials of Ni'mat's son, we can trace him to be living till 1169 A.H./1755-56 A.D.[24]

In a quatrain (*rubi'a*) Qā'im invokes a blessing on his benefactor on the occasion of the 'Idu'l-azḥā festival:

یا رب! جب تک کہ عید کا امکان ہو   صد عید خدائے نعمت اللہ خان ہو
لت خون عدو سے گوسفندوں کی جگہ   ہاتھ اس کا بہ شکل پنجۂ مرجان ہو

(O Lord! as long as the 'Id festival exists, A hundred 'Ids (and festivals) may be a sacrifice of Ni'matu'l-lāh Khān;
In the blood of his enemies, goat's stead
His hand(s) may always be (red) like the coral's hands.

Qā'im wrote another panegyric in his praise, which will be treated in its proper context.

(*c*) Basant Khān the Eunuch is another noble of

---

24. Cf. Qā'im, p. 25; Muḥsin, p 275; Safīnah, p 218; De Tassy, II, p. 471; Nassākh, p. 530; and also *Safarnāma'e Ānand Rām Mukhlis*, ed. by Dr. S. Azhar Ali, Rampur, 1946, pp 6, 33. and 81; Muḥammadī, p. 91; Takmilah, p. 618-19. [Although Ṣamṣāmu'd-daulah (*Ma'āṣir*, II, pp. 313-15) notices Rūḥu'l-lāh Khān, the *Mir Bakhshi* of 'Ālamgīr, and his three sons, Saifu'l-lāh Khān, Khānazād Khān (Ruḥu'l-lāh Khān II) Bairām Khān Muḥammad Bāqir; and Ruḥu'l-lāh Khān II's two sons, Khalīlu'l-lāh Khān, E'tiqād Khān (Ruḥu'l-lāh Khān III), but he does not make mention of Ni'matu'l-lāh Khān I, or II.]

occupation, as was true with many of his contemporaries. Among his earlier patrons, Qa'im has given the names of at least three nobles of the Muhammad Shahi era :

(a) Asadu'd-daulah Asad Yar Khan *Insan*. He was a native of Agra and a protegé of 'Umdatu'l-Mulk Amir Khan *Anjam*,[22] who himself was a great patron of poetry and poets. *Anjam* introduced *Insan* to Emperor Muḥammād Shah on 3, June 1739, and the Emperor created him a peer in the 5-thousand class, and promoted him again to the 6-thousand class on Nov. 8, 1739, with the title of Asadu'd-daulah and the insignia of *mahi* and *maratib*. Then the same *Amir* turned against him, and caused his downfall. *Insan*, heart-broken, died young on April 15, 1745, in Delhi, and was buried at Agra.[23]

He was a poet of Persian and Urdu, and composed *marsias* (elegies commemorating the martyrdom of Hazrat Imām Husain). 'Well-born persons, however poor and low of rank, were treated by him like friends and brothers.' Qā'im expressed his attachment to *Insan* in the following couplet :

قائم ترے کو اس سے ہزاروں ہیں چشم داشت
یا رب ! ہو تا جہان ' اسد یار خاں رہے !

---

22. *Anjām* was a poet of Urdu and Persian both, and a great patron of men of letters. He was the most trusted and favourite noble of Muḥammad Shāh. This turned his head, and led to his tragic downfall, as he was murdered on Dec 25, 1746 at the instigation of the Emperor. (See, Sarkar, FME, I, pp. 10 and 22 ; *Ma'āṣir*, II, pp. 839 41 ; and the following tazkirahs : Gardezī, pp. 20 ; Qā'im, p 31 ; *Gulzār*, f 11-b ; *'Aqd*, p. 9 ; Shorish, p. 3 ; 'Ishqī, p 4 ; Shafiq, p. 30 ; *'Umdah*, p. 23 ; *Naghz*, I, p. 80 ; Zakā, f. 11-b ; *Gulshan*, p. 14 ; Nassakh, p 49 ; De Tassy, I, p. 215 ; Tufail, p. 33)

23 Mīr Jugnū was his nickname. Gardezī, Qa'im, Sprenger and Beale, place him in the 7-thousand class of peers. 'Alī Ibrāhīm is wrong to say that he was attached to the court of Aḥmad Shāh, son and successor of Muḥammad Shāh. (See, Sarkar, FME, I, pp. 12 and 21, and the following taẕkirahs : Gardezá p 17; Mīr, p. 129 ; Qā'im, p 31 ; *Gulzār*, f. 14-b ; Shafīq, p. 29 ; Ḥasan, p 42 ; Shorish, p 35 ; 'Ishqī, p. 16 ; *'Umdah*, p. 55 ; *Naghz*, I, p 77 ; Be jigar, f 8-b ; *Ghulshan*, p. 31 ; Nassākh, p. 49 ; De Tassy, II, p 32; Beale, p 179 ; *Khumkhānah*, I, p 466; Tufail, p. 34)

so that, when at about the age of thirty Qa'im left Delhi, he could already count on no less a person than the Mughal Premier Ghazu'd din Imadu'l-Mulk *who could depose or install emperors at will.*

4. *Some of his patrons at Delhi:* A combination of the qualities of poet, artist and scholar, coupled with those of a soldier, was a peculiar phenomenon with the Mughuls. Almost all the great Mughuls, from Babur to Aurangzeb. and down to Bahadur Shah II, had some combination of these qualities. This was apt to influence Mughul society in general, especially among the higher classes, producing such great scholars and soldiers as 'Abdu'r Rahīm Khān-e Khanan, Abu'l Fazl, and Sa'adu'l-lāh Khān, etc. To be a man of letters or at least a patron of scholarship and poetry was counted among the most highly desirable attributes of nobility. On the decline of the Mughul Empire, no more conquests were contemplated and thinkin it 'futile' to attempt to protect the rotten structure, the Mughul nobility had assumed the responsibility of feeding the poets to the limit of their failing resources, exhibiting their skill in the finer arts of poetry and music, and resigning the brutal arts of warfare to the ingenuity of the Marhattas, Jats, Sikhs—or the British.

The Mughul soldiery on their part thought that there was no serious fighting left for them, and that it was much easier to compose verses and—if luck favoured—to gain access to the court of some nobleman, where one could be more certain of earning a livelihood than in one's own profession where for months and sometimes for years no pay-packet was forthcoming. They thus started enlisting themselves in the already swelling multitude of poets. Another advantage was that, while in the capacity of a mere soldier, one could not see beyond one's own house or camp, being a poet was sometimes a free licence for access to the highest circles of the society.

Qa'im was thus a soldier by profession and poet by

of his age would also proudly profess—since mysticism was the moving spirit of those times and the basic theme for poetry—but that was that. According to Mir, Q̣a'im was a lover of beauty. But this beauty was not the Transcendental One which Mir Dard had in mind, and would have encouraged his pupil to adore likewise; this was purely human, one or more earthly creatures, and the youth of Q̣a'im preferred to enjoy the sensual pleasures which only this earth could provide to him. Furthermore, Q̣a'im was intelligent enough to realise that pious men like Dard at the best could help him only in attaining moral and spiritual perfection. They could also help him compose good poetry, but was that enough to make life worth living? To a hermit the answer might be yes, but not for a man like Q̣a'im who was a more enthusiastic follower of the dictates of the body then those of the spirit. Q̣a'im was a budding poet, and a good poet could not only earn laurels but a comfortable living too *provided* there was somebody who could further his cause and introduce him to higher society. Q̣a'im was a practical man, and he wanted to make the best use of his talents. He needed a tutor who could perfect him in the art of writing poetry, as well as advance his cause. Saudā alone was such a man[20].

Saudā was not only an acknowledged master, but he was comfortably well-off and the principal nobles at Delhi were among his patrons. Unlike Dard or Hidāyat he was a man of this world and fitted best in Q̣a'im's intellectual sphere. Saudā not only provided such useful guidance as was asked of him from time to time (which in the long run contributed to the perfection of Q̣a'im's poetical art) but also introduced him to high society and proved quite helpful in paving his way to rapid fame and popularity,[21] so much

20. No evidence is available to support Maulānā Azād's assertion (*Āb-e Hayāt*, pp. 155 56) that Q̣ā'im broke away with Dard and turned against him. Quite the opposite of it he ever remained respectful to Dard. Mushafī is quite clear on this point. He writes that Q̣a'im consulted Saudā in peotry, and also revered Mīr Dard. (*Hindi*, p. 179)

21. Also see a subsequent title *Saudā and Q̣ā'im*.

راست ہوتے ہیں کسی سے بھی کبھو کج طینت ؟
تیر بنتے بھی کہیں شاخ کماں سنتے ہو؟"

Coming to the presence of the venerable Dard, I submitted:

"Ay grand-master! do thou listeneth?
If thou commandeth so, I may set Hidayat to right?"
From him came the bidding—if I listeneth:
"Is a crooked nature ever straightened out?—or
Hast ever been heard of an arrow being made out of an arched bow?"

and a curt rejoinder from Hidayat followed:

چشم انصاف سے دیکھو تو میاں قائم تم
چاہیے یوں کہ ھدایت کو اب استاد کرو
اور جو کچھ شاعری کا دل میں تمہارے ہو گھمنڈ
کہہ چکے ہم تو غزل بارے تم ارشاد کرو[17]

(In all fairness if you judge, Mr. Qa'im,
you ought to submit before Hidayat's skill in poetry;[18]
But if you still entertain some false pretentions about your prowess in poetry—then, all right
Come along, I have written a ghazal; and it's your turn now to show up.)

Thus as is evident from these sharp exchanges, the already worsened relations between the two broke down on a bitter note.[19]

Qa'im's next choice for an *ustad* (tutor) was comparatively a better one but, as before, he again committed the same mistake. For Dard (1133/1199 A.H./1721-1785 A.D.), being a pious and highly revered man and perhaps the foremost mystic poet in Urdu, was still not the 'man' of Qa'im. No doubt Qa'im believed to some extent in those mystic ideals to which Mīr Dard subscribed, as many more

17. *Naghz*, II, p 83

18. This line casts some doubt on the pupilage of Qā'im; whether he formally became a pupil of Shāh Hidāyat or merely consulted him occasionally.

19. Nevertheless, in his tazkirah, written after this incident, Qā'im is respectful to Hidāyat and makes his mention well.

exhibit his talents as a blossoming poet. Poetry, as was customary in that period, was the quickest way to glory and fame, as well as the way to make a somewhat successful living. Poetry was there—in their hearts, in the air, and everywhere—even when death was knocking at their doors, in different forms and at different intervals. Every one of these poets aspired for that, but to reach the pinnacle of success and glory—to be acknowledged as a master-poet, surrounded by many disciples, and accounting the Emperor or his principal lieutenants in the list of one's patrons—was not a smooth and easy job. It required, among other things, a fairly cultured background, a refined taste, and expert guidance; and to acquire the last mentioned qualification, Qā'im (according to Qāsim, *Naghz*, II, p. 82) became a pupil of Shāh Hidāyat.

Shāh Hidāyat was a mediocre mystic poet. He was perhaps better qualified to guide his pupil in matters of religion and mysticism rather than in poetry, especially since a pupil like Qā'im at this stage could not be expected to share many of the convictions and practices of his tutor. Such an ill-founded association was not apt to produce any results, and Qā'im was soon disillusioned. He did not let this incident go unrecorded, and he expressed his wrath in a short, sharp satire, which was written when he had already made his next choice for the almost 'indispensible' tutor:

حضرت درد کی خلمت میں جب آ قائم نے
عرض کی یہ کہ "اے استاد زماں سنتے ہو![16]
امر ہووے تو ہدایت کو کروں میں سیدھا؟"
واں سے ارشاد ہوا یہ کہ "میاں سنتے ہو!

16. In the *tazkirah* of Qāsim, a pupil of Shāh Hidāyat, this couplet is written this way:

شاعری کا اسے آیا ہے بہت سا غرہ   جو یہ کہتا ہے وہ' استاد زماں سنتے ہو؟

(He has become too much proud of his poetry, that's why he says so . . . Ay grand-master! do thou listeneth?)

'Alamgīr II (June 1754).

All these events wrought within the precincts of the Mughul altar were enough to torture and madden any sensitive man. We cannot know how much Qā'im suffered monetarily during these frequent inroads of the Jats, Marhattas, and Ruhillas, excepting the unruly and mutinous Mughal soldiery, but his mental anguish is evident from many of his verses. By now it was evident to everyone that such a state of affairs could no longer be borne; and like most of the *elite*, some of whom had already migrated and many were to follow, Qā'im was already thinking of leaving Delhi and of trying his luck elsewhere. In his tazkirah, in 1168 A.H. (1754-55 A.D.) he writes: "During these days when the links of the regulating thread of the Padishāhī men, due to the adverse effects (arising out) of the changes in the realm, have completely broken down; and each one (as precious) as a radiant pearl, rolling in the dust of abjectness, has scattered all around: (therefore) willingly or unwillingly—rather involuntarily—the intention of travel overcame that of (my desire for) staying on..." (p. 77). During this interval of forced retirement, this tazkirah was set in a proper shape, and given its name (*Makhzan-e Nikāt*) which is a chronogram.

This rather involuntary intention to depart in fact did overcome his desire for staying on in Delhi, and as is to be presumed from the underlying tone of his design, its implementation must not have taken long. This could have happened by the end of 1168 A.H. which corresponds to the third quarter of 1755 A.D., and first quarter of the second year of the reign of Emperor 'Alamgīr II.[15]

(3) *Enters the arena of poetry:* By the time Nādir Shāh sacked Delhi Qā'im had come of age, and was able to

15 He was murdered at the instigation of the same noble, Imādu'l-Mulk, on Nov 29, 1759. Shāh-e 'Alam II was his successor, who was defeated by the British at Baksar (1764) and alternatively came under the British and Marhatta protection. Blinded by Ghulām Qādir Ruhilla in 1788, he died in Nov. 1806.

within it still must have been a great shock for Qa'im 'when Baji Ra'o s cavalry insulted the imperial capital in 1737'; and this example was followed by Nadir Shah. Qa'im must have been there to witness the general massacre and the sack of Delhi, on March 3, 1739. With one blow Nadir had shattered the limbs of the dying Mughul. He not only robbed Delhi of the fabulous Peacock Throne the diamond *Koh-e Nur*, and immense wealth, but also something far more precious the prestige of the House of Timur.

Urdu poets have poured forth their spleen in recording these and the subsequent events, in scattered verses, and especially in the *Shahr Ashobs*, which I have already discussed.[13]

Muhammad Shah lingered on a few years more, and was succeeded by his son, Ahmad Shah, on April 18, 1748 Now the eunuch Javed became all-powerful, and his affairs with the Queen-mother Udham Ba'i created a lively and outrageous scandal. Out of sheer dejection the Chancellor, Safdar Jang, reacted, and Nawab Bahadur Javed Khan was murdered, on Aug. 27, 1752. This resulted in the downfall of the Chancellor, his subsequent rebellion and civil war (from March 26 to November 7, 1753).[14]

While the people of Delhi were still licking their old wounds, they had to undergo yet another reign of terror when the victorious Paymaster-General (*Mir Bakhshi*), i.e. 'Imadu'l-Mulk Ghaziu'd-din, emerging more powerful at the expense of Safdar Jang, first tried to bully the Emperor, and then, with the help of the Marhattas, entered the capital and forced the Emperor to confer the robe of Chancellorship on him. He then deposed him and proclaimed 'Azizu'd-din, a grandson of Bahadur Shah I, as Emperor

13 *Later Mugals as represented in Urdu Poetry*, Annali (Journal of the Istituto Universitario Orientale, Naples, Italy) Vols. IX and XII, pp 131-53 and 129-52 respectively.

14. For a detailed account of these events, see Sarkar,, FME., I, Chapter XI.

place. The first thing we hear from Qā'im is that he had been in the 'royal' service[10] ever since his adulthood—till 1168 A.H. (1754-55 A.D.) when he wrote these lines. Thus it may have been taken for granted that Qā'im, in his adolescence, had left Chāndpur to try his luck at Delhi, the imperial capital, which, though long in decay, still retained some of its past glory and could attract and provide a living for many job-seekers. But there is something more: in his notice on *Nājī* he casually remarks that *Nājī*[11] and his own brother, whose poetic name was *Mun'im*, were friends and when he was a child he had seen *Nājī*, two or three times, visiting *Mun'im's* residence at Delhi.[12] This means that Qā'im's taking up an employment at Delhi does not automatically indicate the approximate date of his arrival at Delhi. Qā'im's link with Delhi goes back to his childhood, and at least he had an elder brother who lived in Delhi—which, incidentally, is the only name of a member of his own family Qā'im has left for posterity. This leaves us in a position to presume that Qā'im came to Delhi in the early 1730's at the latest.

(2) *Delhi of his times:* Delhi, as Qā'im must have seen it, was nothing more than a mere skeleton of its past glory—as was true with the Mughul Empire itself. Between 1707 and 1719, Delhi had seen almost half a dozen Mughuls occupying the Peacock Throne for different periods; then came Muḥammad Shāh, in Sept. 1719, nicknamed *Rangīlā* for his colourful nature and extravagant habits. He was the reigning monarch when Qā'im came to Delhi.

Although the situation had lately been worsening from

10. *Makhzan*, p. 27. According to Muṣḥafī he was in the Royal Arsenal (*Hindi*, p. 179). De Tassy says that he was 'gouverneur de l'arsenal' (*Historie*, I, p. 360)—which, I think, was the last office he held before leaving Delhi permanently.

11. Muḥammad Shākir *Nājī* died young and belongs to the Muḥammad Shāhī era. No date is given of his death (by Mīr, Gardezī or Qā'im, etc.) but he was known to be attached to *'Umdatu'l-Mulk* Amīr Khan *Anjām*, who was murdered on Dec. 25, 1746; *Nājī* must have died before that date.

12. *Makhzan*, p. 19.

by the year 1158 A.H /1745 A.D., Qa'im, physically and mentally, was mature enough to mix with the nobility at Delhi, the Mughal capital.

(*f*) Qa'im compiled his tazkirah, *Makhzan-e Nikat*, in 1168 A H./1754-55 A.D. – a work for which he had been gathering material as far back as 1161 A.H. 1748 A.D.[7] *Makhzan* is the product of a mature and cultured mind, and indeed other contemporary tazkirah writers acknowledge Qa'im's skill by taking copious extracts from his verses. For example, Mir (1165 A.H.) devotes seven pages, and Gardezi (1166 A.H.) four pages to Qa'im; their two tazkirahs appear before Qa'im's.

Now, to conclude, we presume that Qa'im had written his tazkirah at about the age of thirty[8] –the age when Mir compiled his own; or at thirty-three—which was the age of Mir in 1168 A.H. This means that Qa'im must have been born between 1135 and 1138 A.H. (1723 and 1726 A.D.); he was in his early twenties when *Insan* died; he was about ten to fifteen years younger than Sauda[9]; was about fifty when Muṣḥafi saw him at Tanda, and he was past sixty when Muṣḥafi wrote his *Aqd-e Surayya*. And when he died in 1208 A H./1793-94 A.D. he had already attained the age of seventy.

II.—THE DEHLAVI PERIOD OF HIS LIFE

(1) *When did Qa'im arrive at Delhi?* Nothing is known of his early life at Chandpur, nor when he left his birth-

7. Cf. Yakta, *Dastur*, pp. 50-53.

8. There are other tazkirahs which were written at a much younger age. For example, Shefta wrote *Gulshan-e Be-khar* at the age of 26, and Lachmi Nara'in *Shafiq* compiled *Chamanistan-e Sho'ara'* when he was only 17. We have to take into consideration other factors of the poet's life as well, and it is not merely implied that the essential age for writing a tazkirah is thirty.

9 According to Fa'iq Rampuri Sauda was born in 1118 A.H., while Qazi 'Abdul Wadud has modified his previously held view of 1119 to the third decade of the XII century A.H (Cf. *Mir Hasan*, p. 143, and *Savera*, Lahore, No. 29, p. 47).

that Mīr should consider the third decade of life as the age of youthfulness (*javānī*).

(*b*) Muṣḥafī, in his first tazkirah (*'Aqd-e Ṣurayya*, 1199 A.H.) writes that Qā'im has crossed the 60-year-mark (p. 46). Muṣḥafī, like Mīr, had personally known Qā'im, and could not have grossly miscalculated his age.

(*c*) Muṣḥafī again, in his second tazkirah (*Tazkirah'e Hindī*, 1209 A.H.) recording the death of Qā'im (which occurred a year before) recollects the happy memories of the three months he spent with Qā'im at Ṭāndā (in the first quarter of 1772 A.D.); and he writes that Qā'im had already entered the stage when the black and grey hair are about equal (*ayyām-i du-mu'ī*). This normally happens in the late forties, and fifties

(*d*) In one of the *Qiṭ'as* Qā'im has depicted a pathetic picture of his last days when he was destitute, his spirits at the lowest ebb, and when because of old age and broken health, he could hardly manage to walk a few paces. In the climate and country where Qā'im was born and reared, this stage usually comes at about the age of seventy.

(*e*) Qā'im came to Delhi in his childhood. Among others, he was attached to at least three nobles of the Muḥammad Shāhī era (Sept. 1719—April 1748), namely, Ni'matu'l-lāh Khān, Asad Yār Khān *Insān*, and the eunuch Basant Khān. Although Basant Khān and Ni'matu'l-lāh Khān outlived Emperor Muḥammad Shāh, and also served his son and successor Aḥmad Shāh (April 1748—June 1754) even so Asad Yār Khān *Insān* died three years before the death of Muḥammad Shāh—on April 15, 1745.[6] This should imply that

6. Sarkar, F.M.E., I, pp. 12-13 and 21-22.

brother,[4] this cannot be taken as a rule, since there was no set 'line' for family names in Qa'im's times (nor, to a great extent, even now.) The possibility cannot be ruled out that Qa'im could have been named Qiyamu'd din. Even Muṣḥafi, in '*Aqd-e Ṣurayya* (1199 A H./1784-85 A. D.) writes his name Muhammad Qa'im; but in his following tazkirah (*Tazkirah'e Hindi*, 1209 A.H./1794-95 A.D.) the same author puts it as Qiyamu'd-din. The fact that Qa'im, in his own tazkirah, writes his name as Qiyamu'd-din (both in the India Office Library MS., and the published one) cannot be taken lightly, and this should settle the issue, which anyway is not a major one.[5]

Then there is the problem of his date of birth. As is true with most of the early and mediaeval Urdu writers, no record is available of the date when Qa'im was born. This applies to his own, as well as to a host of other tazkirahs. Nevertheless such an important item cannot be allowed to go altogether unnoticed. Since there is material derived from relevant contemporary sources, it is highly probable that we may hit the target with reasonable accuracy.

(*a*) Mir, who was personally acquainted with Qa'im, makes mention in his tazkirah (*Nikatu'sh-sho'ara'*, 1165 A.H./1751-52 A.D.) of Qa'im's youth and amorous inclination towards (human) beauty (*husn parast*). Mir has got a fairly critical eye and he often succeeds in expressing a lot in surprisingly few words; just a casual remark is sometimes quite revealing. He takes some liberty in bracketing Sauda (along with Naji, Taban, Bedar, Fighan, Tamkin, Ziya, etc.) and Qa'im together as young men; however, it is natural to think

4. According to Qa'im, *Makhzan*, p 10.

5. I entertain the same view. His name must have been Qiyamu'd-din, since the poets are generally known from their *nom de plume*, tazkirah writers, out of respect, sometimes tend to add 'Muhammad' to his poetic name.

QA'IM CHANDPURI[1]

His Life and Poetry

I.--NAME, PLACE & DATE OF BIRTH

All the *tazkirahs* (biographical anthologies) agree that Qa'im was born at[2] Chāndpur, a town in the district of Bijnaur, in U.P.

But there is some controversy about his name: whether it was Muḥammad Qiyāmu'd-dīn, Qiyāmu'd-dīn 'Alī, or Muhammad Qā'im.[3] There are those who say that his adopted name or title (*laqab*) was Qiyāmu'd-dīn, and Muḥammad Qa'im his name (='*urf*. according to *Dastūr*); this, according to them, is more in line with the other names of his family, namely, Muḥammad Mun'im (brother), Muḥammad Hāshim (father), and Muḥammad Akram (grandfather, according to Muḥammad Ḥusain, or son, according to S. Shāhid Ḥusain). The last two names, i.e. Akram and Hāshim, are not mentioned by Qā'im or any other tazkirah writer. But, besides the fact that Mun'im was the poetic name, and not the name of his

1. Qā'im Chāndpurī (d. 1208 A.H /1793-94 A.D.) was a leading Urdu poet and tazkirah writer, and yet no satisfactory answer is available to the very basic questions about him. In the present study I have tried to link the scattered bits together, and to provide a basis for further research on this poet. The material has been derived from Qā'im's own poems, various tazkirahs, and, of course, from the contemporary history, to which I had to turn, again and again, for guidance. A list of the major sources which frequently appear during the course of study, written in abbreviated form, has been given at the end of the article.

2. Pandit Padam Singh Sharmā writes (*Nuqūsh*, Dec. 1961) that one section of Qa'im's family still living in a village called Mahdud, four leagues (*kos*) north of Chāndpur, claims that Qā'im was born in that village, and later went to Chāndpur. In either case, it will not make much difference if Chāndpur is accepted as his birthplace—or a village in its suburbs.

3. Cf. *Makhzan*, p. 1; *Nigār*, Aug. 1928, p. 6; *Nuqūsh*, July 1961, pp. 58-59, *Ma'ārif*, April 1951, p. 289; *Dastūr*, p. 43

QA'IM CHANDPURI

His Life and Poetry

By

IQTIDA HASAN

Instituto Universitario Orientale

NAPLES (Italy)

Printed in:

Oriental College Magazine, February, 1965

كردفان إبان عهد الإدارة التركية

اورینٹل کالج میگزین

مئی ۱۹۶۵

شمارۂ مسلسل ۱۶۱

اورینٹل کالج میگزین

مئی ۱۹۶۵

جلد ۴۱، شمارہ ۲ شمارۂ مسلسل ۱۶۱

مدیر
دکتر محمد باقر

باھتمام مسٹر احسان الحق، ھیڈکلرک، یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاھور
پرنٹر و پبلشر اورینٹل کالج میگزین، پنجابی ادبی اکیڈیمی پریس، لاھور
میں طبع ھو کر اورینٹل کالج، لاھور سے شائع ھوا۔

سالانہ چندہ: آٹھ روپے

عرفا کا ایک غیر مطبوعہ تذکرہ

قصر عارفان

اثر

مولوی احمد علی

باهتمام

دکتر محمد باقر

[شائع شدہ : اورینٹل کالج میگزین مئی ۱۹۶۵]

فہرست مندرجات

معرفی

تذکرۂ **قصر عارفان** کا ایک حصہ پیش خدمت ہے۔ یہ مولوی **احمد علی** کی تالیف ہے جو حضرت شاہ سلیمان تونسوی قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید با صفا تھے اور حیدر آباد (دکن) کے معروف عالم مولوی مسعود علی محوی کے والد تھے۔

قصر عارفان ۱۲۹۱ ہجری قمری (۱۸۷۴ میلادی) میں ترتیب دیا گیا۔ اور اس میں آغاز سے لے کر حضرت شاہ سلیمان کے زمانے تک چشتی، قادری، سہروردی اور نقشبندی مشایخ کا تذکرہ موجود ہے۔

یہ تذکرہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس میں انیسویں صدی میلادی تک صوفیا اور مشایخ کے حالات جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اور اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ دنیا میں یہ خطی نسخہ منحصر بفرد ہے، جسے ان صفحات میں نقل کیا گیا ہے۔ میں نے حیدرآباد (دکن) اور تونسہ سے بھی اس کتاب کا کوئی اور نسخہ دریافت کرنے کی کوشش کی، لیکن معلوم ہوا کہ اب اس کا کوئی اور نسخہ موجود نہیں۔ پھر یہ نسخہ مولوی احمد علی صاحب کے اصل نسخہ سے کتاب کی تکمیل سے چند ماہ بعد یعنی ۱۲۹۳ ہجری قمری ۱۸۷۵ میلادی میں نقل کیا گیا ہے اور کسی وقت ان کے بھائی شیخ علی احمد کی ملکیت تھا۔ مولوی احمد علی صاحب کی اولاد اس وقت پاکستان میں ہے اور راقم نے ان سے رابطہ پیدا کیا ہے۔ اس تذکرے کا مکمل متن شایع ہو جائے گا تو مولوی احمد علی صاحب کے مکمل کوائف حیات اس تذکرے کی تفاصیل اور اشاریہ کے ساتھ شایع کئے جائیں گے۔

محمد باقر

[ص۲]بسم الله الرحمن الرحیم

آغاز کتاب فیض انتساب **قصر عارفان** مشتمل بر شجرات وحالات محتوی بر بعضی از حکایات حضرات ایشان تا جناب حضرت مولانا مرشدنا خواجه‌شاه محمد سلیمان قطب زمان قدس الله تعالی اسرارهم اجمعین الی یوم‌الدین تالیف جمع آورده عاصی حقیر سراپا تقصیر **احمد علی** یکی از کمتر غلامان آستان ، ملایک دربان جناب قیوم یزدانی ، حافظ کلام ربانی سید السادات ، منبع‌البرکات حضرت مولانا و سیدنا حافظ قرآن ثانی شاه سلیمان صاحب نعمت اصلی آن قطب دایره ایمان حافظ سید شاه محمد علی خیر آبادی قدس سره‌العزیز ۔

باب اول

مشتملبر یکصد و پانزده منازل ده ازان منظومه

در حمد و ثنای باری و نعمت و تحیت و دعا و التجا بوسایل بعضی حضرات با برکات و بنیاد استحکام این قصر عالی و یکصد ازان منثور در مقاصد و خانوادگان مشهور و پنج اخیر شجرات اندر هر یکی چندین وصل حضرات هر چار خانواده و در هر وصلی ذکر

نعمات خلافت و برکات صحبت علاوه از مرشد وصل ماقبل از حضرات دگر مروج خاندان طریقت حضرت مرشد:-

منزل اول در حمد و ثنای حضرت کریم کار ساز و رحیم بی نیاز

بنام آنکه اندر قالب خاک
دمید از لطف و احسان روح ادراک

خمیر دل مصفا کرد از نور
ازان نوری دو عالم گشت پرشور

[ص ۳] حبیب خویش کرد اولاد آدم
محمد را شفاعت خواه عالم

هم او را خاتم پیغمبران کرد
ز آدم تا مسیحش پی روان کرد

نماید گه ارنی لن ترانی
فزاید گه قرب جاودانی

تجلی گه فرماید سر طور
حریم وصل گه آراید از دور

شکیبایی دهد آزرده جان را
توانایی دهد هر ناتوان را

شب دیجور عاشق را دهد نور
دل آباد زاهد را دهد شور

گه آرد از دل مجنون خروشی
زمانی از دم منصور جوشی

ز معشوق دمی عاشق نماشد
دمی چون غیر گاهی آشنا شد
ز فیض اولیا اقلیم بهر ساخت
دل افسردگان را لعل و در ساخت
جمال عزتش هر سوی تابان
سحاب همتش هر جوی باران
شریک خلوت هر عشق بازی
انیس قدس در راز و نیازی
رفیق دردمندان دل‌افکار
شفیق راز جویان طلبکار
دل شب زنده داران شاد از وی
زیارتگاه دل آباد از وی

منزل دوم در نعمت و تحیّت بر حضرت سرورکاینات مفخر موجودات جناب فیضمآب رسول مقبول افضل خلایق بعظمت حقایق

محمد سرو باغ زندگانی محمد نور شمع جاودانی
محمد موجب ایجاد عالم محمد اشرف از اولاد آدم
محمد دو جهان را قرة العین محمد جا گزین قاب قوسین
محمد رحمةللعالمین شد حضور حق شفیع المذنبین شد
محمد سرور پیغمبران است محمد افتخار هر زمان است
ز خیل انبیا سردار ذی شان طفیل او بود هر جن و انسان
نخستین گوهر دریای توحید گرامی تر خم صهبای توحید

[ص۴] فراغ از فیض او خوان نبوت وسیع از بحر او کان نبوت
معظم تر بود از هر معظم مکرم تر بود از هر مکرم
هزاران صد درود و صد سلامش بر آل پاک و اصحاب کرامش

منزل سوم در مناجات بحضرت رب‌الارض و السماوات و حسرت بصدور صغائر و کبائر تا حیات و توقع صرف بر فضل و عنایات

خداوندا ز عصیان رو سیاهم ز سر تا پای خود غرق گناهم
نباشد اندرین دنیا گناهی که مصروفش نماندم سال و ماهی
بسر گردید عمر من بعصیان ز طفلی تا جوانی بود یکسان
دریغا صرف شد این زندگانی بغفلت رایگان نقد جوانی
کنون آثار پیری شد نمایان همان حرص و هوس دارد بدامان
اگر از خوف تو فریاد کردم همانم حظ عصیان یاد کردم
چو در محراب می آرم سر خویش بود خیل بتانم پیش در پیش
سر خود تا که در محراب دارم بسر از تار جان مضراب دارم
سجودی کانست مخصوص خداوند کنم از بهر دنیا بر در چند
مکلف گر شوم در پارسایی بود کی خالی از زهد ریایی
منم در مسجد و دل در خرابات هزار افسوس و صد هیهات هیهات
منم مستغرق اندر بحر عصیان ز نقد معصیت پر جیب و دامان
هراسانم هراسانم هراسان نسازد کار ما کس جز تو آسان
چو تائب بینیم اندر معاصی ز اندوه عذابم ده خلاصی
ز خیر و شر مپرس از بندهٔ خود بذیل عفو کش شرمندهٔ خود
چو از لطف و عنایت آفریدی روان پاک در قالب دمیدی

برآنم دار کان باشد رضایت بروی من کشا راه هدایت
[ص۷۰] ز حرص و آز گردان بی نیازم ز خواب غافلی کن دیده بازم
چو از کردار بد بس شرمسارم نباشد جز بتو جای فرارم
کنی گر غور بر اطوار و افعال کجا باشد مرا گنجایش قال

منزل چهارم در تضرع بجناب احدیت بوسائل نور نبوت و صدق آل اطهار و طفیل اصحاب کبار

بنور محتجب از چشم اغیار بشوق مضطرب در وادی نار
بآن رکن رکین منزل تو بآن کرسی نشین محفل تو
بآن مخمور جام نقد وحدت بآن در شرف از عقد وحدت
شفیع آخرت در ماندگان را بعرصات قیامت ماندگان را
بصبر خاص فرزندان نامی بعز و حرمت شان گرامی
طفیل حضرت اصحاب ذی شان بصدق و عدل و حلم و علم ایشان
خصوصاً باب علم لا تناهی فروغ از وی بدرویشی و شاهی
که باشد خازن گنج ولایت علی انشاه اقلیم هدایت
وصی مصطفی اندر طریقت ولی مرتضی اندر حقیقت
بسیاحان بیدای بصحت شناور ران دریای شریعت
بعز و ناز محبوبان درگاه بسر و راز معشوقان این راه
باشک گرم عشاقان دلروز بآه سرد مشتاقان جان سوز
بآن هوی که شد از خویش آزاد ز هم جنسی یار آورد فریاد
بوجد و طاعت ارباب عرفان بزهد و حالت صورت پرستان
شب تاریک عصیانم شود روز دمد از شام هجرم صبح نوروز

منزل پنجم در آرزوی ثبات بحفظ از معاصی از روی توسل بجناب فیضمآب حضرت با برکت رهنمای حق، مخزن فیوض مطلق پیر روشن ضمیر مولانا و مرشدنا سید شاه حافظ محمد علیصاحب دام فیضا ذهم علی مفارق المریدین

[ص:٦] چو نبود طاقت بار گناهم بدرگاه خدای عذر خواهم
بشوق خاکپای سید پاک که شد در زهر عصیان عین تریاک
دلش بیدار و چشمش عین جادو جبین محراب زهد طاق ابرو
ز دریای کرم در یتیمی ز بحر محترم فیضی عمیمی
سعید و سبد و عالی جنابی بچرخ رهنمایی آفتابی
شرف از ذات او اهل زمان را فروغ از فیض عامش عارفان را
درخشان روی او از نور شاهی برو مکشوف از خود تا بماهی
سلیمان دولتی در پادشاهی سکندر حشمتی در پارسایی
بظاهر جا نشین مسند شان بمعنی ثانی شاه سلیمان
نژاد پاکش از سادات کیری طریقش ثابت اندر دست گیری
جناب سید روشن ضمیری ز پا افتادگان را دست گیری
بود نامش محمد با علی ضم بنور معرفت معروف عالم
قلم در وصف او عاجز بهر حال زبان کلک اندر مدح او لال
بپابوسی خاکش روز و شب خیز چو داری دسترس در دستش آویز
مرید او ز لغزش کی شود پست که دست حق بود بالای این دست
بحفظ حافظ علم الهی مرا محفوظ دار از هر نواهی
گناه خویشتن چون پیشن دارم بجان ناتوان صد نیش دارم

سراپا خالیم از نقد طاعت فزاید معصیت ساعت بساعت
ز بار کوه غم بی حد ملولم سبکساری ازان گردد حصولم
ز فضل تو بر آید آرزویم بدین رحمت نظر فرما بسویم

منزل ششم در خواستکاری بجناب باری برای حصول توفیق بساعت و از حضور [ص ۷] مرشد اکبر قطب زمان حضرت خواجه شاه محمد سلیمان قدس‌الله جل شانه سره‌العزیز بذل عنایت

عطا فرمای توفیقم بطاعت پس از شاه سلیمانم عنایت
در مقصود از بحر گرامی فرید ملت از سلک نظامی
ولید وقت در کشورستانی وحید دولت فخر زمانی
چراغ نور خالد ذیل در ذیل فروغ خاندان جعفری خیل
شرفیاب ز لال آبحیوان کابم نور از کوه سلیمان
نظام فخر ملت نور عرفان جناب حضرت شاه سلیمان
جنید وقت و شبلی زمان بود بوی یار زمین و آسمان بود
مقام و منزلش تونسا و سنگر ازان رو انتخاب هفت کشور
رسد هر کس که بر جای مزارش شود پر فیض دامان و کنارش
کرامت کن مرا رزق لطیفی ز درگه ویم موری ضعیفی

منزل هفتم در التجا بجناب کبریا بحق حضرت خواجگان چشت علیهم الرحمت والرضوان

بحق خواجگانم از دل و جان غلام حضرات شاه سلیمان
چو بر اعمال من گیری دلیلی کسی نبود چو من خوار و ذلیلی

وگر بخشی طفیل خواجگانم عجب نبود که خاک راه شانم
بآن سلطان این اقلیم عـالی که اقلیمی ز فیضش نیست خالی
بچون کشتگان خنجر عشق نضارت دیدگان منظر عشق
بآن در شرف از کان وحدت رکین رکن از ارکان وحدت
بچشم منتظر در جلوهٔ ناز باشک چشم محبوبان جان باز
بشکر شاکران راه تسلیم بصبر صابران رنج و تألیم
بعز و حرمت محبوب درگاه بقرب و منزل آن شاه ذیجاه
[ص۸] سیادت گوهر زرین کلاهی سعادت اختری گردون پناهی
جلیس منزل تفریح و تسکین انیس محفل ترویح و تسکین
قیام دین و دولت صدر ایمان نظام سلک ملت چشم عرفان
معطر تر گل و گلزار یزدان متاع کامل بازار یزدان
جناب خاص محبوب الهی بفرقش می سزد زرین کلاهی
ز فیض وی هزاران جنت آباد ز لطف وی هزاران عاصیان شاد
بنامش بود فرمان مشیخت بذاتش ختم شد شان مشیخت
چو شد منزل گزین در خاک دهلی معنبر گشت خاک پاک دهلی
فزودش منزلت زانسان که دانی ز اوج چرخ و خلد کامرانی
بعزت ثانی بیت الحرم شد بخدمت چون حریم محترم شد
ازین بیت الشرف آنرا بود نام که سلطان السلاطین یافت آرام
هزاران خفتگان گرد خاکش بذوق شادمان از روی پاکش
ز گرد خاک گرد آستانش سگی باشم ز چندانی سگانش
غبار معصیت شد هم ز جویش شرف یابم ز خاک آبرویش
بعجز و زار هم مقبول فرمای ز حد آستان وی بما جای
که در زیر قدومش شاد باشم ز قید معصیت آزاد باشم

منزل هشتم در قصور بی حد و غایات از لوازمهٔ
بندگی و طاعات و حصول توفیق ارادت
مستقیم بحسن عقیدت قدیم حسب بشارت
لاریب و اشارت غیب بوحدت مظاهر و
اختلاف مناظر هر دو حضرات بابرکات و
انشراح و انفراح خاطر مضطر در شان جناب
فیضمآب حضرت مولانا و مرشدنا حافظ سید
شاه محمد علی صاحب خیر آبادی در ندای
الطاف غیبی بقبول غلامی وی قدس سره

گناهم چون ز حصر و حد برون شد   هراس معصیت از حد فزون شد
شبی بودم درین اندوه ناگاه   سروش لطف غیبی کرد آگه
که ای شرمنده غافل از مکافات   تلافی چون نسازی بهر ما فات
هنوز آن پیر رحمت در زمانست   که ابر رحمتش هر سو فشانست
[ص۹] قریب بست سالت شد که گشتی   غلام او ولی از خود پرستی
نورزیدی ره و رسم سلاسل   هلا تا کی بمانی پای در گل
چو خواهی یک نظر افتد بسویت   ز سلطان جهان آرزویت
کلیم عصر و ابراهیم دوران   سلیمان منزلت شاه سلیمان
مصایب در گذر کردی براهش   سفر بگزیدی تا در جایگاهش
ولی محروم ماندی از قدومش   کنون بگزار این شرط و لزومش
روان این دولت بیدار در یاب   تغافل تا بکی دریاب دریاب
اگر بینی دوی اندر مناظر   نباشد جز مجاز اندر مظاهر

دو قالب دان و هر یک جان پندار یکی سبد یکی را خان پندار
چو بادام اند در یک مغز دو پوست مصفا و مجلی دوست بر دوست
نوید غیب را چون یاد کردم بفورش روی خیر آباد کردم
رسیدم بعد چندی در ارادت سعادت شد نصیبم شد سعادت
نیابند جز بوی دیگر پناهم غلام او چو گشتم پادشاهم
بدین توفیق گاهی دل کنم شاد که دست من بدست کامل افتاد
مرید صادقم سلکم مسلسل خط آزادگی دارم مسجل
و زان پس در بساط زندگانی ندارم هیچ چیز از شادمانی
بضاعت چون ز طاعت نیست درهیچ ازین اندوهناکم پیچ در پیچ
در منظوم در هر اعتباری در منثور ناید در شماری
جواهر چون جلا یابد ز حکاک نماید از غبار تیرگی پاک
نشاطی جز برین دیگر ندارم ازین غم اشک چون از دیده بارم
بصدف از دامن پیران گرفتن توان زین قید عصیان باز رستن

[ص۱۰] منزل نهم در بنای قصر عارفان محتوی بر صداقت زبان و حاجت خواهی بجناب الهی بحق حضرات اهل ارشاد که برنام نامی هریکی منازل قصر آباد برای حصول ادب بیان و یارای لسان و قبول در دل و آسانی منزل عاصی پر معاصی و نجات از آفات و حفظ و صیانت از طاغیان بوالفضول از روی پذیرایی مسئول و چشم زخم هر بد اعتقادی و تشنیع زبان هر نامرادی

توقع دارم از پیران کامل شدم بر آرزوی خویش واصل
چو قصر عارفان بنیاد کردم بهر منزل خدا را یاد کردم

اساس آن نهادم بر صداقت   که تا خالی بود از رنج و آفت
ز انوار صداقت پر فروغست   اگر خالیش گویی از دروغست
باشک دیده کردم شست و شویش   بجاروی مژگان رفت و رویش
سحر خیزان این ایوان عالی   بصدر معرفت حالی وقالی
هزاران اهل باطن خرم و شاد   که جا دارند در قصر نو آباد
زهر اقلیم هر یک کاروانی   زهر منزل بود هر را نشانی
دران مخفی نهادم گنج اسرار   طلسمی ساختم از بهر اغیار
جرس آویز شد دروازهٔ آن   رسد در گوش دل آوازهٔ آن
دلی کز یاد حق بیدار باشد   بدرگه خدایش بار باشد
چو این عالی بنا ترتیب یابد   برای دیدنش اهل دل شتابد
ز بعد سیر و گشت این منازل   شود گر اندکی تفریح حاصل
بحق من دعای خیر سازند   بدین نعمات ما را سرفرازند
خداوندا بحق اهل ارشاد   که شد برنام شان این قصر آباد
در فیض ادب بکشا برویم   ز قصر عارفان راه تو جویم
ز دنیا بی سروسامانیم بخشش   بقصر عارفان دربانیم بخشش
[ص۱۱] زجاروبی قصر عارفانم   خس و خاشاک برخیزد زجانم
دل مارا بدردت آشنا ساز   ز بانم صادق و وهم رسا ساز
بقدر عفو عصیانم جزا ده   دلم را درد و دردم را دوا ده
حصول مغفرت پژمردگان را   قبول اوج قصر عارفان را
چنان شاداب گردان کشت زارم   که سر سبزی بر آید از غبارم
ز هر یک منزل این قصر عرفان   شعاع صدق خیزد نور رخشان

ز قندیل قبولش روشنی ده ز طعن بوالفضولش ایمنی ده
ز چشم خشم هر بد اعتقادی ز تشنیع زبان نامرادی

منزل دهم در شفاعت اخروی بو ساطت جناب خسروی محبوب ذات منزه از صفات و التجای حضور دوام تا روز قیامت زیر خاک آستانش و ذکر نام نامی پیر رهبر طریق نظامی و استخراج و استنباط نام یکی از بدترین غلامانش

شفیع آخرت داریم شاهی چشاهی پادشاهی کج کلاهی
جنابش مورد فیض مخلد بسلطان نظام الدین محمد
بود سلطان ملک کامرانی بود سر خیل خیل جاودانی
صفات بندگی چون گشت زایل روان پاک او شد روح کامل
چو منزل گاه وی عرش برین شد عروج از حد وحدت هم قرین شد
مقام و منزل تو بس فزون گشت حجاب ظاهری از تو برون گشت
قبای بندگی از برفکندی بسر کردی کلاه ارجمندی
منزه تا شوی از رنج و آفات ترا مخصوص شد محبوبی ذات
لباس پادشاهی در برت راست که تاج دلبری حق بر تو آراست
چو پوشیدی قبای پادشاهی روان شد حکمت از خور تا بماهی
عروس مملکت اندر کنارت جلوس سلطنت در پیشکارت
[ص۱۲۱] متاع دو جهان داری در آغوش وزان پس جای آن باشد که خاموش
ز محبوب خدایم التجایی پس از مردن برای قبر جایی
الف را گر بدل با میم دارند غلامی از غلامانش بر آورند

مراد ما بدین نام گرامی ز پیر رهبر از سلک نظامی

تمام شد ده منزل منظومه از باب اول قصر عارفان مشتمل بر یکصد و هشتاد اشعار

منزل یازدهم آرایش کلام بذکر خیر آفرینش نور نبوت احمدی و حقیقت محمدی و فضائل جناب رسالت منزلت برسایر مخلوقات و تمامی موجودات خاص و عام

اول چیز یکه از تجلی خاص جناب احدیت روداد نور محمدی و حقیقت احمدی بود ـ اندرین حال حقایق جمیع کاینات از تفاصیل و تفاریق آن نور ذات باشد تا صورت عنصری جسمانی انسانی که اول افراد آن حضرت ابوالبشر آدم بود هر چند حضرت وی از روی تصور اصل اصول نوع انسانی و ازین که اعمال خیر تمامی انبیا و اولیا و سایر خلایق در جریده عمل وی ثابت و هر کمالی که در نوع انسانی بروز کرد بر طریق انطواء و اندراج اجمالی در ذات جامع البرکات وی موجود بود افضل بنی آدم باشد ، الا شرف و منزلت جناب فیضمآب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی الله علیه وآله وسلم بر سایر عالم چنان ظاهر که حاجت تصریح ندارد و اگر منظور وی نبودی ارض و سما پدیدار نگردیدی۔ از حضرت آدم تا حضرت عیسی علی نبینا و علیهم السلام هر یکی از انبیای کرام تابعالم ظاهر رسید بشرف نبوت و عز رسالت کامیاب نگردید ـ جز جناب رسول مقبول که بوجود روحانی از منازل جاودانی در مناصب نبوت و در مناقب رسالت جا یافت و باستجماع و استکمال جمیع

حسنات و خوبی و خطاب محبوبی پرداخت بصاحب لوای الحمد و صاحب مقام محمود خیر بشر شافع یوم حشر متصف و ملقب گشت و بشفاعت عظمی و خلافت کبرای بشارت پذیرفت۔ درین صورت تمامی انبیا و رسل که از حضرت حق مطلق مامور ابلاغ احکام و ماذون ارسال پیام شدند درنیابت جناب شفاعت انتساب مخبر و مبشر از قدوم برکت لزوم وی بودند ۔ همچنان [ص ۱۴] شرایع ایشان فروع اصول شریعت مهدی بل اصلی احکام متفرع از نور احدیست و اختلاف آن حسب استعداد و استطاعت و لیاقت و صلاحیت اعیان و عوام هرامت و مناصب و مناقب صاحب دعوت و مناسب صلاح وقت پدید آمد ۔ هرگاه بذات مستجمع صفات ظهور فرمود بر نسخ و اصلاح ادیان و ملل رواجی که باقتضای باطنی باعث شیوع و نفاذ آن بود بقدر ضرورت پرداخت ملت ابراهیمی را بشریعت خاص ترو تازه ساخت بجسم ظاهری در حالت بیداری برای معراج و اعراج طبقات سماوی و حضور بحضرت احدیت شتافت ۔ اندران قرب قاب قوسین او ادنی نود هزار کلام معجز نظام بی حجاب و تفاصل و بلا تعرض و توسل استماع یافت ۔ الغرض وی خاتم پیامبران و افضل ترین حضرت ایشان بل فاضلتر و کاملتر از تمامی مخلوقات نوری و ناری و جسمی و رسمی وغیرهم و افضلیت جناب فیضمآب از سایر موجودات هیجده هزار عالم علوی و سفلی در تصور و تخیل نی چنان باشد که مقابل هر فردی یا گروهی یا قومی یا صنفی فاضل آمد ، بل بدین معنی چون تمامی خلایق از هر قسم بجمیع کمالات ذاتی و صفاتی و همگنان فضایل صوری و معنوی اجتماع پذیرد حضرت خیر البشر در مقابل همگنان راجح و فاخر و افضل و اکمل باشد

اقوالش احکام شریعت افعالش سر انجام طریقت ذاتش بحر معرفت حالتش عین حقیقت، بیت:

آن صدر ایوان وصل وان شمع جمع انبیا
خورشید برج سلطنت جمشید تخت کبریا

منزل دوازدهم در گفتار فضایل حضرت انبیای کبار علی العموم بر اولیای عالی وقار و تصریح معانی نهایت کار انبیا هدایت کار اولیا

ذات پاک انبیای کرام تعمیماً بر اولیای عظام فضیلت دارد، زیرا که حضرات انبیا علی الدوام صاحی اند و غالب الاحوال و حضرات اولیا صاحی وهم ساکر باختلاف الحال و آن که شهرت دارد که غایت کار انبیا هدایت کار اولیا باشد ـ تصریحش اینکه سالک طریق را می باید که تا وقتیکه در استکمال مدارج نبوت و اتمام معارج نعمت جمیع احکام از اوامر و نواهی شریعت برخود گوارا قبول نسازد یا که اصول و فروع نعمات ربانی از آیات قرآنی تا نزول آیت اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ظاهری اکتسابی یا تعمیمی تسلیمی خواه باطنی وهبی یا فیضی در استحصال نیارد قدم در شاهراه ولایت و طریقت نمی تواند نهاد [ص ۱۴]

منزل سیزدهم در تصریح فضایل نبوت مع ولایت لازمه نبوت و ترجیح ولایت و بیان آنولایت افضل من النبوت و معنی صحیح

حضرات انبیا را دو فضیلت در ذات واحد جمع می باشد یکی ولایت که بوساطت آن فیض از حضرت حق می ستانند یکی نبوت که بتوسل آن فیض ممدوح بر خلایق ایثار می سازند ـ درین صورت

آن ولایت نبی بر نبوت نبی افضل بود زیرا که آن التفات بحضرت حق باشد و این رجوع بخلق - مراد قایلان اقوال مذکور هم چنانست نی این که اولیای امت جناب رسالت مآب فایق اند از انبیای سابق - هر چند در حدیث وارد که علمای امت ما چون انبیای بنی اسرائیل اند الا مقصود ازان همانست که بعد مناصب انبیا مراتب کبار اولیا خواهد بود که اطلاق علمای راسخ بر حضرت ایشان صدر و حدیث ممدوح در حق شان آذان ناطق باشد -

منزل چهاردهم در مناقب حضرات اولیای حضرت حق مورد فیوض مطلق و بودن کرامت اولیا من تممات معجزات حضرات انبیا

منزلت و قرب حضرات اولیا کرام از صدیقان و شهیدان و عارفان و کاملان و عابدان و زاهدان علی تفاوت درجات بعد از انبیا علی نبینا و علیهم السلام بدرگاه قادر کارساز ثابت - در حقیقت این گروه عالی شکوه اولی الامر و الارشاد اند اطاعت و انقیاد محبت و اعتقاد بعد خدا و رسول بر ایشان جمیع خلایق را واجب و لازم و صاحب ارادات صادق را فرض عین - و مخفی مباد که این فریق صاحب تحقیق بر هر ملت و هر امت سابق ذیل انبیای ذی شان و بعد ایشان بودند - قرآن مجید بدان خبر میدهد و در احادیث صحیح وارد که جناب رسالت مآب از اخبار اسلاف صالحان و عارفان حکایات بدیع باصحاب روایت کرد و کرامت اولیا من تممات معجزات حضرات انبیا و بر حق و قابل تسلیم صاحب فتوحات فرماید که کرامت ولی مانند معجزهٔ نبی تواند بود هرگاه مقصود ازان تصدیق نبوت باشد -

منزل پانزدهم ذکر خیر اولیای امت محمدی و فضیلت اهل بیت رسالت و نبوت و اصحاب کبار از مهاجرین و انصار مشرف صحبت با برکت

باید داست بصداقت و ایقان که اولیای این امت بعد از احتجاب نور نبوت فاضلترین خلایق باشند و عماید ایشن اهل بیت رسالت [ص ۱۵] و نبوت که در حقیقت فروع کامل از اصول نبوت و از اجزای روحانی و اعضای جسمانی صاحب نور رسالت اند و اصحاب کبار از مهاجرین و انصار که بشرف صحبت جناب رسول مقبول و برکات نزول وحی سماوی ایمانی کامل نصیب این حضرات بود رضی الله سبحانه عنهم -

منزل شانزدهم در ذکر از عارفان اولیای است از اعلان اسرار کرامت بلا ضرورت رحمة الله جل شانه علیهم

کاملان طریقت از خوارق عادات که عام خلایق آن را کرامت نامند اعتراض کلی و احتراز قطعی کرده اند خصوص، زیاده بدان موجب که دران نوعی خطر معاوضت اعمال دنیا بدنیا و ازین رو شرکت در احکام استدراج احتمال دارد الا وقتیکه ضرورتی قوی دینی لاحق حال گردد جایز بلکه مورث جزای خیر بود چنانکه بر انبیا علیهم الصلوٰة و السلام اعلان معجزات نبوة فرض باشد بر اولیای کرام کتمان کرامات ولایت فرض باشد -

منزل هفدهم در اخفای حال اهل کمال

ارباب حال و اصحاب کمال دوام در اخفای راز و نیاز ساعی و مجاهد اند و همه ازین رو بعض اهل طریقت راه ملامت ورزیده

اند، الا هرگاه که عنایت ایزدی واردات ازلی اقتضا نماید مقر و مفر ازان ندارند که حضرات خواجگان ما علیهم الرحمت و الغفران ارشاد سازند که کامل‌الاحوال آن کسان بودند که اسرار دوست در هدایت انکشاف نکردند تا باعتماد کافی بر اسرار دیگر واقف شدند، سالک طریق را باید که هر روزی از صد هزار ملک بگذرد و قدم پیشتر زند و از عالم غیب خبردار باشد زیرا که هر کسیکه از عالم غیب خبر ندارد او خود سالک و درویش نباشد :

مقام سلطنت درویش دارد
ز صد سلطان فراغت بیش دارد

هر آن ملکی که واپس می گذارد
دو صد ملکی دگر در پیش دارد

ضیای نخشبی رحمة الله سبحانه علیه فرماید که بخلاف شریعت در طریقت مدعیان حپس دارند صدق۔

منزل هیجدهم در غایت کرامات اولیای کرام و تصریح بعض خوارقات عام

غایت کرامت اولیای کبار چون معجزات انبیای نامدار و خاص معجزات حضرت رسول مقبول بوقتی از اوقات مکان وقوع دارد مانند استجابت دعای خیر و شر و حصول نفع [ص ۱٦] و ضرر و طول حیات و احیای اموات و امانت احیا و طیر بر هوا و سیر بر روی آب و طی راه بعید بشتاب و ایجاد معدوم و اعدام موجود و حضور در مواقع متعدده و مجالس مختلف الامصار بوحدت وقت و کلام با نباتات و جمادات و طیور و چرند و درند وحشی و اجابت آن از جواب و تعمیل بران و تشکل بشمایل و خصایل انسانی

و حیوانی غیر خود و تسخیر کواکب و اعلان امور مخفی و انکشاف احوال ماضی و حال و استقبال و تصرف و شرف بر تجلی قلبی و ضمایر واطلاع بر خیالات باطنی و اطعام جمع و افراز طعام قلیل و احضار طعام و شراب و نقود و اجناس ضرورت وقت حاجت و نزول باران رحمت و دیگر بر این قیاس که حصر آن نمی توان کرد

منزل نوزدهم در مواقع ظهور خوارق عادت و فرق در استدراج و کرامت

خوارق عادات که ازین حضرات رحمة الله علیهم صورت می گیرد برای اعلان توحید حضرت حق و حجت نبوت و اثبات ولایت و امامت و تصدیق سبحانه و تکذیب خلایق بر غلطی که از روی انعدام مراسم کفر و شرک و تعظیم معبودان باطل و فسخ عقاید فاسد در حقوق واجب انبیا و اولیا رودهد می باشد ، نی از بهر فروغ و فراغ اصحاب خوارق و صداقت دعاوی غیر جائز و ناموفق که اکثر بدست اهل تسخیر و ارباب سحر و تذویر در معاملات دینی و دنیوی بر روی کار می آید و که از حضرت حق کسی را در جلدوی حسن اعمال و ریاضات صعب شدید منصبی لایق دید چنان مرحمت می سازند که جزای عقبی اندران منسوب نباشد صرف در دنیا قبول خلایق تا حیات ظاهروی نصیب ماند چیزی که بر دست توحید پرست وی ظاهر گردد چندان محظور و محض باطل نخواهد بود الا در اوانی که وی دعوی عظیم در گفتار آرد یا مقابل اولیا یا در کذب تصرفات و معجزات انبیا لب کشاید۔ آنوقت بلا ریب و اشتباه افعال وی داخل احکام استدراج و خودش

مستدرج خواهد بود ـ لغوی معنی استدراج نزدیک گردانیدن است و در اصطلاح ارباب حال قران بشقاوت و ضلالت بوسایل تکبر و غروری که از دعاوی باطل صاحب آن دارد اصحاب استدراج انواع و اقسام اند ـ ارباب ظواهر نیز از روی فکر سلیم عقل مستقیم [ص ۱۰۷] در موقع دعوی و محل وقوع و صلاحیت حال کیفیت زوال فرق در استدراج و کرامت ممیز توانند کرد

منزل بیستم در ذکر اختتام تجلیات نورنبوت و رسالت بر ذات بابرکات حضرت خیر الانام و انقسام تجلیات ولایت و امامت بر چندین اقسام نصیب حضرات امام و اولیای کرام

قبل برین ذکر یافت که ذات حضرات انبیا جامع باشند در ولایت و نبوت ، هم ولایت ایشان افضل باشد بر نبوت ایشان و حضرت محمد مصطفی صلی الله جل عظمة علیه و آله وسلم در ذات واحد جمیع فضایل وکمالات جسمانی و روحانی حاصل داشت ـ باقتضای رحمت بالغ حضرت پروردگار هو الاول هوالآخر خاتم‌الانبیا والمرسلین فضل نبوت و رسالت بر ذات ذات‌الصفاتش مختتم گشت الافضل ولایت و امامت بهدی انقسام پزیرفت بر چندین اقسام و انواع حضرت رب العزت برای تحمل این نعمت حضرات بابرکات اهل بیت نبوت و رسالت علیهم السلام را که صورت کمال عملی جناب فیضمآب رسول مقبول صلی الله جل شانه علیه وآله وسلم مانند کشتی حضرت نوح علیه‌السلام بودند مخصوص گردانید و بدین اشارات بحضرت خیرالبشر در آیة : انا لما طغی الماء و حملنا کم فی البحار الخ بشارت رسانید

حضرت رسالت منزلت نیز در حدیث صحیح ارشاد می فرماید که مثال اهل بیت ما در شما مثال کشتی حضرت نوح باشد، هر کس که در آمد اندران از آفات غرق و هلاکت نجات یافت و هر کس که پس ماند ازان خود را در بلای طوفان انداخت - و باعث قوی در تخصیص این نعمات باین حضرات چنانست که کشتی حضرت نوح صورت کمال عملی حضرت وی بود - برهمین طرز آفریدگار حضرات اهل بیت را صورت کمال عملی جناب نبوت مآب گردانیده بود که عبارت از ظرفیت باشد، زیرا که کمال عملی آنحضرت بغیر تناسب تام و تقارب تمام در قوای روحانی و اقتضای جسمانی من جمیع الصفات تشخص تصور نداشت که در کسی جلوه ظهور یابد و چنان مناسبت کامل بدون توصل اصلیت و تعلق فرعیت و توالد و تناسل در اغیار امکان حصول ندارد - پس این کمال را با جمیع وسعت درجات آن که معدن ولایات متعدد و مخزن کمالات متفاوت باشد درین مجری جاری کردند و از همین مرزاب در ابرش آوردند - و همین باشد معنی امامت که هر یکی ازیشان مر دیگری را وقت [ص ۱۸] اخیر بآن فضایل وصی ساخت و بر سجاده خود برای نظم و اصلاح افراد بنی آدم و خلایق عالم قایم کرده بخلد برین شتافت - و همین باشد اصول طریقت و سر این معنی که حضرات مرجع تمام سلاسل اولیای امت مصطفوی گردیدند هر کسیکه متمسک بحبل المتین عرفان رب جلیل می شود چار و ناچار سند افادت و استفاضت وی باین حضرات با برکات صاحب کمالات مستجمع صفات انتهای پذیرد و بر امید حصول نجات از آفات درون این کشتی جا می گیرد - از ضروریات وقت و لوازم عقل که فطرت باشد

که از روی تامل، تمام پی برد و کلی در خیال آرد که نجات از ثقل طبعی عصیان که چون آن طوفان غریق می نماید که بحر محیط و اندر قعر صغیر می اندازد بدون این توسل با کسانی کرده اند که خود را مثال چوب کشتی که خود را ظرف هوای لطیف کرده بقوت باطنی درون بحار ذخار از دیاری بدیاری و ازکناری تاکناری می رساند ظرف الطف در غایت لطافت و صفا کرده باشند امکان ندارد ـ اندرین صورت بهر نوع که ممکن باشد در دل آن ظروف لطیف جا باید داد تا برکت آن ظروف لطف که مظروف آن است شامل حال ماهم شود و بحکم آن که ماهم مظروف آن ظروفیم و آن برکت لطیف هم مظروف آن ظروف گردیده اتحاد ظرف بآن لطیف بهم رسانیم و بسبب آن از ثقل معصیت وا رهیم و آن ظروف لطیف در هر وقت و هر زمان نایاب و نادر الوجود لاجرم در طلب و تلاش آنان باید شد و بدل و جان در متابعت و معیت آنان باید کوشید تا در قلوب آنان جا پیدا سازیم ـ و از برای این امت مرحوم و عاصی آن ظروف لطیف حضرات اهل بیت مصطفوی اند علیهم السلام که محبت و متابعت ایشان موجب آن میگردد که در قلوب محبوب از نور لطف تجلی شریف حضرت حق معمور مملو اند ـ بسبب مشارکت ظرفیت و مجاورت مکان بصاحب دلی توحید منزل مناسبات علی تفاوت درجات پیداگردد که در دفع ثقل معاصی حکم تریاق دارد ـ اندر حدیث شریف وارد که هرگاه آیت موصوف نازل شد سرور عالم صلی‌الله جل شانه علیه و آله و سلم علی مرتضی کرم الله جل عظمة وجهه را فرمود سالت الله جل شانه ان یجعلها اذنک یا علی [ص ۹۱] خصوصیت حضرت امیر باین شرف و منزلت از برای این بود که معنی کشتی بودن اهل بیت

بدون توسط حضرت ممدوح تخیل نداشت زیرا که اهل بیت آن جناب که لایق اینست این طریق و قابل ولایت این فریق بودند دران وقت صغیر بودند و تربیت ایشان بر دگری تفویض کردن منافی شان کمال نبوت بود. لاجرم اصول و قواعد نجات از ثقل آفت گناه را بحضرت امیرالمومنین القا کردن و ایشان را درین فضایل باقی بعد ختم نبوت امام قرار دادن و کمال عملی خود را بصورت ایشان منصور گردانیدن ضرور افتاد ، تا که ایشان بحکم ابوت و شفقت آن کمال را تر و تازه بصاحبزادگان رسانند و این تسلسل تا قیام قیامت بوسایل ایشان جاری ماند - بنا برین جناب امیر را یعسوب المومنین خطاب داده اند. علاوه بر آن جناب امیر بسبب آن که کنار عنایت حضرت سید البشر شافع یوم حشر بر درش باب شدند و از طفلی در هر امر دین و تعلم و تلقین فیضیاب نعمای نبوی گردیدند و اندر معاملات و مجاهدات رفیق و شریک ماندند و در حکم فرزندی در آمدند و بسبب قرابت قریب برادر عم زادی و شرف منصب دامادی ویرا مناسبت کلی در قوای روحانی حضرت رسالت پناه صلی الله جل شانه علیه و آله و سلم حاصل گردیده بود پس جناب امیر گویا ظل و صورت کمال عملی جناب نبوت بودند که عبارت از ولایت و طریقت باشد. و بدعای حضرت آن استعداد ایشان تضاعف پزیرفت و در نهایت مراتب کمال رسید. چنان که آثار و علامات و اسرار و کرامات آن در ظاهر و باطن اولیای طریقت از هر طریق و خانواده ظاهر و آشکار باشد - بخلاف کمال علمی جناب خاتم الرسالت که اکثر در صحابه کرام متجلی ماند ، زیرا که انطباع آن کمال را صحبت تلمذ مدت دراز و اکتساب طرز حل مشکلات و استخراج مجهولات کفایت ساز باشد بر همین

مراد ارشاد کرده اند اصحابی کا النجوم فی فلک الهدایت بایهم اقتدیتم اهتدیتم. و چون قطع دریای حقیقت بدون جناح عملی و علمی هر دو قرین یکدیگر غیر متصور باشد صاحب عقیده صحیح را بهر دو جناح مذکوره توسل و تعلق واجب و ضروریست. چنانکه سفر دریا بغیر سواری کشتی و رعایت خانه نجوم برای امتیاز [ص ۲۰] جانب مقصود از غیر مقصود امکان ندارد. هم ازین رو حضرات صوفیان ارباب تحقیق می نگارند و علمای راسخ جامع در شریعت و طریقت در تحریر می آرند که حضرت صدیق و حضرت عمر رضی الله عنهما حامل کمالات نبوت بوده اند و حضرت امیر کرم الله سبحانه وجهه حامل کمالات ولایت ازین رو ترویج احکام شریعت سبحانه و اصلاح اوامر و نواهی دین و ملت و تضاعف ملک و دولت و جدال و قتال باعدای دین و اجتهاد معاملات صدق و یقین از دست هر دو حضرات با برکات چنانکه از انبیای مرسلین علیهم الصلواة و السلام صورت می گیرد بخوب ترین عنوان سر انجام پذیرفت. و تعلیم و تفهیم منازل طریقت و معاد و تلقین و تضمین مسایل حقیقت و فواد از دست بر تصرفات صاحب کرامات علی مرتضی کرم الله جل شانه وجهه قوت بازوی مصطفی صلی الله جل عظمته علیه و آله و سلم از بهترین سامان انصرام پذیر گشت و حدیث نبوی انک یا علی تقاتل الناس علی تاویل القران کما قاتلهم و علی تنزیل القران اشاره صریح باین فرق و امتیاز درین حضرات می نماید زیرا که مقالات هر دو حضرت ممدوح جمیع بر تنزیل قران بود. پس گویا تا زمان هر دو حضرات بقایای زمان نبوت بود و زمان خلافت حضرت امیر ابتدای دوره ولایت شد. و بذین جهت علمای طریقت فضلای شریعت و خلافت ارباب

معرفت و اصحاب حقیقت جناب امیر علی مرتضی را کرم الله سبحانه وجه فاتح باب ولایت هدی و خاتمه ولایت مطلق گویند وهم ازین باعث سلاسل تمام فرق اولیا و حضرات امام کرام بآنجناب منتهی می شود و مانند جداول جاری از بحر محیط انشعاب می پذیرد و هم چنان سلاسل تلمذ و تعلیم علمای شریعت و مجتهدین ملت بشیخین و نواب ایشان مانند عبدالله جل شانه بن مسعود و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و عبدالله بن عمر می رسد و بوسایل تلامذهٔ سعید مترشح از علوم ایشان می گردد چه شریعت بدان قایم و استوار این فیضان نیز دایم و پایدار ـ و معنی امامت که در اولاد حضرت امیر باق میماند و یکی مر دیگریرا ـ وصی کرد همان منزلت قطب ارشاد مخزن خزاین حضرت رب العباد منبع فیوض معاش و معاد اندر طبایع هر یکی ازین افراد صلاحیت نهاد مقصود و مراد باشد ـ هم ازین رو حضرت امیر ذریات طاهره ویرا تمام [ص ۲۱] امت بر مثال پیران طریقت و مرشدان حقیقت می پرستد و امور تکوین عالم باین حضرات نسبت می دهد و درود و صدقات و نذر و نیاز و منت برنام با برکات ایشان می سازد ـ و چنان معاملات با جمیع اولیای فریق مرتضوی مستفیض ازین فیضان مصطفوی شعار دارد و نام شیخین درین مقدمات کسی بر زبان نمی آرد و در نذور و اعراس و مجالس و درود و نیاز شریک نمی گرداند و حل عقد دنیوی و دینی منسوب بایشان نمی شمارد کو معتقد کمال و فضایل این حضرات باشد مانند انبیا چون حضرت خلیل ابراهیم و حضرت موسی کلیم علیه السلام ، زیرا که کمال ایشان مثال کمال انبیا علیهم الصلوة والسلام مبنی بر کثرت و تفضیل و مغایرت باشد ـ و کمالات اولیا وهم ناشی از وحدت و جمع و محبت اند ـ پس اولیا

را مرات وادید افعال پروردگار عالم بل صفات و ذات آن اکرم و ارحم می توانند کرد و انبیا و وارثان کمالات ایشان را غیر از تعلق عبدیت و رسالت با فضایل ملحق این در فهم مردم حاصل نباشد ـ بدین باعث ایشان را مرات وادید صفات و ذات و افعال او تعالی نمی توانند کرد ـ الغرض بعضی از اقسام ولایت مهدی در اینجا ذکر می یابد : یکی آنکه جامع باشد با تصرف صوری و معنوی و مقرون بخلافت و امامت ظاهری و باطنی آن بر حضرت علی مرتضی قوة بازوی مصطفی که هم از خلفای راشدین وهم محرم اسرار دین بود ختم گردید ـ از حضور نبوت وی مخاطب باشد بخطاب انت منی بمنزلت هارون من موسیٰ الی آخره وانا خاتم الانبیا و یا علی انت خاتم الاولیا ـ یکی آنکه باوصف اجتماع با تصرف صوری و معنوی غیر مقرون بخلافت بامامت ظاهری و باطنی باشند ، آن بر حضرت امام ابوالقاسم مهدی صاحب الوقت آخر الزمان ختم پذیرد ـ یکی آنکه صرف از روی تصرفات معنوی باشد چنان که اقطاب عالم تاب صاحب ولایت شمسی در هر وقت و هر عصر حاصل دارند ـ یکی آنکه صرف از روی تصرفات صوری باشد چنان که سلاطین معدلت گزین در هر وقت وهر عصر اندر اقالیم و ممالک خود حاصل دارند ـ تصریح دیگر اقسام بطول می انجامد که هر فردی [ص ۲۲] از افراد انسان صاحب ایمان خالی از ولایت ایمانی و لطافت روحانی نخواهد بود اکنون باید دانست که هر قسم ولایت را خاتمی ضرور آمد ـ خاتم اول و دوم ذکریافت بحسب تقریب ـ چار خاتم دیگر اندرین محل ترقیم می پذیرد : یکی ازان حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی سید ابو محمد عبدالقادر محی الملت والدین جیلانی ، یکی ازان حضرت سلطان العارفین رحمت للعالمین مورد فیوض نامتناهی

محبوب النبی سید محمد نظام الحق والشرع والدین بداؤنی :

یکی از امت خیر النبیین
نشد جزوی کسی ختم المشائخ

یکی ازان مقتدای ارباب توحید سرخیل عرفان بحرالعرب شیخ الاکبر حضرت شیخ محی الدین ابن العربی ، یکی ازان نبی عالیجاه رفیع جایگاه اوج گزین آسمان چهارم حضرت عیسیٰ ملقب مسیح ابن حضرت مریم که بقرب قیامت نزول فرماید ـ وزان بعد تسلسل ولایت و کرامت انقطاع پذیرد ، فقط ـ

منزل بیست و یکم در ذکر قیام دوام دلایل وحدیث و شواهد نبوت بوسایل اهل ولایت تا روز قیامت و تفریق انواع اولیای کرام و تصریح سرهنگان بارگاه رب العزت و متصرفان دین و دولت و اقطاب عالمتاب و افراد و محبان درگاه رب ذوالجلال و الاکرام

خالق کریم و خداوند حکیم دلایل وحدت و شواهد نبوت را بوسایل اهل ولایت تا روز قیامت قیام دوام بخشید و این فریق صاحب تحقیق را موجب نشو و نمائی آن آفرید ـ انتظام تمام عالم و انصرام امور بنی آدم در ذات الصفات این حضرات و ودیعت نهاد ابواب فیوض و برکات بر روی لایق التفات کشاد ـ انواع تصرفات از باعث اقتباس انوار از نور نبوت در حیات و بعد ممات و برزخ و مثال بقدر وسع و ضرور جاری و آشکار چندین ازین فریق سرهنگان بارگاه رب‌العرش اند ـ صاحب حل و عقد عالمیان

کار بر آر موجودات بعالم حیات چندین واصلان و سالکان و عارفان وکاملان چندین غواصان بحر توحید چندین سیاحان وادی تفرید بعض مشتاقان وصال بعض مهجوران جمال بعض حریم خلوت خاص بعض در تحقیق معنی اخلاص بعض بحرالحقایق بعض کنزالدقایق بعض در قصر بعض در فقر - اکثر محبان اقل محبوبان اقسام و اولیان [ص ۲۳] عالم از اهل ولایت اصحاب تصرفات بطرز مختصر از کتب ارباب تصوف و تحقیق که اهل عرفان و تصدیق اند، چون فتوحات وکشف المحجوب و عوارف المعارف مترجم و صواعق حقایق و فصل الخطاب و عروة الوثقیٰ و بحرالمعانی و لطایف اشرفی و نفحات الانس و حواشی ملا عبدالغفور لاری و رسایل شیخ عزیز ابن محمد نسفی و شیخ سعدالدین حموی و مراة الاسرار و منسلک الابرار ارقام و انتخاب می یابد- هر چند در بعض مواقع از روی تفریق و تعدد و خطاب و القب و حصر و شمار درین حضرات رجال الغیب اندرین کتاب مصرع بالا اختلاف واقع تاهم متاخرین از روی مشاهدات و ملاقات در اصول متفق بوده اند - در فروع اگر نوعی از اختلاف باقی می ماند مخطور نباشد - بر ارباب بصیرت محتجب نماند که در هر آوان و هر زمان شخص متصرف جمیع موجودات در عالم حیات حاضر و موجود می باشد - لقب شریف وی قطب الاقطاب و قطب الارشاد و قطب اکبر و قطب عالم و قطب مدار و قطب جهانگیر و قطب عالم باب باشد - ولایت شمسی وی را در تصرف بود فیض حق بلا توسل از حضرت آفریدگار می ستاند - تحت نور مهدی و بر عالم علوی و سفلی ایثار می نماید - وی را دو وزیر باشد یکی عبدالملک دریمین و یکی عبدالرب در یسار و دوازده(۱۲) اقطاب دگر در تابع قطب کبریٰ باشند- هر یکی بر قلب یکی از انبیای کرام

و صاحب ورد یک سورهٔ مخصوص از فرقان چنان که اول(۱) بر قدم حضرت نوح ورد سورة یس ، دوم(۲) بر قدم حضرت ابراهیم بورد سورة اخلاص ، سوم(۳) بر قدم حضرت کلیم بورد اذا جاء ، چارم(۴) بر قدم حضرت عیسی بورد سورة فتح ، پنجم(۵) بر قدم حضرت داؤد بورد اذا زلزلت الارض ، ششم(۶) بر قدم حضرت سلیمان بورد سورة واقع , هفتم(۷) بر قدم حضرت ایوب بورد سورة بقره ، هشتم بر قدم حضرت الیاس بورد سورة کهف ، نهم(۹) بر قدم حضرت لوط بورد سورة نمل ، دهم(۱۰)بر قدم حضرت هود بورد سورة انعام، یازدهم(۱۱) بر قدم حضرت صالح بورد سورة طه ، دوازدهم(۱۲) بر قدم حضرت شیث بورد سورة ملک ـ هر یک قطب مستفیض از قلوب انبیای کرام تحت وزیران قطب اکبر باشد و بشمار و حساب هفت اقالیم ازین اقطاب اثنا عشر ، هفت(۷) حضرات هر یکی در هر اقلیم کامران[ص۳۲] - وی را قطب اقلیم شمارند و پنج اقطاب دگر نامزد باقطاب ولایت الله از توابع اقطاب اقالیم که فیض رسانی بسایر اولیای عالم و عارفان بنی آدم سازند ـ علاوه ازین پانزده حضرات از پی روی اخیار ابرار چنان مستفاد می شود که بر هر یکی از امصار و مواقع اماکن و مواضع مساکن انسانی و قریات آبادانی بقدر ضرورت لیاقت حفاظت و حراست صاحب تصرف و صاحب حفاظتی مامور و مقرر ـ وهم چنان پیر صاحبان هر یکی از فرق عابدین و زاهدین و عارفین ـ و صالحین و غیر ایشان که از حضور رب العزت نام زد نعمت خاص و بدان باعث از روی قرب و منزلت ذی اختصاص باشند ـ مقتدای مستقر که اگر بطریق مجاز وی را قطب آن آبادی و آن گروه خوانند سزاوار باشد ـ فقط درین صورت اقطاب را جز پانزده حسب تصریح صدر تعدادی معین نمی تواند شد و یکی ازین هفت اقالیم

بر قیام قطبی زیب افتخار یابد که وی را منصبی زاید از قطب اقلیم نصیب باشد ـ یعنی شرف بر قلب حضرت اسرافیل ومنزلت قطب ابدالی صاحب ولایت قمری وصاحب ریاست وحکومت جمیع ابدالان هفت اقالیم تصرف او بوساطت ماتحت خود بر تمام ربع مسکون باشد ـ هنگام ترقیات بدرجات رابع قطب الاقطاب وصاحب ولایت شمسی ومتصرف جمیع موجودات گردد برجای وی یکی از اقطاب باقی اقالیم یابد و درمنزل وی یکی از اقطاب ولایت جا پذیرد ـ ابدالان عماید شصت(۶۴) وچار اند یکی (۱)بر قطب حضرت اسرافیل که مذکورشد وچهار(۴) بر قطب حضرت میکائیل و پنج(۵) بر قلب حضرت جبرئیل وهفت (۷)بر قطب حضرت ابراهیم خلیل علی نبینا و علیهم السلام وهفت (۷) ابدال اند مقرر بر هفت اقلیم که عارفانند برلطایف معارف رب جلیل و صاحب تصرف وتسخیر سبعات کواکب وفایض از قلوب انبیا ـ قدم بر قدم این حضرت نام هر یکی منسوب بعباد باتصال مابعد از اسمای صفت باری ـ اقلیم اول(۱) منسوب بقدم حضرت ابراهیم ـ اقلیم دوم(۲) منسوب بقدم حضرت کلیم ـ اقلیم سوم(۳) منسوب بقدم حضرت هارون ـ اقلیم چهارم(۴) منسوب بقدم حضرت ادریس ـ اقلیم پنجم(۵) منسوب بقدم حضرت یوسف ـ اقلیم ششم(۶) منسوب بقدم حضرت عیسیٰ ـ اقلیم هفتم(۷) منسوب بقدم حضرت آدم علی نبینا و علیهم السلام ـ [ص ۲۵] هر یکی از هفت ابدال در اقلیمی خبرگیر و بر احاطت سیارات صاحب تاثیر ـ دو تا متجلی از نور کلیمی و ادریسی بر وقت عتاب پروردگار قهار بر ولایتی یا دیاری یا مصری یا قومی برای استیصال و تخریب آن مامور و حاضر می شوند ـ نام هر دو عبدالقادر و عبدالقاهر ولایتی ـ و چهل (۴۰) ابدال بر قلب حضرت کلیم اکثر در دیار عراقین اقامت دارند ـ الاجمیع شصت و چهار(۶۴)

ابدال دو اطراف و اکناف عالم برحسب اقتضای وقت و ضرورت سایر و طایر اند - در سال تمام دوبار در عرب اجتماع پذیرند و سیصد(۳۰۰) ابدال صفوت :شمال فایض از قطب حضرت آدم صفی مقیم جبال حوالی شمال اند که ارض آن نواحی بعرض بلدان از خط استوای ارضی از هفت اقالیم ، مقرری انقسامی بعد شصت و پنج دارد از درجات آنرا دوایر ابدال می نامند - اوشان را چندان حاجت بسیر وطیر نباشد - الا هرگاه ترقی مناصب در جماعت چهل (۴۰)ابدال موسوی انسلاک یابند بجای ایشان یکی از عابدان و صابران صافی مذهب صوفی مشرب استقرار پذیرد - بر هر ، چهار ارکان دنیا چار کسان قایم - لقب شان اوتاد عبدالودود (۱) بسر زمین مغرب ، عبدالرحمان (۲) بسر زمین مشرق، عبدالرحیم (۳) در جنوب ، عبدالقدوس (۴) در شمال - وحضرت ابرار چهل کسان اند بر قطب حضرت خلیل ، بعض در عراق و بعض در شام باشند - عزل ونصب و ترقی و تنزل اقطاب و ابدال و اوتاد ابرار در فرمان قطب جهانگیر باشد - صاحب تصرف علوی و سفلی و صاحب نعمتی دگر هم منزلت قطب دهر باشد که ویرا غوث وقت گویند - غیاث و فریاد رسی خلایق بحضرت وی تعلق دارد - او را نیز چندین توابع باشد - چار ازان عماید مانند اوتاد هفت ازان اخیار مانند ابدال اقالیم - عماید بنام نامی جناب رسول مقبول و اخیار باسم سعید شهید کربلا شهرت دارند - هفتاد (۷۰) ازان نجبا که آسامی هر یکی بنام حضرت امام دوم و سیصد (۳۰۰) ازان نقبا که هر یکی باسم حضرت علی مرتضیٰ مرتسم نجبا در دیار مغرب و نقبا در نواح مصر باشند هر یکی از قطب ارشاد تا مجاز و قطب ابدال تا مقیم جبال و غوث وقت تانقبا با یکدگر دانا و شناسا و مطاع و مطیع و تابع و متبوع وهم داستان و هم صلاح و ترقی پذیر علی طریق ترتیب و صاحب نعمات وتصرفات

باطنی باشند، اما مکتومان بقدر چار هزار [ص ۲۶] کسان در عالم اند که جمال حال خود ندانند - اندر کل احوال خود محجوب و نیز از خلایق مخفی مانند - خود را هرگز نشناسند جز صاحب کشفی صحیح پی بر حالات ایشان نبرد، الا وقتیکه ایشان را بلا رضا و برضا بر جای رجال الغیب طبقات عشره منتظم سازند بر حالات خود وقوف یابند، وگاه منزلت قطب اقطاب و منصب غوث دهر در ذات واحد اجتماع یابد و هر چند قطب عالمتاب مقتدر بر جمیع کاینات و مصدر تجلی ذات و صفات حضرت رب العزت است - همچنان غوث الدهر - الا گروه پر شکوه افراد چیزی دگراند بفضایل و مناقب بالا تر از قطب دهر و غوث عصر و هر دو حضرات نیز هرگاه بوفای حیات ترقی پذیرند در گروه افراد رسند - این فریق را کاری و شعاری تفویض نباشد جز مشغولی در حرم قدسی و آن محض محل تفریح و انبساط و موقع تعیش و نشاط آمد - و حضرات افراد را تعدادی مقرر نمی تواند شد که منحصر بر خاص عنایت آزل و طی منازل و بقای حیات و خروج از صفات نهاده اند کرا در این دولت کشایند و کرا درین عزت رد نمایند - افراد بر دو قسم اند : کامل و غیر کامل - از مناصب افراد چون رفعت پذیرند قطب وحدت و قطب حقیقت شوند - آنوقت صفات بشری کلی زوال پذیرد، زیاده حد ادب - همدران منزلت معشوق و محل محبوبی بود پر انوار از نور محمدی صلی الله جل شانه علیه و آله و سلم - در غایت این راه از اولیای امت و افراد طریقت دو (۲) حضرت بابرکات بعد از طی منازل واصل شدند : حضرت سید محی‌الدین عبدالقادر جیلانی رحمةالله جل شانه علیه و حضرت سید نظام الحق والدین احمد بدایونی - حالا باید دانست که سیر الی الحق را غایتی بود وسیر فی الحق را پایانی نباشد،

که بحر یست تا پیدا کنار.

منزل بیست و دوم در ذکر خیر حضرت الیاس و حضرت خضر ابوالعباس علی نبینا و علیهما السلام

بعض حضرات عالی درجات چون صاحب عروة الوثقی و صاحب فتوحات این هر دو حضرات با برکات را در گروه رجال الغیب امت محمدی تصوربده اند - حضرت الیاس پسر سام بن حضرت نوح بود - حضرت خضر پسر ملیان بن طبان بن سمعن بن سام - در این حال [ص ۲۷] جد خضر برادر حقیقی الیاس باشد - ارباب تصوف حالات خضر در ذخایر خود تفصیلاً تحریر کرده اند که با قطب وقت اکثر صحبت دارد - تعلیم اکثر اذکار بصالحان روزگار می نماید و در مواقع متبرک اکثر گذر می سازد - بقدر ده اصحاب در صحبت خود می دارد چنان که مصاحب حضرات انبیای کرام بود می سزد که در صحبت ذوالقرنین اکبر که بعد از حضرت صالح و قبل از حضرت ابراهیم بود مخاطب کلام از حضرت پروردگار و در مجالست اسکندر نامدار رومی نیز در آمده باشد - شاه رومی معروف بذوالقرنین اصغر از توابع ملت کلیمی بود -

منزل بیست و سوم در انقضای زمان از آفرینش حضرت آدم تا ولادت جناب رسول مقبول صلی‌الله علیه و آله و سلم

امام ابوالفتح ناصر الدین در معارف می نگارد که بروایت وهب عمر حضرت آدم هزار سال بود - از وفات ایشان تا وقوع طوفان نوح دو هزار دویست و چهل و دو سال و از طوفان تا وفات حضرت نوح سیصد و پنجاه سال و از وفات نوح تا وقت انتقال

حضرت ابراهیم دو هزار و دوبست و چهل و شش سال و از ابراهیم تا موسی هفت صد سال و از موسی تا داؤد پانصد سال و از داؤد تا عیسی هزار و صد و از عروج حضرت عیسی تا ولادت خاتم الانبیا ششصد و بیست سال ـ بر این تقدیر از خلقت آدم تا میلاد جناب رسول مقبول بقدر هشت هزار و هفت صد و هشت سال می شود ، الا حمزه بن اصفهانی در تاریخ خود گوید که از آدم تا هجرت سرور عالم چار هزار و ششصد و نود سال انقضا یافت و بروایت واقدی چار هزار و ششصد و حسب قول ابن عباس پنجهزار و پانصد سال ـ

منزل بیست و چهارم در خلافت و امامت از حضور پروردگار و انبیای کبار علیهم الصلوٰة و السلام

باید دانست که خلافت چهار قسم باشد اول (۱) باصالت که رب قدیر بلا وساطت وی را در کلام مخاطب سازد ـ آن خصوص بر حضرت چار انبیای کرام باشد که در فرقان مجید تصریح یافت اول(۱) آن حضرت آدم صفی علیه السلام که خلافت روی تفویض داشت ـ دوم(۲) حضرت ابراهیم که بر جمیع افراد انسانی امام شد سوم(۳) حضرت داؤد که ویرا نیز خلافت ارضی بود ، چهارم [ص۲۸] حضرت احمد مجتبی محمد مصطفی صلی الله جل شانه علیه و آله وسلم ـ وی رحمت عالمیان صاحب خلافت مطلق بی قید ارضی و سماوی بر تمام مخلوقات ظاهر و باطن و انس و جن شرف و منزلت پذیرفت ـ قبل از پیدایش آدم بل آفرینش تمام عالم خلافت معنوی نصیب او بود ، که صوفیان صافی آن را عالم مثال و معنی و برزخ کبری و برزخ خیالات و برزخ وحدت گویند ـ جمیع نعمات پروردگار بروی ختم

شد ـ دوام باد رحمت حضرت حق نازل بر وی و آل طاهرین وی و اصحاب کبار وی اولیای ملت وی علمای امت وی ـ دوم(۲) توارثت چنان که از حضرت آدم بحضرت شیث فرزند ارجمند رسید سوم(۳) باجازت که از اولاد و اقارب متعدد هر کرا لایق تر دیدند برگزیدند ـ چنانکه حضرت یوسف با وصف لیاقت پسران بطرز اجازت تفویض برادر خود کرد که آن پشت در پشت با کثیر انبیای بنی اسرائیل واصل شد ـ چهارم(۴) باجماع امت حضرت داؤد را نوزده پسر والا گهر بودند ـ هر یکی آرزوی خلافت پدری داشت ـ ایزد کارساز چندین سوالات مسجل و مختوم از آسمان نازل کرد تا هر پسری جوابات بوجوه معقول ادا نماید خلافت پدر یابد ـ حضرت داؤد فرزندان را فراهم آورد و قبایل بنی اسرائیل را جمع کرد ـ جمیع پسران در پاسخ سوالات عاجز ماندند ـ جد حضرت سلیمان که هر یک بیک را جواب شافی ادا کرد ـ اهل قوم و اکابر امت بر کمال و تفصیل وی اعتراف آوردند ـ حضرت سلیمان صاحب خلافت پدر و مالک و مقتدر ملک و ملت گردید ـ

منزل بیست و پنجم در خلافت و امامت خاص جناب فیضمآب رسول مقبول احمد مجتبی محمد مصطفی صلی الله جل شانه علیه و آله و سلم

از روی مذهب بر حق و عقاید صحیح خلافت بعد نبوت جناب رسالت مآب تا مدت سی سال باشد که حضرات خلفای راشدین علیهم الرحمة الی یوم الدین تمام کردند ـ چندی برای تکمیل اتمام بقایای ایام خلافت سی(۳۰) سال فرزند رسول نور دیدهٔ بتول بانصرام آن پرداخت ـ زان بعد امارت و ایالت حسب صلاح وقت در اهتمام امیر

شاه گذاشت و بذات خود بر اصل نیابت جد و پدر استقامت ورزید که برکات آن نوبت بنوبت تا روز قیامت [ص ۲۹] در خانوادهٔ نبوت دایم قایم گردید - و در عهد امامت هر یکی رفعتی و منزلتی در ترق ملت محمدی صورت گرفت در ایام بر حق جناب سید الشهداء سعید شهید کربلا هر چیزی که از عالم غیب برای نجات و شفاعت امت عاصی ظاهر و نهان پدیدار گشت نصیب کافی ازان اهل ظاهر و باطن برای اتباع و اقتدار وافی -

منزل بیست و ششم در خلافت معنوی مخصوص جناب مرتضی

رسالت مآب خلافت معنوی و نعمت باطنی نصیب جناب ولایت مآب علی مرتضی قوة بازوی مصطفی گردید صلی الله جل عظمته علیه و آله وسلم -

منزل بیست و هفتم در خلافت حضرت عارفان وکاملان رحمة الله جل شانه علیهم اجمعین

یکی طریق خلافت حضرات عارفان بوراثت(۱) باشد که نعمت ظاهری و باطنی هر یکی از اولاد ایثار یابد، یکی باجازت که با وصف تعداد اولاد لایق و کثرت اصحاب فایق هر کرا لایق و فایق تردیدند بی تخصیص بزرگواری و خورد سالی و بلا تفریق قدیم و جدید بر نعمت اصلی انتخاب کردند - یکی (۲) باجماع امت در حیات بر نظر حضرت سلیمان از داؤد علی نبینا و علیهما السلام - یکی (۳) باجماع امت بعد ممات بر نظر حضرات خلفای راشدین علیهم الرحمة والغفران الی یوم الدین -

منزل بیست و هشتم ذکر حصول منزلت خلافت ارثی و اجازتی بوارثان مجازان متعدد از حضور نائب رسول مقبول علی مرتضی قوه" بازوی مصطفی صلی‌الله جل شانه علیه و آله و سلم

در حضرات عارفان اجازت باشد که چندین اشخاص ذی اختصاص مثل خلافت مرحمت سازند، خواه از اولاد باشد خواه از اغیار، هرچند اکثر حال باوجود چنان ایثار بر صاحب نعمت اصلی یکی باشد و در اینجا استفاده این معنی ناشی نشود که صاحب نعمت اصی کسی خواهد بود که سجاده آرای حضرت شیخ بر ستان وی باشد، گو که بعض اوقات، چنین هم بوقوع می‌در آید الغرض عدایت و هدایت حصول خلافت ارثی و اجازتی بوارثان و مجازان متعدد متحد الاوصاف و المعانی در عبادات و ریاضات و اکتساب فیوضات علی تفاوت درجات علاوه فضایل و مناقب خاندانی که آن شرف و مجد رنگی دگر دارد باقتدای و ایمای جناب کرامت انتساب، ولی وصی نایب رسول مقبول زوج بتول رواج پذیر و عمل در آمد، این فریق باشد چنان که از حضور پر نور آن قدوه ابرار حیدر کرار برای حضرات سعیدین شهیدین و فروغ قالب عنصری حضرت خواجه و ابی سعید حسن بن ابی الحسن بصری و قطب هدایت و ارشاد حضرت خواجه ابوالمجد کمیل ابن زیاد صورت گرفت و فضایل کمالات حضرت سعدین توارثت جد و پدر و استقامت بر امامت اکبر نیابت حضرت خیرالبشر شافع یوم الحشر علاوه از این اجازت طریقت ماند، بل این اجازت هم منبعث از همان فضیلت و باقتضای حدیث نبوی یا علی بک یهتد المهتدون من بعدی عالمی از علی مرتضی معرفت پذیر گردید، الا سلاسل ارشاد بر طریق تسلسل ظاهری از روی صحبت و برداشت نعمت متعدی و حصول خلافت برهمین

چار حضرات منتهی می شود ، فقط :

افتخار هر نبی و هم ولی
در جهان آمد وجود آن علی

منزل بیست و نهم در ذکر حصول خرقات خلافت وامات از حضور پرروردگار جلیل بحضرت ابراهیم خلیل و تقسیم آن بر حضرت اسحق و حضرت اسمعیل و ایصال آن بوراثت بر بعض وانبیای بنی اسرائیل و ذات خاص رسول کریم و علاوه آن در شب معراج افتخار آن در یتیم از دریای عمیم رحمت حضرت رب‌الرحیم و ایثار آن بعلی مرتضی‌ٰ قوهٔ بازوی مصطفی بعد تقریر دل پذیر

حضرت قدوهٔ آفاق حضرت مولانا بدرالدین اسحاق در تفسیر و شان نزولی قلنایا نار کونی بردا وسلام علی ابراهیم روایت صحیح از حضرات چشت می آرد که هر گاه نمرود مردود حضرت ابراهیم خلیل را علیه الصلوة والسلام در آتش سوزان بحالت عریان انداخت وی در محل رضا و تسلیم ثابت قدم ماند و با وصف این معنی که حضرت جبرئیل دران زمان بر سر وقت حضرت خلیل حاضر شد و گفت که اگر حاجتی داری ارشاد فرما تابر آرم ـ وی چیزی نخواست و دگر ملایک حاضرین نیز ملتفت نگردید و بر بلای آسمانی و قضای ربانی صبر و سکونت ورزید ـ در جواب ملایک همین قدر گفت که پروردگار مارا کفایت می کند ـ برای حاجت خواهی شیخ العرفات حضرت فریدالحق والدین عطار مناسب این منزلت می فرماید :

[ص ۳۰]
حاجت خود را جز از سلطان مخواه
چون نخواهی یافت از دربان مخواه

حضرت رب العزت تشریف خلافت و امامت بر قامت حضرت ممدوح پوشانید و او را بخلعت خلت و سلامت مخلد گردانید و آن قمیص و کسای اسود بود از جنت تا که آتش حریق درخشان بر حضرت وی گلزار و بوستان گردید . و حضرت حق ایشان را بر افراد انسانی امامت بخشید ، چنانکه در قرآن مجید وارد انی‌جاعلک للناس اماماً و در آیت قلنا یا نار کونی خطاب پروردگار در تحقیق عرفای نامدار با نار تعشق و محبت ابراهیم خلیل باشد که در کانون دلش استقرار داشت ، تا بشور مرافعت همه جنس ظاهری و صوری قرین عافیت سلامتی صاحب خود ماند ـ پس حضرت خلیل بر جمیع افراد بشری لوای نظامت بر افراشت و قمیص یکی از نعمات ربانی بحضرت اسحق مرحمت ساخت ـ ازوی بحضرت یعقوب رسید وی آنرا تعویذ کرده در گردن حضرت یوسف انداخت نداخت و هزگاه بجور برادران وی در چاه فتاد عریان بود ـ حضرت جبرئیل برو نازل شد و آن تعویذ کشاده و پیراهن ازان بر آورده در بر پوشاند ـ دران ریح جنت بود که مبتلی و سقیم الاحوال را براحت و آرام می آسود ـ اندر سورهٔ یوسف در فرقان مجید هم بدان اشارت و کسای اسود حضرت ابراهیم بحضرت اسماعیل عنایت کرد ، که دست بدست اخلاف و نوبت بنوبت اسلاف تا جناب رسول مقبول محمد مصطفی صلی الله جل شانه علیه و آله وسلم آمد ـ اکثر آنرا خوش می پوشید و مقتدی ملت ابراهیمی می گردید ـ روزی آنرا بعلی مرتضی پوشاند و بر زبان گوهر فشان راند کی علی صاحب خلافت باشد در حیات و ممات ـ و صاحب کتاب فصوص آداب که یکی از منتسبان خاندان حضرت

شیخ نجم الحق والدین کبری مکنی از حضرت نبوت مآب به ابی الجنات صاحب خانوادهٔ فردوسیان همین کسای اسود را که از صوف بود یا خز یا شعر و جناب رسالت مآب اهل بیت نبوت را در زیر آن آورده و ارباب شریعت مصطفوی و اصحاب احادیث نبوی آنرا مرط بکسرمیم و مرحل بضم میم و تشدید حا یا مرجل بجیم در تحریر آرند و مراد از چادر یا گلیم منقش بصورت پالان یا تصاویر انسان دارند۔ از روی اخبار ابرار و صداقت و تحقیقات شیخ نامدار و خلفای با وقار وی [ص ۳۲] در واقع اصل خرقات حضرات عارفان و حقیقت تسلسل و اتصال آن ارقام می نماید۔ و حکایت در آوردن جناب رسول مقبول حضرات اهل بیت علیهم السلام را زیر مرط مرحل چنان منقول که حضرت سرور کائنات در بیت ام سلمی تشریف داشت که آیت تطهیر از حضرت رب العزت نزول یافت۔ بر وفق آن آنحضرت هر دو فرزندان نامدار و حیدر کرار و سیدالنسا فاطمی الزهرا را طلب کرده اندران مرط جا داده قرین خود و این دعای مستجاب خوانده: اللهم هولای، اهل بیتی فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهیرا۔ و آیت تطهیر این که انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا پس بروایت صحیح چنان عمل در آمد خدا و رسول علامت صریح باشد۔ در باب انسلاک فریق عارفان در سلک تطهیر و عقد تنویر ذریات طاهره آن گوهر یکتای صدف مراد آفرینش عالم و آدم و حضرات محدثین نسبت خرقات باختلاف احوال و تفاوت اقوال روایت کرده اند۔ بعضی انکار دارند و بعضی اقرار سازند و حضرت شیخ شهاب الدین سهروردی رحمةالله جل شانه علیه در عوارف المعارف می آرد: لبس خرقت چنان که بزمان حال در عارفان رواج پذیر نبود، اندر وقت نبوت بل که

این وضع و طرز و اعتماد و هیئت و اجتماع و اعتداد در استحسان شیوخ باشد و اصل آن بحدیث ام خالد میرسد۔ هم ازین رو شیخ‌الشیوخ ممدوح از حضرت ابوالقاسم جنید تا رسول مقبول شرف صحبت و تادب و تلقین قایم می دارد و ازان تغیر بسبب تخرقت می آرد۔ الا از تواتر اخبار صحیح و آثار صریح اندر این معنی اشتباهی نباشد که نسبت خرقات اتصال دارد تا بجناب سرور کائنات اشرف مخلوقات بلا فصل۔ وازان زمان تا حال درین فریق اندر هر یک خانواده مروج و اکابر هر خاندان که اکثر بفضایل ظاهر شریعت و مکارم باطن طریقت مهذب بودند اسناد آن متصل از حدیث و مکاشفات ثبت گردانند اند از ملبوسات خاص حاصل کرده اند، مگر توسل بدان برای سند خرقات عارفین مزیب نباشد، زیرا که سلاسل اولیا منتهی می شود بعلی مرتضی نی بدگران۔ و حضرت امام المشارق و المغارب اسد الله الغالب [ص ۳۳] هم چند کرت از لباس نبوت خلعت یافت بحسب منصب و ضرورت وقت، الا آن هم برای این خرقات فقر و عرفان سند قوی نتوان گرفت، مگر بعطای کسای اسود ابراهیمی و اسماعیلی بطرز امامت افراد انسانی و خلافت ربانی از حضور سیدالانام افتخار اندوخت۔ و ذکر آن در کلام مولانا بدرالدین اسحاق و صاحب فصوص الاداب گذشت۔ و مرحمت مخصوص خرقت فقر که در ازل بخلد برین و قصر زرین بر نام حضرت سید الانام امانت بوده برای کسی از انبیای سابق مجوز نشده و در فقرات آینده تصریح و توضیح آن ظاهر می شود بلا اشتباه سندی اقوی و کافی باشد۔ برای اجرای سلاسل طریقت و اجازت با لباس خرقات خلافت و از بعضی روایات حدیث چنان استنباط می پذیرد که عمل تطهیر از سید الانبیا برای اهل بیت نبوت مکرر بعمل آمد۔

شاید بار اول در بیت ام سلمی که تشریح پذیرفت با کسای اسود ـ بار دوم در بیت فاطمی زهری با عبای پشمین ـ الغرض بنای فقر و درویشی و خدا رسی و ریاضت کیشی از طفیل رسول مقبول و تصدق اولاد بتول در عالم قایم ـ گفت آنحضرت : الفقر فخری و متوسل در آل اطهار و سید ابرار علی مرتضی باشد گفت آنحضرت من فرق بینی و بین العلی فقد جفانی ـ یعنی بسبب کو نسم من صلب علی و نیز بروایت ابن مسعود منقول که گفت جناب رسالت ان الله تعالی جل عظمته جعل ذریت کل نبی فی صلبه و جعل ذریتی فی صلب علی ابن ابی طالب و حدیث : یا علی انت مع الحق و الحق معک اشارهٔ صاف بر منازل فنافی الحق آن صاحب ولایت مطلق باشد ـ منقول از خط مبارک جناب فیض مآب محبوب ذات منزه از صفات حضرت سلطان المشایخ و الاصفیا خواجه سید محمد نظام الدین معروف نظام اولیا در کتاب مستطاب سید محمد کرمانی وارد که اعتماد کرد سهروردی بر حدیث امام خالد و ثابت می نماید نسبت خرقات تا حضرت جنید و بعد آن اختصار می فرماید بر صحبت تا جناب رسالت ـ در حقیقت مشایخ طریقت را دو طریق در پوشانیدن خرقت تا جناب نبوت ثابت ـ اینجا مراد قایل به دو طریق علاوه فیض آل اطهار نسبت اغیار خواهد بود: یکی حسنی و ثانی کمیلی ـ پس آنحضرت لباس خلافت پوشانید علی مرتضی را وی حسن بصری و کمیل ابن زیاد را ـ شجرهٔ حسن بصری معروفست [ص ۳۳] و کمیل خرقت پوشانید عبدالواحد بن زید را وی ابو یعقوب سوسی را ، وی ابو یعقوب نهر جوری را وی ابی عبدالله جل شانه ابن عثمان را، وی ابو یعقوب طبری را، وی ابوالقاسم ابن رمضان را، وی ابی العباس ابن ادریس را، وی داؤد ابن محمد را که معروف بود بخادم الفقرا، وی محمد بن مالک را، وی

اسماعیل قصری را و حضرت شیخ ما را که ابوالجناب احمد بن عمر الحیدق اشد، وی این فقیر را - و این کتابت یکی از خلفای مجاز حضرت شیخ نجم الدین فردوسی بخیال در می آید که حضرت نظام الاولیاء آنرا بقلم خویش آورده وهم جناب نام بنام این حضرات در نفحات الانس من حضرات القدس حسب تحقیق شیخ مجدالدین بغدادی مذکور - و شیخ سعدالدین فرغانی در کتاب مناهج العباد الی یون المعاد گوید که خرقت پوشیدم از شیخ نجیب الدین برغش الشیرازی، وی از شیخ الشیوخ شهاب‌الدین سهروردی وی از عم خود ابو النجیب ضیاء الدین سهروردی، وی از قاضی وجوه الدین ، وی از پدر خود ابو محمد حموی واخی فرخ زنجانی دو پیر طریقت اما ابو محمد از احمد اسود دینوری، وی از ممشاد دینوری، وی از ابوالقاسم جنید بغدادی و اما اخی فرخی زنجانی از ابوالعباس نهاوندی، وی از ابو عبدالله جل شانه خفیفه الشیرازی ، وی از ابو احمد ادیم وی از جنید رضی الله جل شانه تعالی عنهم و شیخ الشیوخ که نسبت خرقات زیاده از ابوالقاسم جنید ثابت نکرده و از وی تا مصطفی بصحبت نسبت داده، اما مجدالدین بغدادی در کتاب نجف البرره نسبت خرقات منصل گردانیده بحدیث صحیح تا جناب رسول بطرز مذکوره صدرهم در مناهج می آرد که انتساب مریدان بچند طریق باشد : یکی با خرقت یکی از روی تلقین- یکی بصحبت- و نسبت خرقت دو نهج دارد : یکی ارادت که جز از یک شیخ روا نباشد ، یکی برکت که اخذ آن از حضرات متعدد گنجایش دارد- نسبت تلقین خود ثابت کرد از شیخ خرقت و خود مسلسل از حضور تا شیخ ابونجیب ضیاء الدین سهروردی وی از شیخ احمد غزالی وی از شیخ ابوبکر نساج وی از شیخ ابوالقاسم گرگانی وی از شیخ ابوعثمان مغربی وی از شیخ ابو علی کاتب مصری وی از شیخ ابو علی رودباری وی از حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی - پس‌ازان گوید که در نسبت خرقت و ارادت و نسبت تلقین ذکر

دو شیخ گرفتن مذموم، اما در نسبت صحبت محمود، الا بشرط اجازت [ص ۳۰] یا فوت صحبت اول چنان که این فقیر بعد از مفارقت خدمت و صحبت شیخ نجیب الدین برغش از خدمت مولانا و شیخنا صدرالحق والدین وارث علوم سیدالمرسلین سلطان المحققین محمد بن اسحاق القونوی قدس سره و از شرف صحبت و ارشاد و هدایت و اقتباس فضایل و آداب ظاهر و باطن و علوم شریعت و طریقت تربیت یافت ـ وحضرت شیخ محیالدین ابن العربی در تصانیف خود ارشاد می سازد بر بنیاد کلام پروردگار یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سواتکم و ریشا و لباس التقوی ذالک خیر ـ که هر چیزی که در ذهن من القا پذیرفت آن باشد که حضرت رب العزت خرقت پوشانید قلب عبد خود را و هر چیزی که در وسعت آسمان و زمین گنجایش ندارد اندر قلب عباد می در آید ـ و ظاهر گردید اجتماع در لباس ظاهر و باطن از وقت شبلی و از وقتی که دیدم خضر را که پوشانید خرقات اعتماد آوردم بر آن و بر وفق آن پوشانیدم بدگران و نزدیک ما خرقت عبارتست از ادب آموزی و صحبت و الباس آن معروف و منقول از حضرات محققین شیوخ ما باشد ـ و صاحب بهجت الا سرار گوید بعد ذکر طریقت خرقت حضرت غوث الدهر جیلانی تا ابوالقاسم جنید که وی خرقت پوشید از خال و شیخ خود سری بن مغلس السقطی، وی از معروف کرخی وی ادب آموز گردید از امام علی رضا وی مسلسل از آبای خود بلا نسبت خرقت ـ و لفظ صحبت درین طریق باستعمال می در آید از وقت جناب رسول عربی تا حضرت جنید و بعد از وی بجای آن لفظ خرقت مستعمل باشد ـ بر ارباب بصیرت محتجب مباد که از روی احادیث ظاهری و روایات باطنی در عمل در آمد افعال اعطای خرقات و ظهور تصرفات از حضرت سید کائنات

افتخار موجودات هرگز محل اشتباه نباشد و نیز نقل از آن جناب چند کرات بطرز عام و خاص و اکثر بسبب اکابر و اقارب و اخبار و صغار صدور یافت ـ چنانکه بنام خالد که نخستین بود صغیر از خالد بن سعید بن العاص که مادر و پدرش جانب دیار حبش هجرت کرده بودند آنجا وی ولادت یافت ؛ باز مادر و پدرش ازانجا معاودت کردند و در قدوم حضرت آمدند ـ آنجناب اکرام کرد اوشان را بعنایت خمیص سودا و خلعت داد ـ آنحضرت چادری کعب بن زهیر شاعر را که قصیده در مدح [ص ۳۶] حضرت آورده بود هم چنان عبدالرحمان ابن عوف را و علی ابن ابی طالب را و ابا عبدالرحمان معاذ بن جبل را هرگاه جانب مخالفان رخصت کرد عمایم مرحمت ساخت ـ و مدام هنگام ماموری لشکری بسوی قتال و جدال سالار عسکر را بدین نعمت می نواخت ـ و علی مرتضی مکرر باین شرف و عزت امتیاز پذیرفت وقت عزیمت بغزوهٔ خیبر هنگام رفتن بدیار یمن برسیدن خبر وفات یاران حاکم آن دیار با چندین اصحاب کبار و بر وقت استرداد ازان بلاد زمان معاودت آن سرور عالم بعد فراغ حج الوداع یوم منزل غدیر خم نوبتی بعمامت السحاب و زمانی که باصدیق رفیق جانب غار عازم گردید برد شریف بعلی مرتضی پوشانید و او را بر جای عالی خود متوقف و مقیم گردانید ـ و خیر الناس حضرت عباس و فرزند رشید وی را کسای داد و دست بدعا نهاد ـ و برای اویس قرنی قمیص و ردا هم دست فاروق اعظم و علی مرتضی فرستاد ـ و در عرفات بوی دست داد الا خلعت کرامت و خرقت خلافت معنوی و باطنی استشهاد و استناد دارد باکسای حافظ النار خلیلی و خرقات با برکات جنت حصولی شب معراج ـ و چون بنای این اسرار بر استتار باشد خصوص تا وقت

حضرت معروف کرخی و سری سقطی چنان مستمر ماند که جز طالب صادق را در ارادت هم نمی آوردند تا باعلان دگر اسرار کجا رسد - ازین رو تعلیم آن در خلوات بطرز اخفا با خواص عرفا میکردند - و پوشانیدن خرقات در حضور جمهور مرسوم نبود - پس اکثری آن را صرف بر صحبت اختصار آوردند - هر چند از روی صحت روایات و کشف و مشاهدات چنان که باید و چندان که شاید ثابت و متحقق باشد و علاوه بران بعد احتجاب نور ختم نبوت هم صلحا و عرفا و کملا و علمای جامع شریعت و طریقت بشرف زیارت جناب رسول مقبول و حضور محفل فردوس منزل وی معزز و از روی مرحمت خرقات برکت محترم شدند و تبرکات و مرحمات در ظاهر بدست خویش دیدند، که ذکر خیر بعضی ازین حضرات در ختم این منزل وارد گردد - چون نوبت ابوالقاسم جنید رسید خلایق فراوان از وی فیضیاب گردید و حسب ضرورت وقت افشای بعضی از مسایل طریقت و اقوال معرفت بعمل آمد - و بعد سید الاوتاد بغداد آن را بر سر محراب و منبر آوردند نسبت خرقت نیز التزام و اشتهار گرفت، و منقول بروایت خاص و عام شایع گشت - در کتاب تصوف [ص ۳۷] می رسید ابن عبدالله سبحانه مکی عیدروسی احمد آبادی بروایت مسلسل تا شیخ شهاب الدین احمد بن ابی بکر الرود و حافظ شیخ ابی طاهر السلفی وارد که انتقال یافت نسبت خرقت از حضرت محمد مصطفی صلی‌الله جل شانه علیه و آله و سلم بجانب علی ابن ابی طالب و از وی بحسن بصری و از وی بحبیب عجمی و از وی بداؤد طایی و از وی بر معروف کرخی و از وی بسری سقطی و از وی الی الشیخ جنید بغدادی و از وی الی المشایخ المتعدد - هم نسبت خرقت از حضور نبوت انتقال بذیرفت بحضرت امام

حسین بن علی بن ابی طالب و از وی بامام زین العابدین و از وی بامام محمد باقر و از وی باماه جعفر صادق و از وی بامام موسی کاظم و از وی بداؤد طائی و از وی بر معروف کرخی۔ و بعض کسان که از وهم و قلت علم مجرد صحبت تا جنید قایم دارند درست نباشد، بل که محققین متفق اند برلبس خرقات از سرور کائنات تا وی اندر هر دو طریق حسن بصری و حسین ابن علی و هوا لصحیح المعلوم عندالمعظم الاکثر من القوم المتضلعین من متفرقات العلوم و الاخبار والمتطلعین علی غوامض الرقوم و الاسرار۔ و نیز سید ممدوح بسند متصل نام بنام دا قاضی ابوعبدالرحمان عبدالله جل شانه بن امام احمد حنبل ظاهر می نماید که امام احمد خرقت یافت از امام موسی کاظم وی از امام جعفر صادق وی از امام محمد باقر وی از امام زین العابدین وی از امام حسین وی ازعلی مرتضی وی از محمد مصطفی صلی الله جل شانه علیه و آله وسلم۔ که هر گاه رسول کریم شب معراج بسمای یعنی آسمان هفتم شتافت آنجا حضرت جبرئیل ویرا رهنمایی بجنت کرد۔ اندران قصری دید از یاقوت احمر و دران صندوقی‌از نور که قفل آن نیز از نور بود۔ جناب سرور پرسید که درین صندوق چیست وی مجیب گردید که دران فخر تو و فخرامت توتا روز قیام قیامت بعد تو امانت نهاده اند و آن خرقت الفقرا باشد۔ پس جبرئیل قفل آنرا کشاد، سرور عالم را خرقت مذکور پوشانید و گفت که رب الارض والسما ما را حکم صادر کرد که پوشانم این لباس فاخر ترا و تو پوشانی کسی را که مستحق این دانی۔ افتخار کونین آن خرقت ولایت و خلعت کرامت پوشید و با لسان فصیح ناطق گردید که: الفقر فخری و فخر امتی من بعدی الی یوم القیامت۔ و منقول از حضرات کرام بالتصریح و التصحیح که آن نعمت

فخر و فقر و آن خلعت ولایت مطلق و آن خرقت معرفت حق نصیب ولی وصی اسدالله الغالب [ص ۳۸] علی ابن ابی طالب بود علاوه کسای ابراهیمی که آن نقد حلت و عقد امامت باشد - مختصر کلام خیرالانام هر گاه از معراج مراجعت فرمود چندین آن نعمات در امانت بود - روزی هر چار اصحاب کبار بحضور سید الابرار حسب طلب حاضر شدند و ارشاد رفت که این خرقت فقر عطای پروردگار باشد و ایما دارم که از شما یکی را پوشانم - اول روی التفات جانب یار غار صدیق رفیق کرد که اگر ترا دهم چه سازی ؟ وی گفت که صدق ورزم و طاعت کنم - زان بعد همین سوال را طرف فاروق اعظم اعاده گردانید - وی بعرض رسانید که عدل ورزم و نصفت کنم - بازهمان استفسار از صاحب حیا و ایمان بعمل آورد - او پاسخ داد که سخاوت ورزم و موافقت کنم - نوبت آخرین علی مرتضی بود که وی در جواب بجناب نبوت چنان فرمود که من عیب پوشی کنم و این خرقات را حجاب عیوب بندگان خدای عز و جل گردانم - بسمع چنان جواب با صواب و اصغای این تقریر دلپذیر بر حضرت خاتم نبوت و رسالت بر زبان حق ترجمان آورد که از حضرت رب العزت فرمان واجب الاذعان برین شان نافذ بود ، تا هر کسی همچو پاسخ معقول ادا نماید خرقات فقر بوی تفویض سازم - و آن نعمت ربانی و فیض جاودانی را در تحویل جناب ولایت مآب حضرت علی مرتضی در آورد تا خود پوشد و دگران را پوشاند - این روایت از بیان حق ترجمان جناب هدایت انتساب محبوب ذات منزه از صفات حضرت خواجه محمد نظام الحق و الشرع والدین دام فیوضهم در کتب متعدده چون سیر الاولیای کرمانی و راحت القلوب جمع آورده خود آن عارف یزدانی و کرامت الاخبار و مجالس

الابرار و دگر رسایل و تصانیف الوقت و مابعدش بصراحت تمام وارد اندرین محل و موقع صاحب راز حضرت سید محمد گیسو دراز یکی از عماید خلفای با صفای حضرت مخدوم خواجه شیخ نصیرالحق و الشرع والدین چراغ دهلی در جوامع و دگر رسایل خود ارقام می سازد که خلافت جناب رسول مقبول صلی الله علیه و آله وسلم بر دو قسم باشد : کبری و صغری، خلافت کبری که انحصار بر اسرار باطنی و شوارح صوری دارد باجماع امت مخصوص حضرت علی مرتضی فوه مصطفی بود ، الا در استحقاق خلافت [ص ۳۹] صغری که منحصر باهتمام و انتظام دین و دولت ظاهر باشد باهم ارباب و اصحاب امت اختلاف عظیم افتاد و راه نمای طریق یزدانی حضرت میر سید اشرف جهانگیر سمنانی که در وقت خود منصب قطب الاقطاب داشت در لطایف اشرفی گوید: که حضرت جبرئیل حسب الامر رب جلیل از خانقاه صمدیت خرقات خلافت آورد - جناب افضل الانام آن را چار قطعات کرده یک یک بهر چار یار کبار تقسیم ساخت و ایما فرمود که درجای محفوظ باحتیاط باید داشت تا روزی که طلبم بفور یابم - بعد چندی هرگاه روزی طلب کرد هر یکی از روی ترتیب رفت الا بدست کسی نیامد - چون نوبت بعلی مرتضی رسید وی هر چار قطعات بجنس حاضر آورد - حضرت رسالت پناه ارشاد کرد - که ای علی بر تو مبارک باد خود پوش و دگران را پوشان - فضایل علی مرتضی و شرف و خصوصیت که هنگام رسیدن وی واپس از دیار یمن وقت ورود جناب رسول کریم بعد فراغ حج الوداع از روی معاودت در منزل غدیر خم رو داد اندر اکثر کتب معروف ذکر افتاد ، نظم :

خدایا نفس سرکش را زبون کن
تعصب از نهاد ما برون کن

بدل توفیق حب مرتضی ده
بجان فیضی ز آل مصطفی ده

و دلیل قوی بر سند عطای خرقات از حضرت نبوت آن باشد که بعد امضای مدت مدید چندین اهل نسبت و خصوصیت در نوم و رویا خرقات برکت و فیضان از آنحضرت حاصل کردند و در عالم ظاهر بجنس آنرا بر سر و جسم خود قایم و موجود دیدند و بوسایل آن تعبیر کامل درحرکات و سکنات و قبول خاص و عام و نتایج تمام صورت گرفت - و هم چنان از اکثر اولیای طریقت و اصحاب منزلت و آل اطهار و شهدای نامدار بظهور پیوست که چندین مخصوصان خلعت تبرکات و تصرفات در بر پوشیدند و در بیداری عین آن را بدست دیدند - یکی ازان شیخ الاسلام محدث رفیع الشان ابوالبیان بن محمد بن محفوظ القرشی الدمشقی که از جناب رسالت خرقت یافت و باقی بود با وی که مردم زیارت کردند و بوی مستفیض شدند - و این حکایت در دیار مصر و بلاد شام شهرت دارد - هم اکثر محدثین و مشاهیر صوفیان آنرا در تحریر آورده اند چنان که در ذخیرهٔ جمیع الفرق لرفع الخرق [ص ۳۰] حافظ ابوالفتوح نور الدین نیز مرقوم : یکی ازان شیخ ابواسحق ابراهیم المبتدی , یکی ازان شیخ علی خواص صاحب وی که پنجاه هزار درود هر روز بر رسول مقبول صلی‌الله جل شانه علیه و آله وسلم اهدا میکرد ، یکی ازان امام شمس الدین محمد بن محمود الخوارزمی که بستم رجب سال هفتصد و شصت و دو کلاه سفید از سر

آنحضرت بدست خاص آنحضرت برسر پوشید - و صاحب بهجت الاسرار بروایت مسلسل گوید که هرگاه سید عبدالقادر جیلانی رحمة الله جل شانه علیه رحمة واسعة واسعة تامة کاملة کلام قدمی هذه علی رقبة کل ولی‌الله سبحانه، بر زبان مبارک آورد جمیع اولیای اولین و آخرین احیا باجساد و اموات بارواح جز اصحاب کبار و آل اطهار برای وضع رقاب حاضر و مستعد گردیدند - و حضرت حق عز وجل بر قلب صفای وی تجلی فرموده درانوقت خلعت کرامت بر دست ملایک معظم از حضور نبوت آمد و غوث الدهر آنرا در بر کرد و بحضور جماعت حاضرین از جنس جن و ملایک و انس یکی ازان شیخ الشیوخ ابی‌بکر بن هوازا که وی سردار قطاع الطریق بود بدیار بطایح یکبار مع رفقاء ازان تایب شد و آماده گشت بر این که تسلیم نماید نفس خود را بشخصی که وی را واصل بخدای عز و جل‌گرداند، و باین اراده بقدم صدق و اخلاص راهی گردید - چون در وقت مذکور از اهل طریق کاملی شهیر فریق در عراق رونما نبود پس دید وی در خواب جناب محمد مصطفی را که مع جناب صدیق رفیق تشریف آورده گفت: که انا نبیک و هذا شیخک - و حضرت صدیق وی را ثوبی و کلاهی پوشانید و حضرت سید الابرار ویرا بشارت مآب گردانید که ترا مشیخت در عراق تا قیامت قایم ماند و اهل باطن از امت ما با تو فیضیاب شوند و رسید از شیخ الشیوخ ممدوح آن ثوب و طاق بشیخ ابی محمد الشنبکی و از وی بشیخ تاج العارفین ابی الوفا و از وی بشیخ علی بن الهیتی و از وی بشیخ ابن صباح ابا محمد علی بن ادریس الیعقوبی یکی ازان سیدی شیخ علی بن وهب که وی طاق از عطای حضرت ابی صدیق یافت، یکی ازان شیخ عارف ابی بکر عبدالله محمد بن احمد البلخی که خلعت از

دست حضرت علی مرتضی پوشید وکاس شراب محبت از دست ملک همراهی وی [ص ۱۳] نوشید ـ چون بیدار شد خلعت بر جسم خود موجود و تمام عالم بدیدهٔ باطنی مشهود یافت ـ یکی ازان سید شاه محمد غوث گوالیری رحمة الله جل شانه علیه که هنگم ترقی بدرجات عالی از چندین اکابر اولیای اهل برزخ چون قطب حق بایزید بسطامی و حضرت سید عبدالقادر غوث الدهر جیلانی و شیخ الشیوخ سهروردی وغیرهم خرقت برکت و منزلت پوشید ـ وی در اوراد خود می آرد که در شبی حاضر وقت بودم که ناگه از مکشفات آوازی برآمد که وقت حضوری و معموری باشد ـ سر بر آوردم ـ دیدم که دریای عظیم القدر ظاهر شده و دروناش تختی مرصع در غایت رفعت برپا و روبرویش دو صورت جمال و جلال قایم ـ و شخصی با وقار بر سر تخت محافظت آن می نماید و تمام خلایق بدریا می درآید الا هیچ یکی تا قریب تخت بار ندارد جز چند عزیزان شناسای ما ـ سبقت کردم و نزدیک تخت رسیدم ـ بزرگی که محافظ بود مرا براه شفقت جانب خود طلب فرمود ـ پیراهن خویش مرا بخشید و پنج طبق انوار از فیضان جمال و جلال بر سرم ریخت که همین قدر نصیب تر باشد ـ و حسب استفسارم ارشاد کرد که این دریای هستی و این سریر حضرت قدیر و این دو شاخ جمال و جلال باشد ـ هر نبی و هر ولی که درین محل میرسد بفیض این نعمت بقدر وسع معزز می شود ـ ما چار کس محافظ اینجا باشیم : یکی خواجه بایزید بسطامی، دوم خواجه جنید بغدادی ، سوم خواجه ذوالنون مصری چهارم این فقیر مسعود فرید گنجشکر ـ بطریق نوبت یکی ازین هر چار اینجا حاضر می باشد ـ نوبت هر کس که عزیزی را خداوندکریم اینجا میرساند موافق استعداد فیض می ستاند و از دست محافظ

خرقت برکت می پوشد - و اگر برحالات اولیای طریقت انتخاب کرده شود بسا حکایات خواهد بود که دیان حضرات ایشان در عالم خواب از اهل برازخ و قبور با تصرف این خرقت مشاهده کردند و بعد بیداری عین بیدرای العین دیده اند مقصود اصلی درین منزل از خرقات بابرکات جناب احمد مجتبی محمد مصطفی بود که در هر قرن بر خواص امت ایثار کرده اند :

شاهد اهل نظر حسن و جمال روی او
مقصد ارباب دل طاق خم ابروی او

حسن روی هر پری رو عکس حسن روی او
رنگ و بوی گلشن خوبی ز رنگ و بوی او

منزل هر مشرب و ملت برای کوی او
انتهای راه هفتاد و دو ملت سوی او [ص ۲۴]

جان عالم در کمند طرهٔ گیسوی او
جان عالم پای بند پیچ و تاب موی او

برلب هر جوئباری در گلستان وجود
رونق افزای چمن سرو قد دلجوی او

منزل سی ام در فضایل اصحاب آن سید ابرار از صغار و کبار و حسن ظن در مشاجرات واقع باهم این حضرات و ذکر فضلیت هر چار از روی ترتیب خلافت ظاهر و عصمت انبیای کرام از صغایر وکبایر در جمیع حالات و انتساب بعضی صغیره باین حضرات چون آدم صفی باقتضای مصلحت تمام و حکمت عام و تقدیر محاربات امیر شام برخطای صریح و دیگر خطایای صیحح

صاحب عقیدهٔ صحیح را واجب و لازم چنان باشد که در فضایل و کمالات اصحاب جناب رسول مقبول اشتباهی توحش ده در خاطر خود نیاورد و افراط و تفریط طبعی را کلی لحاظ دارد و طریق تعظیم با هر یکی ازین حضرات از دست ندهد و مشاجرات و مخاصمات که در باهم بعض این حضرات رو داد آنرا هو هو محمول بر خصایل ذمیمه و صفات نفسانی عام خلایق روزگار نسازد۔ وهم در محاربات و مجادلات بعضی حضرات الزامی صریح بر احدی عاید نگرداند۔ و دست و زبان در قابوی خویش دارد ۔ از روی تحقیق پی برد که آغاز و انجام را عنوانی تواند بود۔ انصاف را کار فرماید که بشرط سعادت ازلی مقصود اصلی خواهد یافت ۔ از صفای قلب و صلاح وقت هر انصافی که در ضمایر این حضرات مخمر بود اگر یکی از هزار در یابد عاقبت کار شناسد و لب بر انکار و تشنیع نکشاید۔ جمیع اصحاب از صغار تا کبار منظر انوار نبوت مهدی و مظهر آثار برکت سرمدی اند ۔ حسب قول جناب رسالت مآب که اصحاب ما ماند نجوم اند در فلک هدایت بر هر کسیکه این اقتدا سازید راه یابید ۔ باید تصورید که شرف و قبول که این حضرات بابرکات را در طاعات و عبادات بصحبت جناب فیضمآب نصیب بود هرگز کسیرا بحصول نرسد ۔ هم ایمان کامل و قوی که از تواتر برکات نزول وحی سماوی روز بروز در ترق و تزاید بود ۔ حضرات اهل بیت نبوت و اصحاب رسالت بعد حجاب نور احمدی عمده خلایق اند۔ حضرت طلحی [ص ۴۳] و حضرت زبیر که در حرب جمل صریح آمادهٔ حرب و پیکار بر نقض بیعت جناب حیدر کرار بودند انجام کار یکی بر دست یکی از لشکریان امیر دست بیعت داد و رو بجنت نهاد۔ حضرت علی مرتضی بوضوح این حال

گفت : که وی بهر حال بجنت می رفت الا پروردگار سانخواست که بی حصول بیعت ما درانجا تشریف برد ـ یکی بر دست یکی از لشکریان امیر شهادت یافت ـ حضرت علی مرتضی بوضوح این حال گفت که بشارت باد قاتل ویرا بآتش دوزخ ـ پس چنان انصاف مخصوص این حضرات بود که از غیرایشان صورت پذیر نشود ـ ابلیس لعین در امم پیشین از خیر الاولین و الآخرین برغبت و تحریض خلایق بر انکار انبیای کبار شعار داشت ـ چون منزلت نبوت بر جناب سرور کائنات ختم پذیرفت در عقاید فاسد از ایوان خلافت و امامت بر روی عالمیان وا ساخت و بعضی را عداوت و بعضی در محبت اصحاب بچاه ضلالت انداخت ـ آیات و احادیث بسیار در فضایل اصحاب کبار از مهاجرین و انصار وارد ارشاد می سازد حضرت خیرالانام که سب اصحاب ما نسازید زیرا که اگر کسی از شما برابر کوه احد انفاق زر نماید در ثواب برابر یک مد ایشانان نباشد ـ اندر کتاب فیض انتساب فصل الخطاب حضرت خواجه ابو محمد بن محمود حافظی بخاری مدنی بروایت ابن عمر می آرد که گفت رسول مقبول فرض گردانید خدای کریم برشما محبت و اخلاص اصحاب ما چنان که بر جمیع امت فرض گردانید نماز و روزه و حج و زکوة ، هر کسیکه بایشان در محل عداوت و عناد در آید هیچ یکی از عبادات و طاعات وی قبول نشود، بلا حساب بدوزخ رود ـ بروایت جابر انصاری در مشکواة المصابیح وارد که گفت جناب رسول مقبول برگزید حضرت حق اصحاب ما را بر جمیع عالمیان سوای پیغمبران و رسولان و ازان اصحاب انتخاب کرد برای ما چار یار کبار ـ در فردوس الاخبار مذکور که جناب نبوت انتساب فرمود : که ما شهر علم و ابوبکر اساس آن و عمر دیوار آن و عثمان سقف آن و علی در

آن ـ اکنون از روی کمال استقلال طبع و فهم رسا و حسن ظن و لطافت قلبی در خیال باید آورد که فضیلت این حضرات با برکات باقتدای احکام شریعت [ص ۴۴] بر منصب ظاهر حسب ترتیب خلافت باشد که هر یکی بیعت دیگری برضا تسلیم کرد ، نزاعی و خلاف رو نداد ـ هرگفتگوی اصلی وغیر اصلی که درین محل اندر کتب معتمد وغیر معتمد اعیان و اغیار فابق رونما شود از ارکان ایمان و عماید عقاید اسلام نباشد ـ و هر چند که خلافت خلفای راشدین در ظاهر حال بطریق اجماع است قرار یافت الا در حقیقت از روی تفریق و ترتیب ارشادی و مقصودی حضرت رب العزت و آن صدر نشین بارگاه نبوت بود ، که اخبار صحیح و آثار صریح از آنحضرت برتقدیم و تاخیر منزلت خلافت دلالت دارد ، بیت :

هر نفس از حضرت جان آفرین
بر وی و اصحاب وی باد آفرین

باق ماند اینجا تصریحی دگر ضروری که عصمت کامل از جمیع صغایر و کبایر در اعتقاد مخصوص برای حضرات انبیا علی نبینا و علیهم السلام باید داشت ، اطلاق آن بر غیر ایشان صورت جواز ندارد ـ هر صغایر که با بعضی ازین حضرات نسبت کرده اند چون خوردن حضرت آدم صفی جنس گندم با وصف ارشاد : تا کلوا هذه الشجرة از سر سهو و نسیان بود ، نی بقصد معصیت و عزم مخالفت فرمان حضرت حق ، بل که در عین معصیت ایشان رحمت عام و حکمت تمام درج بود ، بعضی انبیا که قبل از امر نبوت مرتکب امری از منهیات شدند می سزد که در منزلت افراد غیر کامل بودند و تا منزلت مذکوره که سکر و که صحو از لوازم منصب اولیای

طریقت باشد امکان دارد که در حال سکر چنان بعمل آوردند و آن در حضرت باری از انتقام رستگاری دارد بعضی محقق از صوفیان که بعد شرف نبوت بعضی از انبیا را منسوب با هیچ صغیره دارند از باعث سکر لایق اعتراض می شود که باتفاق کبار ارباب تصوف و تحقیق انبیا دوام صاحی اند باستقامت احوال و بصدور قصوری عذر خواهو تایب و مستغفر گردیده اند ـ و تایب از معاصی بچندین روایات فضیلت دارد بر متقی و عذر ایشایان در حضور پروردگار غفار بظل عفو استجابت یافت ـ و حضرت محمد مصطفی احمد مجتبی قبل از نبوت مراتب افراد کامل داشت ـ الغرض عصمت قطعی بر حضرات اصحاب نبوت خصوص کلیات ازان جماعت عاید گردانند از اصول شریعت و طریقت ثابت نمی گردد ـ بهر حال محاربای که با علی مرتضی و امیر شام رو داد بر ظاهر که حق بجانب حضرت قوة بازوی [ص ۴۵] مصطفی بود ـ اندرین مجادلات ظهور خطای صریح از طرف امیر شام در دل عقیده باید داشت ـ خطیای دگر هم بوی منسوب باشد از سب صاحب خلافت نبوی که جامع فضایل صوری و معنوی باشد علی الاعلان و ادعای باطل قتل حضرت عثمان بصلاح و اجازت وی برای رجوع خلایق و استقلال امارت و فروغ ریاست و رو آوری با لشکر جرار در میدان مجادلت مقابل حیدر کرار بطرز بغاوت و ترغیب صغار و کبار بر نقص بیعت آن با وقار و ارسال ابن ملجم بدکردار برای شهادت آن شاه دلدل سوار و توثیق پیمان و عهود دروغ از روی تحاریر وثیق با حضرت قرة العین مصطفی نور دیده مرتضی ابو محمد حسن امام وقت و باوصف یافتگی امارت زهر دهی حضرت وی بوساطت یکی از اهل قرابت بوعدهٔ زر و نعمت و قرار داد ایالت بعد خود بطرز ولی عهدی بر نام مردود

اثام یزید پلید بروی باد ـ چیزیکه استحقاق آن دارد از روی افعال و اقوال خود و نصایح آخر وقت بطور وصیت با وی مشتمل تسلط و تصرف بر اکابر و عماید عرب و خاص آل رسول مقبول بعضی از ارباب علوم و اجتهاد این خطایای صریح را خطای اجتهادی قرار دهند و امیر شام را درین امور مجتهد شمارند که خطای مجتهد قابل انتقام عقبیٰ و خجالت دنیا نباشد ـ بعضی حضرات درین محل ارشاد سازند که این غایت تجاهل و غفلت باشد و هوالاصح ـ

منزل سی و یکم در دگر خلفای راشدین علیہم الرحمۃ الی یوم الدین

افضل خلایق بر نیابت انبیا فایق امام المسلمین [ص ۳۶] امیر المومنین اکسیرالایمان و التصدیق حضرت ابوبکر الصدیق اهل طریق وی را سر آمد اهل تفرید و تجرید می شمارند و اندر حقایق سرخیل ارباب معاملات و مشاهدات می دارند ـ در مقالات وی است دار ما فانی و احوال ما عاریتی و انفاس مامعدود و کسل ما موجود ـ از مناجات وی است فراخ گردان بر ما دنیا را و نجات ده ازان و از آفات آن ما را که این اشارت بود از فقر اختیاری غیر اضطراری تاهمه شکر نعمات گوید وهم باخلاص ازان وا رهد که دنیا را ناپدار و حال خود را مستعار می دانند ـ منقول که در تعبیر خوابی راهبی بوی ظاهر کرده بود که در سادات قریش عنقریب رسول عربی پدید آید ـ تو در حیات وزیر او باشی و بعد ممات خلافت یابی ـ و نیز از بیان زاهدی که درعلوم کتب آسمانی کامل و قریب چار صد سال بعمر بود بدریافت در آمد که وی از اعوان نبی آخر الزمان باشد و از درختی دوبار بشارت یاب گردید ـ رسول مقبول در فضایل وی فرماید

که ما کسی را دعوت اسلام نکردم که در اول توقفی و ترددی نکرد، مگر وی که بفور ایمان آورد بنا برین صدیق اکبر شد- و در ایام هجرت از رب العزت وحی آمد که صدیق با تو مهاجر گردد- ازان بعد دوام وی را حضرت حق باین خطاب خواند و نیز حضرت خیرالانام گفت که الحق یتجلی الخلق عاما ولابی بکر خاصاً- مقدار چهل هزار دینار با خود داشت تمام و کمال آنرا بحضور خیرالبشر حاضر آورد- گلیمی سیاه در پوشید و سیخی آهنی بران زده- همان ساعت حضرت روح الامین بآن لباس وارد شد و برسول مقبول گفت که امروز بر موافقت عمدۂ اصحاب تو بجمیع ملایک حکم پروردگار نافذ شده که گلیم سیاه پوشند و سیخی سیاه بر آن زنند، بیت:

شکر آن چهل هزار دینار بدهند
تا سیخ گلیم عشق را بار دهند

چند بار دگر که تجرید ورزید و در مناقب مفاخر معزز گردید- تمام شب در مشغولی بودی و چون وقت سحر در آمدی آهی پردرد از صدر مبارکش بر آمدی و نفسی سرد از دل برکشیدی که باطراف [ص ۷۴] و جوانب بوی کباب بریان ازان انتشار گرفتی و سقف مکانات دود آگین و تاریک گشتی- هرگاه وی را بر خلافت بیعت کردند بر منبر رفت و گفت: که بر امارت حریص نیم و نبودم- و روزی و شبی ارادت آن بر دل ما گزر نکرد بسر و جهر از حق نخواستم و راحت دران ندارم و ما را رغبت بدان نبود- آخر وقت وصیت کرد: که تابوتم را بدروازه رسول برید و بگوئید که بر آستان تو فلانی آمد، اگر مجاز گردد حاضر آید- بصورت کشادگی درانجا و الا در بقیع مدفون سازید- آنچنان بعمل آوردند در وا

گردید و ندا رسید که در آرید حبیب را بسوی حبیب : حضرت عمر اکثر گفتی که کاش ما یک موی بودمی از صدر مبارکش . و حضرت علی مرتضی بوفاتش گفت که بودم بحیات وی مانند کوهی که نی حرکت تواند داد آنرا عواصف و نی زایل تواند گرداند آنرا قواصف ، و نیروی سابق باشد از آنان که خلایق عالم دران اختلاف نمایند .

بود بوبکر با علی همراه تو زبان فضولی کن کوتاه
آفرین خدای بی همتای بر ابوبکر باد و شیر خدای

منزل سی و دوم در ذکر امام اهل تحقیق در بحر محبت غریق قدوه اصحاب حضرت ابوحفص عمر ابن خطاب رضی الله سبحانه عنه

از مقالات وی است که عزلت راحت بود از هم نشینان بد . مراد ازین انقطاع قلبی باشد از صحبت خلایق که مخالطت ظاهری بان ضرری نرساند . و این خاص صفت وی که راحت عزلت نشانداد بظاهر در امارت و خلافت توغل داشت . از مناجات ویست : روزی گردان ما را قتل در راه خود برسان موت ما را بمصر رسول خود . اوایل حال از قبایل قریش تکفل خیرالبشر کرده ندای غیب از قالب چندین اصنام و حیوان در گوش وی بصداقت نبوت در دادند . و چند آیات قرآنی هم دید و از بیان صادقان وصف حضرت شنید و از نشیب و فراز و حسن و قبح عزیمت آگاه گردید . آخر بیاوری بخت بوسایل سعید بن زید ایمان آورد . حضرت حق با سلام وی فرحت و سرور فرستاد . جناب رسول مقبول اکثر دعا کردی که خدایا دین ما را باسلام و هدایت وی تقویت ده . چون بشرف قبول دعوت

در آمد گفت که وقت آنست که اعلام اسلام در عالم علی فرما و امر حق بی خوف و خطر [ص ۳۸] ظاهر نما ـ روز بروز از صلابت و رعب او فتوح اسلام پدید آمد ـ لقب وی فاروق اعظم ازان است که دین محمدی بذات او تقویت پذیرفت و فرق در اهل ایمان و اهل کفر ظاهر و عیان گشت ـ و خوف کفار از دل اسلامیان و ایذا دهی ایشان برخاست ـ بعد از هجرت جناب سرور کاینات کسانیکه از حرم مهاجر میشدند بخوف قریش اخفای اراده میکردند ـ وی باعلان راهی‌گردید ـ کسی را یارای حجت و تکرار و مخاصمت و مجادلت نبود ـ قال صلی الله جل شانه علیه و آله وسلم الحق ینطق علی لسان عمر ـ و الحق آنچنان بود ، که در اکثر اوامر که اصحاب مشاورت میکردند ـ حکم پروردگار بر قول و رای وی نازل گشتی ـ فضایل وی حدی ندارد ـ بجناب خیرالبشر روزی از جناب رب‌العرش پیامی رسید : اگر ما را بعد از صاحب صدر خلت خلیلی بودی صدیق اکبری بودی، و در صورتی که پس از تو که صاحب صدر شریعت و مخصوص محبت ما هستی جیبی بودی فاروق اعظم بودی ـ در ایام خلافت وی اقالیم روم و شام و عراق و فارس و خراسان تا حدود هند و سند در تصرف اسلام در آمد و شوکت و حشمت روز افزون پدیدار آمد ـ کرامت باطنی وی از خوارق هم چندان است که در تحریر نگنجد ـ رود نیل را نوشت که عادات قدیم را بگذاشت و قوم مصر از رود نیل پرستی نجات یافت ـ روزی از بالای منبر یکبارگی گفت : که یا سارية ابن زنيم من استرى الذئب فقط ظلم، الجبل الجبل(ای سارية ابن زنیم هر کس گرگ را شبان گوسفندان سازد ظلم بود ، بالای کوه بر آ)حضار بانکار در آمدند ـ و این کلام بعلی مرتضی کرم الله جل عظمته وجه رسانیدند : که سارية

در عراق بود ، همچو سخنان مخاطب بوی چسان جایز باشد - علی مرتضی رضی الله جل شانه عنه گفت : هلاک باد شما را که بر وی انکار آرید وی کاری آغاز نسازد که جوابدهی آن کردن نتواند - چون سارية از حرم نبوی، در لشکر خود بدیار نهاوند بفصل راه زاید از یک ماه بود - بعد چندی قاصدان آمدند و ظاهر کردند که روزی مجاهدین دین از لشکر سارية در قتال و جدال مخالفان را تعاقب کردند و متاع فراوان در تاراج برده بالای جبال جمع و فراهم آوردند - اعدا یورش نمودند که درمیان جمع اسلام و مال در آیند - ناگاه ندای حضرت فاروق رضی الله سبحانه عنه سماعت کردند - و از خدع دشمنان [ص ۹۳] آگاه و بالای کوه پشت پناه شدند و حسب استفسار عبدالرحمان بن عوف حضرت عمر نیز همچنان بیان طراز گردید که بوادید این حال بی اختیار گشتم و همچو افهام کردم ، تا که از اشرار کفار وارهند و پشت بالای کوه دهند - از خلفای راشدین وی اول کسی بود که لقب امیرالمومنین برای وی قرار دادند و سال هجری در وقت وی بصلاح حضرت علی کرم الله جل شانه وجه ایجاد نهادند - اقتدای صوفیان در لباس مرقع و صلابت در دین و مجاهدت و ریاضت نفسانی بویست - در عدالت و احتساب دست قوی داشت - هر گاه خواست که ابی شحم عبدالرحمان اصغر فرزند خود را حد زند - غلامی بود افلح نام، وی را خواند که بتو حاجتی دارم اگر بر آری آزادت کنم و دو صد دینار بشکرانت دهم - وی قبول کرد - اشارت فرمود که صد ضرب تازیان بر این پسرم بی محابا باید زد، حرمت شفقت را رعایت نباید کرد - او را بستون مسجد بست - در ضربت اول پوست بشگافت - پسر بسم الله جل شانه کرد - فاروق گفت : که خوش نامی بر

زبان راندی - بضرب دهم پسر گفت : فضیحت شدم، عمر گفت : ای پسر فضیحت قیامت زشت تر ازین بود - ای غلام برن هرگاه نوبت ببست رسید پسر گفت: ای پدر بر ما رحم فرما - پدر گفت : خدای تو از ما رحیم تر، ای غلام نیک زن - تا چهل شد پسر زاری برد که ای پدر از حرقت ضربات جگرم بسوخت - پدر گفت که آتش دوزخ ازین حریق تر خواهد بود - چون بشمار پنجاه در آمد فریاد بر آورد : که ای پدر تخفیفی فرما - جواب یافت که اگر بر دوزخیان تخفیف نمایند ماهم بر تو تخفیف روا دارم - بشصت گفت : ای پدر بگذار تا دمی بر آرم - پدر ارشاد کرد که در صورتی که اهل دوزخ را مجال دم زدن بودی ترا نیز مجاز کردمی- در نوبت هفتاد گفت : که ما را بگزارید تا بگریزم - حضرت عمر گفت که اگر در حفظ تو اهمال رود بگریز - تا شمار ضربت بهشتاد رسید و عبدالرحمان بیهوش گردید اصحاب لب بسفارش وی کشادند که ای امیرالمومنین بسبب ضربت باقیات تحمل فرما و او را خلاص ده - پاسخ داد که شما را در عمر این اعتقاد باشد که عاصیان را گزارد بی گناهان را تعزیر دهد - وقتیکه نود ضربت آخر شد پسر از حیات خود نومید گردید و پدر عالیقدر را وداع کرد و گفت السلام علیک یا ابت حضرت عمر - بسوز دل مجیب گشت که ای جان پدر سلام خدای کریم بر توباد - هرگاه بحضور حضرت خیرالبشر رسی سلام ما برسان و گزارش ده [ص ۵۰] که پدرم قرآن میخواند و حدود شرعی با قامت میرساند - پسر قبل از اتمام صد ضربت تمام گردید - بعد اقامت حدود وی را باز کردند پدر بدرد فراقش رنجور شد و آواز بر آورد که اگر پدر ترا بجزای فعل تو ادب کرد که آن اجل ترا باعث شد ایزد تقدس و تعالی بر تو رحمت کشاد - همان ایام چهل کس از سادات اصحاب که یکی ازان حضرت

علی مرتضی بود اندر خواب مشاهده نمودند که پسر در حضرت خیرالبشر حاضر و آنحضرت از حال پدر و دیگر اصحاب پرسان است ـ حضرت عمر در تقسیم غنایم که از فتوح اسلام می رسید خود را و اولاد خود را گاهی ترجیح نساختی و فضایل اهل نبوت بواقعی لحاظ داشتی ـ هنگام فتح فارس و تصرف بر اقالیم یزد جرد شهریار نوشیروانی مال فراوان بدست آورد که قیاس نتواند کرد ـ آغاز انقسام آن از قرةالعین نبی و علی کرد ـ یک هزار درم بحضرت امام حسن و یک هزار درم بحضرت امام حسین داد ـ پانصد بعبدالله جل شانه پسر خود بخشید ـ وی اعتراض کرد که ای پدر بخدمت سید الانام شرف صحبت و هجرت دارم و در چندین غزاوت حاضر و شریک بودم که هر دو صاحبزادگان دران زمان خورد سال بودند ایشان را دو چندان میدهی ـ حضرت عمر گفت که حق شان آن بود حق تو این ـ بدین تقریر حیرت عبدالله سبحانه زیاده شد آنگاه بصراحت بیان طراز گردید که ایشایان را جد چون محمد مصطفی و جده چون خدیجة الکبری و مادر چون فاطمه زهری و پدر چون علی مرتضی ترا نشاید که دعوی تساوی درجت و مماثلت صاحب‌زادگان کنی ـ کسی از خلایق بعد انبیا فوق و فضیلت بر ایشان ندارد منزلتی و منقبتی که ایشان را حاصل کسی را نبود ـ ای پسر بعد ازین هرگز خود را بر ایشان قیاس منما و حد خود را بشناس ـ ما که پدر توام و منصب خلافت دارم و حقوق بیت المال در تصرف و تدبیر منست اگر رعایت اهل خود روا دارم و حق شرف فرزندان جناب رسول مقبول نشمارم در محشر جوابده باشم ـ رب قدیر باین منزلت ملکداری صبر و قناعت ارزانی گردانیده تا پیراهن کرپاس خشن با چهارده پیوند می پوشم ـ قوت از نان جوی سبوسی میکنم ـ اثر صولت و صلابت ما در عالم

منتشر کسریٰ و قیصر و فغفور و دیگر فرمان روایان نزدیک و دور معدوم و منهدم شدند و جمیع ممالک ایشان در تصرف اسلام در آوردم - آب روان نیل که هر سال [ص ۵۱] دختری صاحب جمال با مال و منال از مصریان می گرفت تا جاری می گشت از بیم درہ ما چنان جریان پذیرفت که هرگز روی باز آمدنش نماند - بهر وادی گذرم افتد دیو لعین چهل روز بدان راه نرود - این جمیع اوامر از لوازم خلوص و صفای ما بحضور حق بود که او را بسر و جهر یکسان هستم و روز و شب در بیم و ترس آن باشم که اگر در حریم ممالک اسلام گوسفندی را پای مجروح گردد ازان غافل مانم در یوم قیامت از جواب آن در مانم - در ایام مجروحی حضرت عمر علی مرتضی تشریف آورده فضایل و مناقب فاروق از حد زاید بیان کرد و گفت که کاش حق تعالی از دنیا ما را چنان بعقبیٰ رساند که صحایف اعمال ما برابر وی باشد - بار ثانی با هر دو صاحبزادگان سعید و رشید بعیادت ایشان آمد دید که وی می گریست- پرسید که ای امیر مومنان چرا گریانی؟ گفت ای پسر عم رسول خدا بدان گریانم که درین آوان بعد از فراق شافع یوم حشر وحی سماوی انقطاع دارد - از ختم کار خود ترسانم که استحقاق درجات جنت دارم یا مستوجب درکات دوزخم - حضرت علی مرتضی گفت: که بشارت میدهم ترا که از اکابر اهل جنانی، مکرر از خیر الا نام سمع دارم که مهتران و بهتران کهول بهشت ابوبکر صدیق و عمر فاروق بل مدارج ایشان زیادت باشد - ازان و سروران جوانان جنت حسن و حسین خواهند بود، بل منازل ایشان زیاده باشد - ازان حضرت عمر باستماع این کلام از غایت ابتهاج و فرحت و سرور گفت:

که هر دو صاحبزادگان سعید شاهد باشید بر این تقریر که پدر عالیقدر شما از حضرت سید الاولین و آخرین روایت کرد تا روز قیامت اگر عمر مضطر شود شرط شهادت و تائید ادا سازید ـ در وقت اخیر ابو عبدالرحمان عبدالله سبحانه عمر فرزند خود را نزد حضرت عایشه فرستاد که اجازت قبر در جوار امیرالمومنین حضرت صدیق خواهد که آن حجرهٔ ویست ـ عبدالله سبحانه رفت و پیام پدر گفت ـ وی در جواب فرمود : که آن جای برای خود تجویز داشتم ـ چون حضرت عمر را خواهش و آرزوی آنست بر وی ایثار کردم ـ اجازت پدر رسانید ـ وی وصیت کرد که بعد از ما چند بار ذکر از وی استجاری در باب اگر بر قول او ثابت ماند فهوالمراد ، اگر باقتضای این معنی که کسی از مرده رعایت نورزد تامل فرماید در گورستان اسلام بری ـ عبدالله سبحانه بعد از انتقال پدر باز نزد عایشه آمد وصیت پدر [ص ۵۲] نقل کرد وی بگریست و گفت که رحمت حق باد بر حضرت فاروق اکبر که در حیات و ممات ظلم را ناپسند داشت ـ بر اجازت اول قیام دارم ـ حضرت عایشه فرا یاد خاطر داشت قول رسول مقبول که درانجا ما را و ابوبکر و عمر و عیسی ابن مریم را مدفون سازند ـ تراچستان بدفن آن محل مجاز گردانم ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر ـ

منزل سی و سیوم در ذکر عزیز عثمان

اقران جامع قران حضرت ابو عمر عثمان ابن عفان بوفور علم و حلم و حیا و رضا و کرم و رحم و نعم و حشم ممدوح و مخصوص بود ـ متصف برضای کبریای و متجلی بصفای مصطفی سالک راه اخلاص واقف طریق اختصاص چون روز حرب الدار اجتماع برآستان

وی گردید ، انصار وی قصد مدافعت کردند ـ همگنا نرا ممانعت کرد ـ هر یکی از غلامان وی سلاح برداشت بامان اعلام کرد که هر کس سلاحات برندارد از مال و ملک ما وی آزاد باشد ـ اندران وقت نور دیدهٔ مصطفی حضرت امام حسن مجتبی تشریف آورد و گفت که ای مقتدای بر حق بی اجازت و ارشاد تو باگروه اسلام مجادلت و مدافعت بسیف کردن نمی توانم ـ اگر فرمان دهی از تو این بلا را رفع گردانم ـ جوابداد : که ای ابن اخي ما را بخون ریزی اهل اسلام حاجت نیست ـ امر پروردگار فایق بر جمیع تدابیر و بر حق است و این علامت تسلیم بود بورود بلا و مدارج خلت مانند حضرت خلیل ـ پس درین موقع عثمان چون ابراهیم خلیل و حسن چون جبرئیل و غوغا چون آتش بود الا حضرت ابراهیم در بلا نجات یافت و حضرت عثمان ممات نجات ـ تعلق بقا دارد و ممات تعلق فنا ، هرگاه مصریان در دولت سرای ایشان بقصد قتل داخل شدند مصحف مجید روبروی ایشان بود ـ سوره بقر می خواندند ـ اول آن اشقیا بر هر دو دست ایشان ضرب شمشیر زدند که خون جاری گردید و بر آیت : فسیکفیکهم افتاد ـ ایشان با یکدست خود آن خون از مصحف دور می کردند و می فرمودند قسم بخدای کریم که این اول دستی است که تحریر کرده مفصل آنرا ـ قاتلان ایشان همگنان در مدت قلیل بد مرگ مردند ـ جناب رسول مقبول صلی الله علیه وآله وسلم روزی این ماجرا را بحضرت عثمان بیان کرده بودند و در فضایل ایشان ارشاد کرده اند که برای هر نبی رفیقی در جنت خواهد بود رفیق ما عثمان [ص ٥٣] ابن عفان است و نیز هفتاد هزار مستحق دوزخ بشفاعت وی در جنت در آیند ـ

منزل سی و چهارم در ذکر غریق بحر بلا حریق نار ولا مقتدای اولیا پیشوای اصفیا محرم اسرار نبوت محرم راز صفوت نایب رسول زوج بتول ابن عم احمد مجتبی قوت بازوی مصطفی خاتم خلافت ناظم ولایت باب العلوم اولین و آخرین امیر الا سلام و جمیع مومنین ولی مطلق وصی برحق محبوب ترین اقارب امام مشارق و مغارب اسد الله جل شانه الغالب حضرت علی مرتضی ابن ابی طالب رضی الله جل شانه عنهما

هم نبی را وصی و هم داماد
چشم پیغمبر از جمالش شاد

عشق را بحر بود دلرا کان
شرع را دیده بود دین را جان

آیات و حدیث متواتر در فضایل و مناقب حیدر صفدر نازل و ناطق و کسی را چون وی افتخار و اعزاز دارین و قرب و منزلت بدرگاه پروردگار و بارگاه احمد مختار از روی مجاهدات ظاهری و باطنی و مشاهدات خفی و جلی و خوارق عادات و شوارق کرامات حاصل نشده ـ قال الرسول صلی الله جل شانه علیه و آله وسلم من کنت مولاه فعلی مولاه و انا و علی من نور واحد ـ این فریق صاحب تحقیق روی ارادت و سر افادت بحضرت وی دارند ـ وی را کلمات لطیف و نکات بدیع در توحید تصوف است که قبل از وی کسی نگفت و بعد وی کسی نگوید ـ و عجایب و غرایب و کشف و شواهد ولایت از حضرت صمدیت بضمیر تجلی تخمیرش ودیعت نهادند و ابواب اقسام علوم و فیوض و رحمت و برکت

از بقائ خزاین رب العزت بر روی پا کش کشا دند ـ در شجاعت و سخاوت و عظمت و جلالت عدیل و نظیر ندارد ـ همچنان در وقار و تحمل و صفا و ضیا و رضا و صبر و توکل و بقا و فنا عدیم المثال آمد ، رباعی :

وہ علی جسکی کرے خالق اکبر تعریف
مصطفی اس کی کرے بر سر منبر تعریف

یعنی قرآن میں ہو اس کی مکرر تعریف
اور ملایک بھی کرین اس کی فلک پر تعریف

ذکر حضرات دوازده امام علیهم السلام

وی امام اول بود از حضرات دوازده امام علیهم السلام ـ منقولست که در جنگ صفین لشکر وی جای فرود آمد ـ که مردم محتاج آب شدند ـ [ص ۴۶] آن جا دیری بود ـ از اهل دیر نشان یافتگی آب دریافت کردند ـ وی فصل بعید ظاهر کرد، لاجرم رجوع بحضرت امیر آوردند که مجاز فرما تا بر تلاش آب راهی شویم و شاید زنده آنجا رسیم که از غایت تشنگی کمال قلق و اضطرار داریم ـ حضرت امیر گفت که حاجت باین دوا دوش نی ـ باطراف و جوانب نظر کردند ـ زمینی را کندیدن اشارت فرمود ـ قدری غار شده بود که سنگی پدید آمد ـ ارشاد کرد که آن را بردارید زیرین آن آب جاریست ـ هر چند زور و قوت کردند برداشت آن امکان قوت بشری نبود ـ بنا بران بذات خود التفات ساخت و بدست حق پرست آن را دور انداخت ـ آبی صاف شیرین بر آمد ـ همگنان سیر خوردند ـ و بعد رفع حوایج بدستور آن را بسنگ و گل پوشش

کردند ـ مغان دیر این حال دیده قریب حضرت امیر آمدند و گفتند همانا که رسولی : پاسخ داد که نی ـ باز گفت از ملایک مقربی ـ فرمود نی ـ گفت پس کدام کس هستی؟ ارشاد کرد که ما وصی رسول مقبول هستم ـ وی تلقین شهادت خواست و ایمان آورده ظاهر کرد که در کتب قدیم ما مرقوم بود که این آب ظاهر نسازد مگر رسولی و وصی رسولی و پیش از ما بسی از مقیمان این دیر منتظر وی ماندند ـ شکر حق که ما بر آرزوی خود رسیدم ـ حضرت امیر چندان گریست که محاسن شریفش از آب دیده تر گردید و گفت که شکر اوتعالی حضرت وی ما را فراموش نداشت و در کتب خود مذکور ساخت ـ همچنان روزی لشکر وی کنار آبی فرود آمد آنجا نیز معبدی قدیم بود ـ زاهدی با چند کتب حاضر آمد و آن را خواند ـ در نعت جناب نبوت مآب و اوصاف اذکار اصحاب امت تا غایت این که روزی قیام نماید برین کنار دریا شخصی که اقرب بود از روی قرابت و دین با وی و مجادلت نماید با شامیان قتل با وی شهادت باشد ـ بعد این معاملات ایمان آورده در لیلةالتحریر که جنگ سخت با قابض شام رو داد او بشهادت نهاد ـ حضرت بشرف اسلام وی که از روی اخبار کتب سما وی بود ـ با جمیع اصحاب خود زار گریست و شکر گفت، که پروردگار ما بعنایت خاص خود ما را در کتاب الابرار یاد داشت ـ و بوفات وی نماز خواند و در قبرش رساند ـ و بر زبان راند که او از اهل بیت ما باشد ـ از کوفیان جوانی بود ـ پی او حضرت امیر که باعدای دین جدال و قتال می نمود ناگاه زنی خواست صباحی ـ حضرت امیر کسی را فرستاده جای نشان داده که مردی [ص ۵۵] و زنی باهم نزاع دارند ـ هر دو را حاضر آورد ـ گفت که : امشب منازعت شما طول

گرفت ـ جوان التماس کرد که با وی نکاح کردم ـ چو نزدش در آمدم نفرتی خوردم که اگر توانستمی همانوقت از پیش خودش دور کردمی ـ با ما رنجشی آغاز نهاد تا فرمانت رسید ـ حضرت امیر آن هر دو را در خلوت طلب کرد ـ ازان زن پرسید که این جوان را می شناسی ؟ گفت : نی ـ گفت ما ترا نشان دهم بشرطیکه در کلام راست و درست و صدق ورزی و انکار نسازی ـ گفت هر گز خلاف نگویم ـ آنگاه بر زبان آورد که تو دختر فلان بودی ـ گفت بلی ـ گفت که بعم پسری تعشق داشتی ، پدرت نخواست که ترا با وی مناکحت نماید ـ ویرا زجر کرد ، روزی بضرورتی بیرون آمدی و ترا با وی صحبت افتاد ، حامل گردیدی ـ با مادر گفتی از پدر مخفی کردی ـ چون وضع حمل شد مادر ترا بصحرا رسانید ـ فرزند را در چادر پیچیدی و زیر دیواری انداختی ـ سگی در آمد ـ خشتی بران راندی که از اتفاقات وقت بر سر فرزندت رسید تا سر وی بشکست ـ مادر تو پاره از پارچات خود خرق کرده بسر وی بست ـ زان بعد ترا حال وی ظاهر نگردید ـ زن مذکور اعتراف کرد که واقعی حال چنان بود که تو ارشاد کردی ـ ازین راز جز مادرم کسی آگاه نبود ـ پس ازین خبر داد که بامداد فلان قوم او را بردند و پرداخت کردند ـ تا جوان گردید و نوبت اینجا رسید که با تو عقد کرد ـ جانب جوان اشارت ساخت تا سر خود کشاد ـ علامت ضرب و شکست پدیدار بود ـ فرمان داد که این فرزند تست ـ حق تعالی وی را نگاه داشت از چیزیکه بروی حرام بود ـ زمانی کوفیان بحضور امیر شکایت کردند که امسال آب فرات طغیانی آورد و زراعت ما برباد می رود ـ از خدای کریم در خواه که قدری آب کمی پذیرد ـ برخاست جبای رسول مقبول بر دوش و عمامای وی بر سر و برد

وی در بر و عصای وی در دست گرفت، کنار فرات آمد ـ سعیدبن شهیدین با وی بودند ـ بعصا جانب آب اشارت کرد ـ یک گز کم شد ـ کوفیان عرض کردند که زیاده میخواهم ـ دو بار دیگر همچنان اشاره کرد بقدر دو گز دیگر کمی پذیرفت ـ کوفیان فریاد بر آوردند که کار ما درست گردید ـ در بعض اسفار در کربلا در آمد چپ و راست نگریست و زار زار بگریست و زود ازانجا گذشت و گفت که این محل خوابیدن شتران ایشان و موضع مردن ایشان ـ اصحاب ازین [ص ۵۶] حالات پرسان شدند ـ گفت اینجا قومی را قتل سازند که بی حساب در جنت روند ـ کسی تاویل این کلام تا واقعات کربلا ندانست ـ برای وی رب قدیر دوبار از عنایت خود رد شمس کرد که آفتاب را جانب مشرق از مغرب گردانید ـ فضایل وی حدی و غایتی ندارد ـ چون از دست عبدالرحمان بن ملجم پلید زخم برداشت و مراتب شهادت یافت صاحبزادگان والا تبار از غیب آوازی سماعت کردند که برون روید وصی رسول را بما گزارید ـ همگنان بر وی آمدند ـ آوازی دیگر آمد که محمد مصطفی صلی الله علیه و آله و سلم در گزشت ، وصی او شهید شد، نگاهبانی امت کدام خواهد کرد ـ آوازی بجوابش بسمع در آمد که هر که سیرت ایشان ورزد پسر وی ایشان نماید ـ بعد سکون ندا صاحبزادگان اندرون تشریف بردند ـ دیدند که نعش شریف را بعد غسل کفن پوشانیده اند ـ حسب وصیت ایام حیات بر سریری بغری بردند ـ آنجا حجری کافوری رخشنده از نور بود ـ از کندنش وسعتی رونما شد ـ دران مدفون کردند و آن را برابر و مستور گردانیدند ـ روزی رشید عباسی شکار کنان بآن ناحیت رسید ـ غزالان پناه بغری آوردند ـ هر چند جانوران صیاد سر کردند هر یک نامراد برگشت ـ

سلطان در پی تفحص این ماجرا گردید ـ آخر از پیر سالان آن نواحی بدریافت رسید که قبر علی مرتضی اینجا بود ـ بذیرفت و آنجا عمارتی کرد ـ تا زنده ماند هر سال آمدی و زیارت کردی ـ حالا او را نجف اشرف گویند ـ و در حوالی بلخ موضعیست که باستان حضرت امیر لقب دارد ـ هر که میخواهد که بنگرد حضرت آدم و صفوت وی را و حضرت یوسف و حسن وی را و حضرت موسی و جلالت وی را و حضرت محمد و خلق وی را علیهم السلام نظر کند بعلی مرتضی از کلام معجز نظام ویست که خیر الامور غنای القلب بحق بود ، بیت :

دفتر ایجاد را سر مد علیست
لابق هر حرمت بیحد علیست

منزل سی و پنجم در ذکر سعید شهید نور دیده مصطفی ابو محمد امام حسن مجتبی

وی را در طریقت نظری تمام و دقایق لطیف و حقایق شگرف بود ـ قال فی حال الوصیت علیکم بحفظ السرائر فان الحق مطلع علی الضمایر ـ بعد از پدر عالیقدر مدت شش ماه زمان خلافت نبوت را ختم گردانید ـ متصرف شام چون بخوبی در خیال خود داشت که وی [ص ۵۷] فساد را مکرده میدارد ـ قبل ازان که نوبت مجادلت لشکر شام با قیس بن سعید سردار دوازده هزار فوج حضرت امام برسر پیام مصالحت فرستاد که چون سا را ممات پیش آمد امیر اسلام حضرت امام باشد ـ و بر این سخن وثایق نوشت و عهد بست ـ حضرت امام بالای منبر رفت و گفت که مدام فساد را دوست نمی داشتم ـ حالا چون دیدم که متصرف شام در طلب حکومت و امارت بر اصرار و بی اختیار می گردد ، از جهت صلاح که امت خون اهل دین ناحق خواهد شد ، این کار بوی گذاشتم ـ حق تعالی

والی ساخت وی را برای چیزی که مقرون بوی است ، یا برای شری که در ویست ـ هرگاه فرود آمد شخصی پرسید که با قابض شام بیعت کردی؟ جواب داد که سلاطین این گروه را حضرت حق بجناب خیرالبشر نمایند که بالای منبر وی یکی بعد دیگری می رود ـ این مشاهده بر وی گران و دشوار آمد ـ آنگاه پروردگار عالم بشارت فرستاد که: انا اعطیناک الکوثر و انا انزلناه فی لیلةالقدر لیلةالقدر خیر من الف شهر ـ که بواقعی حکومت اهل شام بلا تجاوز و تفاوت هزار ماه بود ـ در عهد حضرت امام هرگاه قدریان شایع شدند خیرالتابعین حضرت حسن بصری بحضرت امام تحریری کرد که ای فرزند رسول و ضیای چشم او رحمت جهان آفرین و برکات آن بر تو باد ـ شما جمیع بنی هاشم چون کشتی روانید اندر دریای ژرف و ستارگان روشن و علامات هدایت و امامان دین هر کسی که اطاعت شما پذیرد مانند تابعان حضرت نوح نجات یابد تو چه فرمایی ؟ بحیرت ما در قدر و اختلاف ما در اطاعت تا بدانیم که روش تو دران چیست شما ذریت رسول مقبول اید و هرگز انقطاع نخواهد پذیرفت ـ علوم شما دوام که از تعلیم علام الغیوبست عز و جل و او نگاهدارنده و حافظ شما و شما نگاهدارنده و حافظ خلایق و السلام ـ امام علیه السلام جواب نوشت هر چیزی که رای ما استقامت دارد آن باشد که هر کسیکه بقدر خیر و شر از خدای کریم ایمان نیارد کافر گردد ـ هر کسی که معاصی بوی حوالت نماید فاجر بود ـ انکار بقدر مذهب قدر و حوالت معاصی مشرف خیر باشد ـ اندرین حال بندگان اندر کسب خود مقدار استطاعت از پروردگار مختار اند و دین ما درمیان جبر و قدر که جمیع خیر و شر از تقدیر رب قدیر مقدر گردید اما [ص ۵۸] باختیار و ارادت بشری بوجود

رسید و هر چند که امیر شام بعد حصول امارت بحسب تفویض و اجازت سبط رسول هزار دو هزار تحسین و آفرین بلیغ بر حضرت امام کرد که همچو بذل و جوانمردی از کسی امکان ندارد، الا با وصف آن خاطرش بیارامید و بوساطت خاتون حضرت امام ویرا مسموم گردانید ـ

منزل سی و ششم در ذکر سرخیل دشت کربلا جناب سید الشهداء صابر برضا سعید شهید مصور خوارق خفی و جلی ابو عبدالله جل شانه حضرت امام حسین بن علی علیهما السلام

تا حق ظاهر بود اتباع آن فرمود ـ چون حق فقدان پذیرفت تیغ از نیام بر گرفت و تا جان عزیز فدای راه دین نگردانید هرگز نیا رامید ـ ویرا در طریقت حق کلام بلیغ و رموز دقیق بود، چنانکه اشفق الاخوان علیکم دینکم مراد این که نجات در متابعت آن و آفات در مخالفت آن ـ و نیز فرماید که غایت اطاعت سالکان راه حق آن باشد که از حد اختیار خود برخیزند و در واجب الوجود چنان استغراق پذیرند که خود را درمیان ندارند و فنا در بقا سازند :

شاهست حسین و پادشاهست حسین
سرمنشای دین و دین پناهست حسین

سر داد و نداد دست بر دست یزید
حقا که بنای لا اله هست حسین

منزل سی و هفتم در ذکر سراج اهل دین سرتاج اهل یقین امام مرحوم و سید مظلوم ابوالحسن علی زین العابدین بن حضرت امام حسین

در کشف دقیق و نطق حقایق زین‌الاهر و ا درم‌العصر بود - بعد حوادث کربلا چون وی را با جمیع اهل بیت امام در دمشق نزد یزید پلید آوردند یکی پرسید یا علی و اهل بیت رحمت بامداد شما چسان بود؟ گفت بامداد ما چون بامداد قوم حضرت موسی بود، از جور و بلای قوم فرعون که فرزندان ایشان را قتل کردند و زنان ایشان را در بند آوردند، همچو جفای سخت از قوم ما بما رسید که نی بامداد می شناسم نی شبانگاه - خداوند کریم را شکر گویم برنعمات وی و صابرم بر بلیات - و مادرش حضرت شهر بانو بود بنت یزد جرد شهر یار بن خسرو پرویز بن هرمز بن نوشیروان عادل - بعد فتح مملکت فارس در خلافت حضرت فاروق اعظم چند دخت شهریار در بند آمدند - علی مرتضی فرمود که دختران سلاطین لایق تکریم اند - یکی در عقد حضرت امام حسین در آورد که ازان امام زین العابدین [ص ۵۹] ولادت یافت - یکی محمد بن حضرت صدیق اکبر را عنایت کرد که از وی امام قاسم بوجود آمد - یکی بعبد الله بن حضرت عمر بخشید که از وی سالم متولد گردید - وفات حضرت زین العبا بزهر دهانی ولید بن عبدالملک بن مروان دفن در بقیع -

منزل سی و هشتم در ذکر برگزیدهٔ عالم فخر نسل آدم ابو جعفر محمد بن علی بن حسین

معروف بامام باقر مخصوص بود بدقایق علوم و لطایف اشارات - جابر یکی از اصحاب رسول مقبول صلی‌الله جل شانه علیه و آله و سلم

وی را سلام نبی رسانید ، بدین عنوان که روزی آنحضرت ارشاد کرد : ای جابر شاید تو زنده مانی و ملاقات کنی با یکی از فرزندان ما که وی را محمد بن علی خوانند ـ خدای تعالی وی را نور و حکمت مرحمت نماید ـ سلام ما بوی رسانی ـ و فاتش بزهر هشام بن عبدالملک، دفن در بقیع ـ

منزل سی و نهم در ذکر یوسف جمال طریقت و معبر کمال معرفت ابو محمد جعفر بن محمد بن علی بن حسین

معروف به صادق عالی حال نیکو سیرت آبادان سریرت دقیق الکلام قوی المعانی، عالم بعلوم ربانی واقف اسرار کتاب، جامع دانای رموز غایر دفتر نور و نکت و نقر صاحب تحویل مصحف حضرت فاطمی زهری و جفر احمر و جفر ابیض مادرش ام فروه اسما بنت امام قاسم بن محمد بن صدیق اکبر و ما در ام فروه اسمابنت عبدالرحمان بن صدیق اکبر ـ ابو جعفر منصور عباسی وی را زهر داد ـ اندر بقیع مدفون و آن قبریست در حرم رسول که دران حضرت امام حسن و امام زین‌العابدین و امام باقر را دفن کرده اند ـ

منزل چهلم در ذکر کلیم طور عبادت خلیل خوان سخاوت حلیم و سلیم امام هفتم ابوالحسن موسی بن جعفر ملقب به کاظم علیه السلام

رشید عباسی وی را در بغداد طلب داشت و همانجا بزهر دهی یحیی بن خالد بر مکی در خرمای تر ـ برضوان شتافت، قبر در مقبرهٔ قریش واقع بغداد ـ

منزل چهل و یکم در ذکر مخزن جود و سخا معدن نور و صفا هشتم امام ابو الحسن علی بن موسی معروف به رضا

وی را رشید ثانی از عباسیین ولی عهد خلافت خود ساخت باصرارش پذیرفت، الا در ختم تحریری که دربنباب فرزند حضرت امام رقم ساخت که الجفر والجامع یدلان علی ضد ذالک - آخر کار همچنان رونما گشت که در انگور تازه زهرش داد - خوارق که از روی بحالت نزع و تا دفن جسد شریفش بروایت ابوصلت وقوع یافت [ص ٦٠] از عجایب روزگار بود - مدفن مقبره رشید اول واقع سرای حمید، معروف مشهد مقدس -

منزل چهل و دوم در ذکر فروغ خاندان نبوی ابو جعفر محمد بن علی معروف به نقی و جواد

هنگام نقل پدر عالی قدر هفت سال بعمر شریف بود - همدران زمان بفضایل و مواهب حضرت رب العزت شرف امتیاز یافت - رشید ثانی ام فضل دختر خود بوی مناکحت کرد و معتصم عباسی وی را زهر داد - قریب مرقد جد بزرگوار در بغداد مدفونست -

منزل چهل و سیوم در ذکر گوهر عالم افروز بحر رسالت ابو الحسن علی بن محمد مشهور تقی و عسکری

وقت وفات والد بزرگوار شش سال عمر داشت - ازان وقتیکه سجادهٔ امامت بذات پاکش زیب و رونق پذیرفت انواع کرامت وکمالات از وی ظاهر شدن گرفت - خلایق عالم بوی رجوع آورد - متوکل عباسی را توهمی رو داد بنابرین بسکونت دیار عراق مامور

[illegible] معتمد زهر داد. مدفن در سر من رای سامره، نواحی [illegible] شریف.

منزل چهل و چهارم در ذکر گنج معرفت کان فتوت ابو محمد حسن بن علی

[illegible] ذکی و سراج و عسکری [illegible] اقتدار معتمد عباسی جنت خرامید و نزدیک خوابگاه پدر آرامید [illegible] روایت صاحب تاریخ طبری معتمد عباسی وی را زهر داد.

منزل چهل و پنجم در ذکر آفتاب اوج کرامت صاحب دین و ملت ابو قاسم محمد بن حسن مهدی

ولادت با خیر و سعادت وی در سال دو صد و پنجاه و پنج از هجرت رسول مقبول. در امت محمدی جمیع فریق اهل مذهب از خواص و عوام هر ملت اتفاق دارند، بر پدیداری وی در آخر وقت قریب بقیامت و هم در غیبت وی اختلافی نی، الا فرق و تفاوت در این معنی واقع که مهدی موعود همین امام محمد حسن عسکری خواهد بود یا دیگری از آل رسول و بنی فاطمه. گروهی بروایت ابن مسعود صحابی حدیثی نقل سازند که گفت حضرت رسول مقبول صلی الله جل عظمة علیه و آله وسلم که آخر وقت از اهل بیت ما شخصی پدید آید نام وی مانند نام ما و نام پدر وی مانند نام پدر ما، و بروایت ابواسحق از علی مرتضی علیه السلام آرند که از نسل امام حسن مردی خروج نماید باسم نبی ما و گروهی بوجود شریف وی قایل و اختفای وی از روی صلاح وقت گویند و دو غیبت قرار دهند، یکی قصیر تا ختم سفارت در سال سیصد و هفده [ص ۶۱] هجری دیگری طویل تا ظهور. و از عارفان طریقت حضرت

شیخ‌العصر محی‌الدین ابن العربی حسب اشارة باب سیصد و شصت و ششم از کتاب فتوحات مکی بخروج حضرت امام مهدی بن حسن عسکری ایما می سازد۔ الا در همان کتاب می فرماید که وی از بنی فاطمه خواهد بود۔ صاحب اسم رسول و صاحب کنیت جد خود امام حسن و صاحب فصول المهم از حضرت امام مالک بروایتی آورده که مهدی موعود این امام حسن عسکری باشد۔ و حضرت شیخ عزیز ابن محمد النسفی در کتاب مقصود اقصی می نگارد که حضرت شیخ سعد الدین حموی یکی از اصحاب کبار حضرت شیخ نجم الحق والدین فردوسی در حال حضرت امام مهدی کتابی نگاشت و غرایب حالات عجایب تصرفات که هیچ بشر صورت امکان ندارد بوی منظم ساخت۔ مرادش ظاهراً بوجود با جود ویست۔ در عالم اختفا چون وی ظاهر گردد اختلاف مذاهب باطل که در ملت نبوی شایع است برخیزد، ظلم و بدعت برکنار گردد عدل و رافت استقرار پذیرد۔ عارف ربانی حضرت شیخ علاء الدولت رکن‌الدین محمد سمنانی رحمة‌الله سبحانه علیه در عروة الوثقی بذکر ابدال و اقطاب و دیگر رجال الغیب می نگارد که وی چون مختفی گردید بدوایر ابدال رسید و در وقت قطب اعلیٰ مسمی بعلی بن حسین بغدادی قطب ابدال شد و بعد وفاتش بر مراتب قطب ارشاد جا یافت و هفده سال بران منزلت ماند۔ بعد آن برضوان شتافت و در بقیع دفن یافت و عثمان بن یعقوب خراسانی بر منصب وی سرفراز گشت۔ و بعد ازو احمد اصغر از اولاد عبدالرحمان بن عوف جاگزین گردید و بر این تقدیر امام محمد بن حسن عسکری مهدی نباشد۔ و در حالات حضرت قطب الوقت شاه بدیع‌الدین صاحب ایمان محمودی قاضی محمود کشوری و

شیخ عبدالرحمان چشتی صابری جامع کوائف آن قطب ارشاد و صاحب کتاب مرات الاسرار می نگارند که حضرت وی بعد عزیمت از دیار شام حسب اشاره جناب رسالت مآب و حضرت علی مرتضی در عالم ظاهر از حضرت امام آخر لزمان تعلیم و تکمیل پذیرفت و الحق علام الغیوب ـ

منزل چهل و ششم در توضیح حال حضرات چهار پیر و چهارده خانوادگان علی صاحبهم رحمة الله سبحانه

باید دانست که حسب تصریح منزل بست هشتم فیض باطنی جناب کرامت انتساب حضرت علی مرتضی قوة بازوی مصطفی چنان که قابل تسلسل تا روز قیامت و مشر [ص ٦٢] نتائج عقبت و توسل تعلق بدان موجب امان و عافیت دو عالم باشد متعدی گردید بر چار حضرات منبع البرکات که ایشان چار پیر طریقت جامع حقیقت گویند و اصل سلاسل این فریق دانند ـ یکی حضرات امام ابو محمد حسن دوم حضرت امام ابی عبدالله جل شانه حسین علیهما السلام و این هر دو سعید شهید سبط رسول فرزند بتول حامل کمالات ولایت و امامت اند سوم حضرت امام ملت و شیخ امت سندالعارفین سیدة التابعین فروغ قالب عنصری خواجه ابی سعید حسن بن ابی الحسن بصری ـ وی قریب چار صد اصحاب جناب رسالت مآب را زیارت کرد همه فیض صحبت برداشت و با چندین قطرات از شیر حضرت ام سلمی رضیع گردید و در مصاحبت حضرت امام دوم ابو محمد حسن رسید صاحب سر یزدانی سید محمد کرمانی بدست حق پرست حضرت محبوب ذات منزه از صفات مرقوم دیده می آرد که روز وفات خواجه حسن بصری وقت شب از غیب آوازی آمد ان الله جل عظمة اصطفی آدم و نوحا و آل ابراهیم و آل حسن چهارم (م) حضرت قطب طریقت

و ارشاد خواجه ابوالمجد کمیل بن زیاد وی علاوه از نعمات مرتضوی منزلت شهادت نیز مزید یافت که حجاج بن یوسف ثقفی ویرا برای ظلم شهید ساخت و تفصیل چارده خانواده در منازل جدا در ذیل می نگارد ـ

منزل چهل و هفتم در ذکر خانوادهٔ زیدیان

منسوب بحضرت قطب عالم شیخ اعظم خواجه ابوالفضل عبدالواحد بن زید بصری ـ وی صحبت خواجه حبیب العجمی الفارسی المصری نیز داشت و از دست خواجه حسن بصری و خواجه کمیل ابن زیاد خرقهٔ خلافت یافت ـ هرگه بر سجاده ارشاد قیام پذیرفت بار اول که پنج اشخاص معروف از ابنای عبدالله جل شانه بن عوف در بیعت وی در آمدند نسبت آبائی واجدادی و مصری و دیاری از غایت عقیدت و رسوخ بحضرت شیخ محو گردانیدند و بر نام نامی مرشد حق پرست موسوم گردیدند ـ زان بعد هر کسی که در دائره اطاعت رسید باهمان لقب منسوبی معروف گردید ـ خرقت کمیلی از دست وی بشیخ ابو یعقوب السوسی انتقال پذیرفت و خرقت حسینی بشیخ فضیل بن العیاض حاصل گشت خواجه عبدالواحد چنان قبول داشت که روزی بدعای وی برای درویشان زر آسمان بارید ـ

منزل چهل و هشتم در ذکر خانواده فضیلیان

[ص۶۳] منسوب بحضرت قطب ولایت خواجه ابوالفیض جمال‌الحق والدین فضیل بن العیاض مکی ـ بعضی وی را خواجه ابی علی فضیل بن عیاض بن المنصور التمیمی در ابتدا گویند راه زنی کردی زمانی با گروه توابع خود عقب کاروانی گرفت، اندران جماعت شخصی

قاری بو - این آیت بر خواند : الم یان للذین امنوان تخشع قلوبهم لذکرالله جل شانه فضیل بفور انتباه پذیرفت و ازان در برآمد و بخدمت شیخ عبدالواحد بن زید بصری پیوست و بعد ریاضت و مجاهدت بخلافت معزز گشت و استفاضت او بفیضان معنوی علاوه از شیخ عبدالواحد پیر طریقت اصلی از روی صحبت و حصول نعمت از چندین حضرات دگر هم داشد. یکی از حضرت محمد باقر یکی ازحضرت امام محمد جعفر صادق یکی از امام اعظم نعمان کوفی یکی از امام ابا عتاب منصور بن المعتمر بن عبدالله جل شانه السلمی الکوفی فیض هر دو امام همام بحضرت آبای کرام خود متصل که امام ابی جعفر محمد باقر از حضرت امام زین‌العابدین امامت یافت و در عمر قریب بده سالگی اندر دشت کربلا از جد امجد خود سیدالشهدا و سندالسعدا نعمت پرداشت و بزبان جابر سلام حضرت خیرالانام بوی رسید و از امام جعفر برکات صدیقی بوساطت امام قسم جد قاسد (نانا) خود مشرف گردید و مسند امام اعظم ظاهر که وی از حضور نبوت بجواب سلام شرف اندوز و باجتهاد او امر و نواهی شریعت مصطفوی مامور و مقرر شد - دو سال در صحبت امام جعفر صادق بسر برده انواع برکات و لطیف قلبی جمع آورده و امام ابا عتاب منصور کوفی از چندین کبرای طریقت و شریعت فیض اندوخت یکی از ابی بکر محمد بن سلمه بن شهاب‌الزهری وی از محمد بن جبیر وی از بدر خود جبیر بن مطعمه القرشی الصحابی وی با وجود شرف صحبت جناب رسول کریم مجاز درین طریق از حضرت ابا بکر صدیق یکی از ابی مریم ربعی بن خراش العیسی الکوفی، وی از حضرت عمر فاروق و علی مرتضی - یکی از ابی عمران موسی بن زید الراعی البلخی، وی از خیرالتابعین قدوة العارفین بحرالاسرار

یعنی حضرت خواجه اویس بن عامر القرنی بهره اندوز ـ وی کسی باشد ترین فریق که فضایل و مناقب بی حد و حصر دارد با وجودیکه در وقت آنحضرت بود الا بچشم ظاهری بجمال جهان آرای نبوت نرسیده بدیده باطنی استحصال نعمت فرمود ـ حضرت عمر و حضرت علی برای رسانیدن [ص ۶۳] قمیص و ردای اشرف جناب سید الانام و سلام آن سرور انبیای کرام و ادای دعای خیر و برکت در حق امت مامور شدند و یکی بحضور دگری هر دو لباس خاص در عرفات بوی پوشانید و مصروف بدعای خیر گردانید و خودش در خلافت حضرت صاحب ولایت نبوی هنگام عزیمت محاربات امیر شام حاضر آمد و دست بیعت داد و پیراهن خلافت بردوش نهاد هم بجنگ صفین از دست باغیان شام شهادت یافت ـ فیض اویسی از طفیل وی در عالم شایع ـ

منزل چهل و نهم در ذکر خانواده ابراهیمیان

منسوب بحضرت سلطان التارکین برهان الناسکین خواجه ابو اسحاق ابراهیم بن ادهم بن سلیمان بن منصور بن یزید بن جابر تجرید و تفرید وی از جاه و منزلت دنیا و خیر باد سلطنت بخارا یا بلخ از روی روایات صحیح بهدایت حضرت خضر و الیاس علی نبینا و علیهما السلام بود زان بعد چندی بصحبت این هر دو حضرات پرداخت و از دست خضر خرقت خلافت و از حضرت الیاس تعلیم اسم اعظم یافت و بصحبت حضرت خواجه ابی علی فضیل بن عیاض در آمد و شانی رفیع بهم رسانید ـ خرقات خلافت از چندین حضرات پوشید ـ یکی بانعمت اصلی شیخ خود یکی از امام محمد باقر، یکی از امام محمد جعفر صادق، یکی از امام ابا عتاب منصور بن المعتم بن

عبدالله جل شانه انسلمی الکوفی ، یکی از او، عمر ن موسی بن زید الراعی که ذکر این حضرات در منزل چهل و هشتم گذشت ، یکی از دست شیخ الامام المعمر المغربی الجیلی ... از اصحاب کبار با توابع نامدار باشد معروف بصوفی ما ورا النهر و در وسط اردبیل و جیلان آرامگاه دارد ، هم صحبت کبرای اسلام دریافت ـ امام اعظم کوفی وی را سیا العرفا گفت ـ ابوالقاسم جنید بغدادی در حق وی مناتیح العلوم گفت ابی یحیی مالک بن دینار صاحب حسن بصری وی را بسی عزیز داشت ـ خواجه داؤد بلخی صوفی حران از طعام غیب وی را بهره ور ساخت ، مدت پنجاه سال مجاور حرم بود ـ ادهم قلندر بلخی والد بزرگوار او که از روی تقریب بعشق در خاندان سلاطین بلخ نسبت خویشی داشت ـ حسب روایت بعض ارباب تواریخ از اولاد حضرت فاروق باشد ، الا صحت ندارد هم چنان یادگاری اولاد صابی از وی ظاهرا پدر شقیق بلخی ابراهیم از وی در بلخ هم عصر خواجه ابراهیم بن ادهم بود ـ شخصی زاهد و پارسا ، هفت پسر والا گهرداشت ـ یکی ازان [ص ٦٥] شقیق بلخی که اول صاحب رای بود ـ آخر صاحب حدیث گشت و شیخ وقت ، تمام عمر بر قدم توکل و صبر رفت ـ در انواع و اقسام علوم تصانیف عالی دارد طریقت و حقیقت از ابراهیم ادهم گرفت رحمة الله سبحانه علیهما ـ کسانی که خود را اولاد ابراهیم ادهم شمارند در حقیقت از اولاد ابراهیم ازوی اند ـ

منزل پنجاهم در ذکر خانواده هبیریان

منسوب بحضرت خواجه امین الحق والدین هبیرةالبصری ـ وی خلافت یافت از حضرت خواجه سدیدالدین حذیفت المرعشی ، مرید

سعید حضرت خواجه ابراهیم بن ادهم بود این جمیع فضایل مرتضوی بوسایل هر چهار پیر بی نظیر و نعمات و برکات ذکر حضرات جامع الصفات حسب تصریحات منازل ما قبل در ذات حضرت خواجه امین الحق والدین هبیرة البصری اسجماع پذیرفت و از روی توضیح منزل ما بعد بحضرات چشت ارباب بهشت منتقل کشد ـ

منزل پنجاه و یکم در ذکر خانواده چشتیان

منسوب بحضرت خواجه شریف الحق والدین ابواسحق شامی عکی ، وی بادشاه دارالملک هدایت بود ـ سر سلاسل چشت و سعدای این اقب شریف وبنای این نام لطیف ـ هر گاه از دیار شام در بغداد بحضور خواجه کریم الحق والدین علوی‌الدینوری مرید سعید خواجه هبیرة البصری بقصد ارادات حاضر آمد خواجه نام پرسید، وی گفت ابواسحق شامی ـ بران ارشاد رفت که بعد ازین ترا چشتی خوانند و پیش رو این نسبت شمارند تا قیام قیامت چند سال باهتمام تمام در منازل مجاهدت سیار ماند آخر بطی‌مقامات بعالی درجات رساند ـ آنگاه برای ایثار نعمت خاص رو برو نشاند و بزبان گوهر فشان راند که حالا بانعمات موروثی خاندانی از عطای ربانی مالا مال شدی جانب دیار چشت باید رفت و دست خلایق عاصی باید گرفت ـ هر کسیکه آینده باتو و فرزندان تو خواهد پیوست وی را چشتی بهشتی خواهند گفت چنان که وی حسب ارشاد در چشت وارد شود ـ حضرت خواجه ابی اسحاق شامی چشتی در آمد ، پدر بزگوارش شریف ابن الشریف و سلطان و امیر آن ولایت بود ـ نسب اشرف وی تا امام دوم بدین ترتیب حضرت خواجه ابی احمد ابدال این سلطان فرستافا ابن سید ابراهیم ابن

سید یحیی ابن سید حسن ابن میر محمود المعالی ابن سید ناصرالدین ابن سیدعبدالله ابن سید حسن مثنی ابن امام دوم ابو محمد حسن ابن علی مرتضی علیهم السلام خواجه ابی اسحاق [ص ٦٦] شامی در سال دو صد و شصت هجری زمان خلافت معتصم وارد چشت گشت و در همان سال ششم رمضان شریف خواجه ابی احمد ولی مادر زاد قدم در وجود نهاد و بسال دو صد و هشتاد بیعت کرد ـ در ثلثمائه و خمس و خمسین در خلافت ابو بکر عبدالکریم تابع بن مطیع بتاریخ سوم جمادی‌الثانی بعالم بقا شتافت اوایل منزلت ابدال داشت و بعد آن بترقی ازان منزل قطب ابدال و تصرف بر ولایت قمری یافت و چون وی منزلت ابدالی ورزید ـ بر وفق وراثت این فیض ازان وقت در اکثر خواجگان چشت بطریق انضمام بهم رسید ـ خواجه ابی اسحق بعد تربیت کامل خواجه ابی احمد و ایثار نعمات خاندانی متصرف شام گشت و هدا نجا رخت حیات بعالم بقابست، مرقد منورش در عکا از بلاد شام واقع و بروایت ابن عبدالرحیم کاذرونی برمزار فایض الانوارش چراغی از غیب می رسد و تمام شب فروزان می ماند و بهیچ آفت ارضی و سماوی متضرر نگردد ـ شخصی مناسب این حال گفت بیت :

اگـر گیتی سراسر بـاد گیرد
چـراغ مقبلان هـرگز نمیرد

و همچنان منقول که در کاذرون چراغ خواجه ابو اسحق کاذرونی می سوزد و تا قیامت خواهد فروخت و طریق حضرات چشت آن بود بر طبق رسوم مسنون در مشهور و قصبات و دیهات سکونت ورزند و خلق را بحق هدایت سازند و دستگیری خاص و عام نمایند و بر طریق پیران مستحکم باشند و از نواهی محترز و باوامر مستعد

و ریاضت عزیز دارند و در تعظیم مهمانان بجان کوشند و سماع و اهل سماع را تعظیم دهند و هر قوم و هر فرد انسانی را بهتر از خود شمارند و باهر فریق از راه صلح صحبت دارند و عرس پیران بشوق سازند و دوام نظر ایشان بجانب وحدت وجود باشد و در کثرت نیز جمال احدیت مشاهده نمایند و اول مریدان را لا موجود الا الله جل شانه فهمانند و بدان مراقب گردانند و جامع باشند در صحو و سکر و یکی را بر دگری چندان ترجیح نشمارند، چنان که طیفوریان و جنیدیان انگارند و هر چند ذوات حضرات انبیا معرا باشند از شوایب سکر الا استجماع بر لطایف سکر و صحو خاص برای آنحضرت بود که گاهی باطلاق استغراق لی مع الله وقت الخ گفت و زمانی در ما عرفناک حق معرفتک سلک بیان سفت - سکر و صحو دو وصف اند [ص ۶۷] بندگان مقبول را و تاجمیع اوصاف را در خود فانی نسازند خود محجوب باشند، و تا مجرد بصفات نشوند جامع صفتین کی توانند شد؟ پس جامع هر دو صفت گروهی باشند که قدم بر قدم حضرت رسول روند و حضرات چشت در آداب و تواضع و اخلاق و بذل و ایثار و دلداری چنان خو گر شدند که هیچ قوی از ایشان رو گردان نشود اخفای اسرار از اغیار شعار دارند، و عقل را بر علم فاضل دانند - حضرت رب العزت آدم علیه اسلام را مخیر گردانید در عقل، و علم وی عقل ورزید و بر مراتب و صفاعرفان رسید، و عزازیل بر علم خود مغرور ماند، بیت:

شد عزیز آدم چو استغفار کرد
خوار شد شیطان چو استکبار کرد

و بر جمیع امور صوری و معنوی بر اراده حق روند ـ چنانکه انبیا را وحی بود اولیا را بجای آن الهام باشد ورثات انبیاء علما را مراد از همین منزل باشد ، و اصلی مشرب ایشان عشق و انکسار و ترک و ایثار باشد ، اندکی مجاهده بانی ذوق و مشاهده فرمانید ازین رو اکابر خانودگان ذکر بر زبان آرند که هر یکی ازین حضرات پروردگار عالم را صفت یافت و چشت شهریست در ولایت خراسان بشعب جبال قریب دار الخلافت هرات معروف بشافلان پیران و همه موضعی در وسط اچ و ملتان اندر سواد اعظم هندوستان حضرات ما از شهر چشت خراسان معروف بشاقلان اند درین معنی سید علاوالدین اودهی متخلص بوصالی در ترجیع بند مشهور گوید نظم :

در بیابان درد حیرانیم راه شهر دوا نمیدانیم
گر ز هندوستان شدیم چباک بلبل گلشن خراسانیم

منزل پنجاه و دویم در ذکر خانواده عجمیان

منسوب بحضرت خواجه محمد حبیب بن عیسی العجمی الفارسی البصری وی اوایل مالداری بود ناگاه عنایت حق بوی رو آورد بصحبت حضرت خواجه حسن البصری پیوست و بر منصب خلافت معزز گشت کسانیکه بوی رجوع آوردند بعجمی ملقب شدند ـ

منزل پنجاه و سیوم در ذکر خانواده طیفوریان

منسوب بطیفور شامی قطب حق بایزید بسطامی اهل صحاح و اخبار و احوال عرفا و ارباب تواریخ اختلاف دارند در بیان حالات [ص ٦٨] این قطب وحدت بانواع و اقسام چند یکی این که ابی

یزید طیفور بن عیسی بن سروشان زاهد بسطامی دگر ابویزید طیفور
بن آدم بن عیسی بن زاهد بسطامی دگر اول بایزید اکبر و ثانی
بایزید اصغر لقب دارد آرامگاه و نشو و نمای هر دو از همان شهر
یکی اینکه اول سقای حضرت امام بود ثانی عابد - یکی اینکه احدی
ازین هر دوسقای امام علی رضا بن موسی بن جعفر صادق بود که
وی را نیز جعفر گویند یکی این که انتساب ظاهری یا باطنی
ابویزید بصادق اصلی ندارد حلاق در خلایق شهرت پذیرفت اصلا
استفاضت وی از امام جعفر بن موسی کاظم باشد - آن هم بفیض
رسانی روحانی از باعث تاخروی از حضرت خواجه معروف کرخی
بهر حال از روی تحقیقات حضرات این خانواده و معتمدین ارباب
تواریخ از اولین و آخرین استنباط و اثبات می پذیرد که از مشاهیر
اهل عرفان که دفتر دفتر از فضایل و مناقب وی در کتب صحیح
تحریر کرده اند و اکثری ازین صاحب اخبار و آثار خود عالی منزلت
والا مرتبت مستغرق بحر کشف و کرامت اند - مانند
شیخ فرید الدین عطار و خواجه محمد پارسا و خواجه علاوالدین عطار
و میر سید شریف جرجانی وغیرهم و هم حضرت خواجه ابوالقاسم
جنید در حق وی گوید که بایزید در قوم ما مانند جبرئیل باشد
در ملایک و نهایت میدانی که سالکن راه توحید بآن عازم شدند
بدایت با یزید باشد ، و سلطان طریقت سیاح بیدای حقیقت حضرت
شیخ ابو سعید ابوالخیر در حق وی فرماید که هجده هزار عالم
از با یزید پر می بینم و با یزید در حضرت حق محو - شیخ الاسلام
پیر هرات کلام وی را که در حالت سکر گفت درست میدارد
و بر آن تاویل لطیف می آرد یکی بود - کسیکه از روح پر فتوح
حضرت امام جعفر صادق فیض باطنی بطریق اویسی یافت ، و در

عالم ظاهر صحبت یکصد و چهارده مشایخ کبار برداشت - یکی ازان احمد خضروی یکی ازان ابو حفص حداد یکی ازان ابو زکریا یحیی بن معاذ لاری یکی ازان خواجه شقیق بن ابراهیم آزدی بلخی یکی ازان ابو علی سندی در شرح شطحیات شیخ روز بهان نقل آورده اند که بایزید گوید که ما از ابو علی علم فنا در توحید آموختیم و او از ما الحمدالله جل شانه و قل هوالله جل عظمة احد در صورتی که ذکری بنام بایزید بسطام باشد ، آن خیر معروف خواهد بود که ذکر خبر وی باین شد و مد د هیچ [ص ٦٩] از ذخایر کبرای طریقت رقم پذیر نشده هر چند که خلایق فراوان در صحبت ظاهری وی تعلیم پذیرفت ، مانند برادر زاده وی شیخ محمد عمر بسطامی مرشد شیخ محمد عبدالله جلشانه داستانی و شیخ محمد المغربی مرشد شیخ ابویزید العشقی الاعرابی الا ازین که خود قطب حق از امام همام بطریق اویسی فیضیاب گردید - صاحب نسبت قوی از وی هم بطرز مسبوق الذکر بر مقصود خود رسید چون عارف ربانی حضرت خواجه ابوالحسن علی ابن جعفر ابن سلیمانی خبرقان و عارخ صمدیت حضرت شاه بدیع‌الدین قطب المدار شامی قدس‌الله سبحانه سر هماالسامی و هرکه قطب حق بر منزلت صحو و تمکن قرار گرفت - مریدان صادق الارادت خاص کاس شیخ محمود شیخ مسعود شیخ ابراهیم شیخ احمد بار اول در دایره اطاعت او در آمدند و خود را بوی منتسب گردانیدند و طیفوری گویانیدند -

منزل پنجاه و چهارم در ذکر خانواده کرخیان

منسوب بحضرت خواجه ابی المحفوظ معروف بن فیروزالکرخی وی هر چند فیض صحبت چندین حضرات بابرکات برداشت الاخرقت

خلافت از دست دو حضرات یافت یکی از امام هشتم علی بن موسی ملقب رضا وی از امام موسی کاظم وی از امام جعفر صادق وی یکی از والد ماجد خود امام محمد باقر و یکی از جد فاسد خود امام قاسم بن محمد بن ابی بکرالصدیق یار غار جناب رسالت مآب نعمت یاب باشد و امام محمد باقر از حضرت امام زین‌العابدین و نیز جناب سیدالشهدا حضرت ابی عبدالله الحسین مقتول دشت کربلا امامت و فیض یافت اندران زمان پنج یا ده سال عمر داشت ، و جناب شهادت مآب از برادر اکبر ابو محمد حسن و پدر والا قدر ابوالحسن و مادر فرخنده اختر سیدةالنسا فاطمه زهرا و جد بزرگوار سیدالابرار محمد مصطفی احمد مجتبی خرقات پوشید هم چنان امام دوم از والد ماجد و والده ماجده و جد والا تبار بر منزلت رسید حضرت سیدالاولین والاخرین بوساطت حضرت روح الامین و هم در منزل قاب قوسین از حضرت رب‌العالمین در جمیع اوامر و نواهی و علوم طریقت و حقیقت و سایر اسرار و انوار معزز گردید ، و چندین هزار کلام معجز نظام بی توسل و بی حجاب از حضرت حق شنید و امام قاسم یکی از هفت فقهای شهر و پدر ام فرده مادر امام جعفر صادق بود ـ هم ما در ام فرده اسمابنت عبدالرحمان بن حضرت ابی بکر الصدیق و لذالک [ص ۰۷] قال الصادق ولدنی ابو بکر مرتین و امام قاسم ممدوح در صغر عمر حیات ابوعبدالله جل شانه سلمان فارس اصفهانی را زیارت کرده و بعد بلوغ بطرز اویسی از روح پر فتوح وی مکتب طریقت شد ـ وی صاحب عمر طویل و صحابی جلیل باشد ـ وصی حضرت عیسی را دیده رسول کریم وی را وقتی از اهل بیت خود خواند ، و نیز گفت السباق اربعة انا سابق العرب و الصهیب سابق الروم و المسلمان سابق الفرس و البلال سابق الحبشی در خلافت

حضرت عمر والی مداین شد ، و در خلافت حضرت عثمان همانجا وفات یافت عمر وی زیاده از چهار صد سال و دو صد و پنجاه سال منقول الا با وصف شرف صحبت جناب رسول مقبول مانند جبیر بن طعمه القریشی مذکوره منزل چهل و هشتم خانواده فضیلیان نعمت یافت از صدیق باوقار یا غار سیدالابرار گردید وی اول از خلفای راشدین و جانشین حضرت سیدالمرسلین شفیع‌المذنبین بود ـ یکی از جامع فضایل شریعت و طریقت ابی سلیمان داؤد بن نصیر طای خراسانی کوفی ، وی از حضرت امام موسی کاظم شرف صحبت یافت و سند خلافت گرفت وی ازابو محمد حبیب بن عیسی العجمی فارسی بصری و وی از ابی سعید حسن ابی‌الحسن البصری که یکی از چار پیر طریقت جامع حقیقت بود ، بشرح منزل چهل و ششم و استفاضت پذیرفت از اکثر تابعین حق بین منهم ابو حلهم حبیب بن سالم الراعی که از حضرت سلیمان فارسی ممدوح مخاطب بسلمیان الخیر ابن السلام از حضرت سیدالانام بصحبت ظاهری مجاز و علاوه ازین دو حضرت امام علی رضا و ابی سلیمان داؤد طای پیران صحبت و کسب طریقت حضرت خواجه معروف کرخی بسیار اند ـ چنان که سعید بن عبدالعزیز شامی دیگر کوفی و عمر مکی و بشر حافی اولین اصحاب خواجه ابی سعید حسن بصری اند ، و آخر خواجه بشر حافی بن حارث بن عبدالرحمان صاحب خواجه فضیل بن عیاض مکی خواجه معروف هرگاه بدار بقا رحلت کرد ـ از غایت تصور وحدت وجود علی الا طلاق و کثرت تواضع و اخلاق که بر هر فریق و از هر طریق ایثار می گردانید ـ اکابر چندین ملت و دین و عوید از تجهیز و تکفین وی شدند ـ خادم که محرم راز وی بود گفت که شیخ وصیت کرده که هر قومی که جنازه ما بردارند

خلافت از دست دو حضرات یافت یکی از امام هشتم علی بن موسی ملقب رضا وی از امام موسی کاظم وی از امام جعفر صادق وی یکی ز والد ماجد خود امام محمد باقر و یکی از جد فاسد خود امام قاسم بن محمد بن ابی بکرالصدیق یار غار جناب رسالت مآب نعمت یاب باشد و امام محمد باقر از حضرت امام زین‌العابدین و نیز جناب سیدالشهدا حضرت ابی عبدالله الحسین مقتول دشت کربلا امامت و فیض یافت اندران زمان پنج یا ده سال عمر داشت ، و جناب شهادت مآب از برادر اکبر ابو محمد حسن و پدر والا قدر ابوالحسن و مادر فرخنده اختر سیدة‌النسا فاطمه زهرا و جد بزرگوار سیدالابرار محمد مصطفی احمد مجتبی خرقات پوشید هم چنان امام دوم از والد ماجد و والده ماجده و جد والا نبار بر منزلت رسید حضرت سیدالاولین والاخرین بوساطت حضرت روح الامین و هم در منزل قاب قوسین از حضرت رب‌العالمین در جمیع اوامر و نواهی و علوم طریقت و حقیقت و سایر اسرار و انوار معزز گردید ، و چندین هزار کلام معجز نظام بی توسل و بی حجاب از حضرت حق شنید و امام قاسم یکی از هفت فقهای شهر و پدر ام فرده مادر امام جعفر صادق بود ـ هم ما در ام فرده اسمابنت عبدالرحمان بن حضرت ابی بکر الصدیق و لذالک [ص ۰۷] قال الصادق ولدنی ابو بکر مرتین و امام قاسم ممدوح در صغر عمر حیات ابوعبدالله جل شانه سلمان فارس اصفهانی را زیارت کرده و بعد بلوغ بطرز اویسی از روح پر فتوح وی مکتب طریقت شد ـ وی صاحب عمر طویل و صحابی جلیل باشد ـ وصی حضرت عیسی را دیده رسول کریم وی را وقتی از اهل بیت خود خواند ، و نیز گفت السباق اربعة انا سابق العرب و الصهیب سابق الروم و المسلمان سابق الفرس و البلال سابق الحبشی در خلافت

حضرت عمر والی مداین شد ، و در خلافت حضرت عثمان همانجا وفات یافت عمر وی زیاده از چهار صد سال و دو صد و پنجاه سال منقول الا با وصف شرف صحبت جناب رسول مقبول مانند جبیر بن مطعمه القریشی مذکوره منزل چهل و هشتم خانواده فضیلیان نعمت یافت از صدیق باوقار یا غار سیدالابرار گردید وی اول از خلفای راشدین و جانشین حضرت سیدالمرسلین شفیع‌المذنبین بود - یکی از جامع فضایل شریعت و طریقت ابی سلیمان داؤد بن نصیر طای خراسانی کوفی ، وی از حضرت امام موسی کاظم شرف صحبت یافت و سند خلافت گرفت وی ازابو محمد حبیب بن عجمی العجمی فارسی بصری و وی از ابی سعید حسن ابی‌الحسن البصری که یکی از چار پیر طریقت جامع حقیقت بود ، بشرح منزل چهل و ششم و استفاضت پذیرفت از اکثر تابعین حق بین منهم ابو حلیم حبیب بن سالم الراعی که از حضرت سلیمان فارسی ممدوح مخاطب بسلمان الخیر ابن السلام از حضرت سیدالانام بصحبت ظاهری مجاز و علاوه ازین دو حضرت امام علی رضا و ابی سلیمان داؤد طای پیران صحبت و کسب طریقت حضرت خواجه معروف کرخی بسیار اند - چنان که سعید بن عبدالعزیز شامی دیگر کوفی و عمر مکی و بشر حافی اولین اصحاب خواجه ابی سعید حسن بصری اند ، و آخر خواجه بشر حافی بن حارب بن عبدالرحمان صاحب خواجه فضیل بن عیاض مکی خواجه معروف هرگاه بدار بقا رحلت کرد - از غایت تصور وحدت وجود علی الا طلاق و کثرت تواضع و اخلاق که بر هر فریق و از هر طریق ایثار می گردانید - اکابر چندین ملت و دین و عوید از تجهیز و تکفین وی شدند - خادم که محرم راز وی بود گفت که شیخ وصیت کرده که هر قومی که جنازه ما بردارند

ازان قوم باشم - آخر بعد چنان قرار داد بدست هیچ فریق جنازه او از زمین بلند نشده جز اهل اسلام ارباب طریقت [ص ۱۷] و بعد نماز همانها که وفات کرده بودند مدفون کردند در بغداد قبر وی تریاق مجرب باشد بقضای حاجات و اجابت دعوات - وفاتش در دو صد هجری کرخ مراد از هفت مواضع توابع بغداد باشد معروف ازانجا بود -

منزل پنجاه و پنجم در ذکر خانواده سقطیان

منسوب بحضرت خواجه ابوالحسن سری ابن مغلس السقطی مغلس بضم المیم و فتح الغین المعجمه و الکسراللام مع التشدید وی صحبت بسیاری از کملای طریقت دریافت - مانند خواجه فضل بن عیاض و خواجه بشر حافی و خواجه حبیب راعی و ابی جعفر سماک بغدادی و حارث محاسبی و خلافت از خواجه معروف کرخی یافت ، امام اهل تصرف بود -

اول کسیکه در بغداد لطایف حقایق و توحید گفت او باشد اوایل سقط فروشی کردی که متاع مالیت قلیل مراد ازان باشد - و در بازار بغداد دکانی داشت - روزی دران طرف آتش افتاد شخصی بوی گفت که مال تو همه بسوخت - جواب داد که مرا فارغ البال ساخت - چون نگاه کردند محفوظ بود - تمام آن را بر درویشان ایثار کرده کسوت تصوف پوشید و مجاهدات بی اندازه کشید - خال بزرگوار و مرشد نامدار خواجه ابوالقاسم جنید باشد و اکثر کبرای

---

* غلس - محرکه" تاریکی آخر شب - اغلاس بتاریکی آخر شب در آمدن - جباره" بن مغلس محدث ملحد شد کوفی ست - تغلیس در تاریکی آخر شب رفتن و دران تاریکی بر آب وارد گردیدن یقال غلسنامه‌الماء ای ورد ناه بغلس غلسناالصواه اذافعلناالصلوه" بغلس ۱۲ منتهی الارب ۱۲ -

بغداد و عراق بوی مستفیض شدند ـ

منزل پنجاه و ششم در ذکر خانواده جنیدیان

منسوب بحضرت خواجه ابوالقاسم جنید بغدادی وی مقتدای عارفان و پیشوای کاملان بود ـ خواهر زاده و صاحب نعمت اصلی ابوالحسن سری سقطی و با ابو محمد حارث بن اسدالمحاسبی و محمد بن علی قصاب و محمد بن منصور طوسی و ابی محمد قلانسی و اکثر اعیان وقت صحبت داشت مقبول جمیع فریق طریقت و حجت حق علی‌الخلق باشد ـ دفتر دفتر از کمالات و کرامات وی پر اند ـ

منزل پنجاه و هفتم در ذکر خانواده کاذرونیان

منسوب بحضرت خواجه ابو اسحاق محمد ابراهیم بن شهریار کاذرونی ـ وی در صغر عمر جوهری قابل داشت ـ روزی حضرت شیخ ابو علی حسین بن محمد فیروز آبادی اکاری هروی صاحب نعمت شیخ ابو عبدالله سبحانه محمد بن خفیف الشیرازی را بروی گذر افتاد، صلاحیت باطنش در خیال آورده گفت که دست بر دست ما باید نهاد او چنین بعمل آورد آخر بصحبت هر دو شیخ و تحصیل علوم دین و اکتساب اسرار یقین منزلات عظیم یافت ، و بر منصب بلند رسید و صاحب خانواده گردید ـ شیخ ابو عبدالله سبحانه [ص ۴۲] از خلفای با صفای خواجه ابو محمد رویم بن احمد بن یزید بن رویم مهنین بغدادی و ابو محمد رویم یکی از عماید فیض یابان سید الاوتاد بغداد ابوالقاسم جنید بغدادی صاحب منزل ما قبل این منزل باشد ـ

منزل پنجاه و هشتم در ذکر خانواده طوسیان

منسوب بحضرت خواجه علاءالحق والدین طوسی ـ وی از کبرای

طوس بود ، و شیخ نجم الحق والدین کبریٰ که از شرفای فردوس بود هر دو باهم رسم اتحاد و اخلاص و محبت و موالفت بغایت داشت - روزی هر دو بزرگوار همداستان شدند که عمر ما بسر آمد و کاری بر نیامد آخر هر دو نزد شیخ ابو نجیب ضیاءالدین عبدالقادر سبحانه سهروردی آمدند ، و اطاعت وارادت و ما فی‌الضمیر خود ظاهر کردند ، وی گفت ما هم باین داغ ابتلا داریم و بشما در سفر موافقت کنم تا همگنان بحضور حضرت خواجه وجوه الدین ابوحفص قاضی رسیدند ، و نسخه هدایت و ارشاد ورزیدند - قاضی عم حقیقی شیخ ابو نجیب ضیاءالدین و صاحب نعمات از دو حضرات بود - حضرت شیخ سعید الدین فرغانی عارف یزدانی در مناهج العباد الی بیان المعاد گوید که دست هر دو حضرات شریک یکدگر باشد - در پوشانیدن خرقات با برکات یکی از والد بزرگوار خود شیخ المعمر نجیب الدین محمد بن عبدالله سبحانه بن سعد محدث صدیقی شافعی سهروردی معروف ابن عموی وی از شیخ احمد اسود دینوری وی از شیخ ممشاد دینوری وی از سید الاوتاد بغداد صاحب خانواده پنجاه و ششم منزل یکی از اخی فرح زنجانی وی از شیخ ابوالعباس احمد بن محمد بن فضل نهاوندی وی از ابو عبدالله جل شانه محمد بن خفیف الشیرازی مذکوره منزل پنجاه و هفتم الغرض قاضی بعد اتمام دوره تعلیم باطنی شیخ علاءالدین و شیخ ضیاء الدین را در منزل مقصود رسانید و برای رهنمایی خلایق طوس و سهرورد هر دو را متصرف گردانید ، و برای تعلیم شیخ نجم الدین بشیخ ابو نجیب ضیاءالدین ایما کرد -

منزل پنجاه و نهم در ذکر خانواده سهروردیان

منسوب بحضرت شیخ ابو نجیب ضیاء الدین عبدالقاهر بن

عبدالله سبحانه بن محمد بن عبدالله سبحانه بن سعد محدث شافعی سهروردی بکری صدیقی جد بزرگوار او محمد شیخ المعمر نجیب الدین بود صاحب بعمت شیخ احمد دینوری حسب تصریح منزل پنجاه و هشتم از اولاد محمد بن ابی بکر صدیق رفیق یار غار جناب رسالت مآب و شیخ ابو نجیب ضیاءالدین خرقات خلافت و نعمات و برکات از چندین حضرات پوشیده و هم پنهان از چندین حضرات بعیض صحبت و ادب طریقت و تلقین اذکار و تعلیم اشغال مشرف گردید ـ هر یک [ص ۷۳] نسبت وی قوی، و لایق تسلسل و تعدی و معتمد و مسند باشد ـ یکی از قاضی ابو حفض بن شیخ المعمر عم حقیقی خود چنان که در منزل مذکور گذشت یکی از حضرت محبوب سبحانی غوث الصمدانی سید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی صاحب خانواده منزل شصت و دوم یکی از شیخ ابوالفتح مجدالدین احمد بن محمد بن محمد احمد الغزالی الطوسی وی از شیخ ابی بکر بن عبدالله نساج طوسی وی از شیخ ابی القاسم علی بن عبدالله سبحانه طوسی گرگانی. وی از شیخ ابی عثمان سعد بن سلام مغربی قیروانی مجاور حرم‌مقبور نشاپور، وی از شیخ ابو علی ابن کاتب الحسن بن احمد مضری، وی از ابو علی احمد بن محمد رودباری ، وی از خواجه ابوالقاسم جنید بغدادی مکی از شیخ حماد بن مسلم بن ردوه الد باس بغدادی ، وی از ابی سعید محمد مغربی ، وی از ابی بکر احمد بن عثمان مغربی ، وی از ابی الفضل عبدالواحد التمیمی وی از پدر خود عبدالعزیز تمیمی وی از ابی بکر جعفر عبدالله سبحانه شتلی بن یونس المصری بغدادی مرید سعید ابوالقاسم جنید حضرت شیخ الشیوخ سالک راه شریعت و طریقت سرتاج عارفان مفتی صوفیان شهاب‌الدین ابی حفض عمر بن محمد بن عبدالله جل شانه بن محمد شیخ المعمر بن عبدالله جل عظمة

ن سعد محدث ممدوح برادر زاده حقیقی شیخ ضیاءالدین ابو نجیب ، صاحب خانواده این منزل و درین نعمات هر چهار حضرات از عم نامدار خود مکتسب و مستفیض باشد و عوارف المعارف وی بر طبق و انداز آداب المریدین صاحب خانواده واقع و بعد عم محتشم سجاده گزین خانوده سهروردی گردید و عالمی از وی بفیض ظاهر و باطن رسید و بشرف صحبت با برکت حضرت قطب العصر غوث الدهر جیلانی در آمده و آنجناب در حق وی بزبان حق ترجمان آورده که انت خبر المشهورین فی‌العراق بروایت سید شاه اشرف جهانگیر سمنانی درج لطایف اشرفی علاوه از سید عبدالقادر جیلانی شیخ شهاب الدین خرقت دگر بطریق خلافت از دست شیخ ابو مدین مغربی نیز دارد که صاحب خانواده منزل هفتاد و هفتم باشد -

منزل شصتم در ذکر خانواده فردوسیان

منسوب بحضرت شیخ ابوالجناب احمد نجم‌الحق والدین کبری فردوسی بن عمر بن محمد عبدالله سبحانه الحنوتی کامل وقت و محتشم روزگار و فایض از نعمات چندین حضرات نامدار بود - تصرف قوی داشت - اول در اثنای تحصیل علوم دین بشهر تبریز بابا فرخ تبریزی مجذوبی صاحب حال و محبوبی باکمال [ص۳۰۷] لباس خود بوی پوشانید که تغیر در قوای ظاهری و باطنی وی پدید آمد و عظمت کرامات ظاهر گشت - زان پس باتفاق صاحب خانواده طوسی بحضور شیخ ضیاءالدین ابی نجیب صاحب خانواده سهروردی آمد و برفاقت هر دو حضرات تا دولت شیخ ابو حفض قاضی رفت و چندی موافق ارشاد او در اطاعت شیخ سهروردی تعلیم پذیرفت الا از غایت

تبحر در هر علمی که بامحنت ظاهری حصول کرده و فتح باب آن بالتفات بابای تبریز بوده بر هیچ کسی از عرفا اعتقاد قوی نمی آورد - ابکار سماع نیز داشت زمانی در دیار خوزستان رفت و رنجور گشت - در خانقاه شیخ اسماعیل قیصری در آمد ، وی او را جاداد و بیماری دراز شد درین محل خود فرماید که با وصف شدت مرض چندان غم نداشتم که از سماع هر روزه ملال می برداشتم روزی شیخ در سماع گرم شد و بربالین من آمد و گفت میخواهی ازین مصایب وارهی گفتم آری دستم گرفت و دران محفل رفت خویش را تندرست یافتم ، گویا هیچ اندوهی نداشتم . اعتقاد آوردم و مرید شدم و مدتی آنجا بودم و از احوال باطن خبردار شدم - روزی در خیال گذشت که حالا از اکثر اسرار باطنی واقف گردیدم و استعداد ظاهری من از شیخ فایق باشد - شیخ بر خطره وی آگاه یافت و ارشاد ساخت که ترا بخدمت شیخ عمار یا سر باید رفت آنجا نیز همان خطرات بخاطر خطور ماند - شیخ عمار جانب مصر در خدمت شیخ روز بهان فرستاد شیخ را دید که وضو می سازد اندر خیال آمد که باین قدر قلیل آب وضو جایز نباشد شیخ بر توهم قلبی فایز شد و دست بر روی وی انشاند ، بفور متحیر و از خود بیخبرگردید ، و دران حالت بیخودی دید که قیامت قایم شد - مردم را می گیرند و در آتش می اندازند - بر ره گزر دوزخ آزاره باشد و بالای آن شخصی قیام دارد هر کسی توسل خود بوی ظاهر می سازد او را خلاص می دهد او را نیز بوسایل وی امان دادند - برفراز از راه مذکور رفت دید که آن شخص شیخ روز بود - بر قدم فتاد ، وی سیلی بر قضای زد چنان که بر رو افتاد گفت که زین بعد اهل حق را هرگز انکار نسازی و سوء ظن ایشان در دل نیاری هرگاه ازین

مشاهدات معنوی باز آمد دید که شیخ نماز شکر وضو را سلام داده روبرو
رفت و قدوم گرفت شیخ در معاملات صوری نیز همان ضرب و همان
کلام عمل آورده آن فساد کلی برطرف گردید و شیخ کبری از
تصرف و ضرب شیخ روز در منازل مقصود رسید [ص ۵۰۲] باز در
خدمت عمار یاسر واپس فرستاد و مکتوبی بوی داد که هر قدر
مس داری بفرست که زر خالص گردانم و پیش تو روان سازم
الحاصل شیخ کبری سوای بابا فرخ تبریزی از شیخ اسماعیل قصری
بعد صحبت شیخ روز اصل خرقت پوشیده و بخرقات برکت از حضور
شیخ ضیاء الدین ابی نجیب سهروردی و عمار یا سر و شیخ روز و
حضرت غوث‌الدهر مشرف گردید ، و انتساب و تسلسل در
شجرات از روی قوت نسبت بوسایل هر پنج حضرات دست باشد ـ
هم شیخ فردوسی بدامادی شیخ روز شرف یاب شد ـ بابا فرخ
تبریزی از مجذوبان مطلق و محبوبان فیض حق بود :

ز عالم فارغست آن دل که مجذوب الهی شد
شود کوتاه دست غیر از ملکی که شاهی شد

و ذکر حضرات طریقت از شیخ محمد اسماعیل قیصری تا قطب
ارشاد حضرت خواجه ابوالمجد کمیل ابن زیاد اندر منزل وبست
نهم سند خرقات از تحریر قلمی دست حق پرست حضرت سلطان
المشایخ و تحقیقات صاحب نفحات و منهاج العباد الی بیان المعاد و
تحف البرره گزشت و صاحب عروة الوثقی حضرت شیخ علاءالدولة
سمنانی عارف ربانی نیز چنان می نگارد که اسم باسم بابن زیاد ثابت
می دارد ابی یا سر عمار بن یا سر بن محمد بن مظرالبد لهسی از خلفای
کامل البضاعت شیخ ضیاء الدین صاحب خانواده سهروردی و شیخ

روز بهان کبیر کاذرونی مصری نیز از فیض بابان صاحب خاندان ممدوح بود . الغرض شیخ بخوارزم رخصت یافت و آنجا نقاره خدا رسانی نواخت مریدانش دو فریق شدند بعض بر لقب فردو سیان منسوب بشهر مولد و منشای وی بعضی کبرویان منتسب بذات شریف وی که کبری لقب داشت و این لقب وی ازان باعث قرار یافت که در ابتدای حال از وفور علم و رسای طبع با هر کسیکه بحث میکرد غالب می آمد و ابوالجناب بفتح جیم و تشدید نون بعد استحصال سند صحیح از اکابر وقت محدثین زمان ، حضرت سرور کائنات وی را کنیت بخشید معنی و مراد آن که بقصد و اراده اجتناب عام کرده از ماورای حق و غلب که بعد عطای این کنیت و معاودت از همدان و روم بفور تجرید ورزید و تشریف تبریزی پیش ازین بود از اقسام خرقات که موسوم بارادت و خلافت و برکت باشد درین خانواده خرقت ارادت را تعبیر باصل خرقت [ص ٤٦] نمایند که آن از شیخ اسماعیل قیصری پوشید ، وی نسبت دو جانب دارد یکی از محمد بن مالکیل بسکون لام کسر کف تاکمیل بن زیاد یکی از خانواده سهروردی ابو نجیب ضیاءالدین پس ابی یاسر عمار بن یاسر و روز بهان کبیر فارسی و اسماعیل قیصری و شهاب سهروردی برادران هم طریقت اند شیخ فردوسی در فوایح الجمال حال ریاضات و مجاهدات خود تفصیلاً می نگارد لقب ثانی وی شیخ ولی تراش باشد ازین که نظر حق مظهر وی در حالت خاص بر هر کسیکه می افتاد وی را کشایش باطنی رو می داد ـ روزی شیخ سعد الدین را در خاطر رفت که درین امت کسی باشد که صحبت وی در سگ اثر دهد وی بفور این خیال در سگی که بیرون خانقاه بود نظر انداخت تصرف و منزلت در وی پدید آمد جوق

جوق سگان بر وی جمع آمدند ، و بادب ایستادند بعد چند ساعت بهمان عظمت بی خودی وفات یافت ـ در قبر در آوردند و بران عمارت کردند. این شعر اشارت بر این حال دارد ، بیت :

یک نظر فرما که مستغنی شوم ز انبای جنس
سگ که شد منظور نجم‌الدین سگان را سرور است

روزی بالای هوا بازی دنبال صعوه می پرید بیک نگاه شیخ صعوه باز را در چنگل اسیر کرده حاضر خانقاه آورد. روزی سوداگری بطریق سیر در خانقاه وارد شد شیخ دران وقت حالی قوی داشت. بیک نظر وی را صاحب ولایت گردانید و گفت که در مملکت خود بازشاد خلایق مصروف باش ـ صیت که نش دور و نزدیک رسید و مرجع اهل دلان عالم گردید. آخر حال هفتاد مریدان کامل الطریقت جامع الشریعت چون خودش وی را بهم رسیدند قریب هشتاد سال در دنیا ماند ـ ولادت باخیر و سعادت وی در سال پانصد و چهل و وفات بشهادت در شش صد و هجده اندر قتل عام خوارزم بدست مغلان چنگیز زمانی سلطان سنجر بحضرت شیخ تحریر فرستاد که اگر تشریف باین دیار ارزانی دارند و قدوم برکت لزوم درین نواحی آرند ولایت سیستان که ملک نیمروز مانند بوستان باشد در مصارف درویشان خانقاه برای دوام مقرر سازم ـ وی در جواب نوشت، رباعی:

چون چتر سنجری رخ بختم سیاه باد
جز فقر اگر بود هوس ملک سنجرم

زان دم که یافتم خبراز ملک نیم شب
صد ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

[ص ۷۷] هرگاه خبر شهادت مجدالدین بشیخ رسید متغیر گردید، و سر بسجده نهاد بعد دیری بر زبان راند که در قصاص فرزند مجدالدین از حضرت رب‌العالمین درخواست کردم که ملک از سلطان خوارزم شاه بستاند ـ اجابت کرد این حال بسلطان رسانیدند طشت پر از زر و جواهر آراست و بالای آن شمشیر و کفن داشت و خود بحضور شیخ حاضر آورده بغایت عذر و عجز در آمد که اگر دیت قبول شود حاضر و اگر قصاص منظور افتد بلا عذر حاضرم. حضرت شیخ در جواب گفت: کان ذالک فی الکتاب مسطوراً دیت فرزندم تمام ملک خوارزم بل که ایران و توران و سر تو و بسی نامداران و خلایق و نیز سر ما. لاجرم سلطان بادیده خون بار از مجلس بدر رفت و نومید از مال و جان منتظر نشست تا در سال شش صد و پانزده بعد هشت سال از تغریق مجدالدین یا در شش صد و هفده که بروایت ثانی همان سال شهادت وی بود چنگیز خان بعد فتح ختا باهشت لک مغلان خون خوار دیار تاتار از ماوراءالنهر عزم دفع سلطان محمد خوارزم شاه شد و بصراحت تمام نوشت تا هوشیار باشد ـ سلطان پسر خود رکن‌الدین را در تخت گاه گذاشت و خودرایت عزیمت جانب خراسان بر افراشت پسران چنگیز خان محاصره دارالخلافه کردند و محاربات سخت بر روی کار آوردند حضرت‌شیخ در وقت شیوع خبر آمد مغلان اصحاب و احباب و مریدان و طالبان خود را که بقرب جوار بودند فراهم آورد شصت و چار هزار بشمار در آمدند. بعض‌اعیان اصحاب‌را گفت که حالا زودازینجا بر خیزید و بطرفی راهی‌شوید که آتش عظیم از جانب مشرق بر افروخت و عالمی را تا نواحی مغرب بسوخت چنان آفت در اهل اسلام گاهی رونما نشده‌باشد و بر قضای مبرم ـ دعا و دوا هیچ چیزی اثری ندارد. ما را فرمان باشد که چنانکه در ایام

راحت با مردم این ولایت و شهر شریک بودم در وقوع آفت نیز مفارقت نورزم ماموران معذوران بر وفق ارشاد شیخ راهی شدند ـ هرگاه تاتاریان قریب مصر جرجان که پای تخت خوارزم بود آمدند شاهزادگان چنگیزی از مناقب شیخ واقف بودند پیام فرستادند که شیخ با رفقای خویش از شهر بدر آید ، پذیرا نساخت ، وی را که شرکت دران جماعت و شهادت ما ذون بود ـ شیخ نصیرالدین ابو نصر نیز دران ایام پنجاه هزار مردم از سادات و مشایخ و مریدان [ص ۷۸] و خویشان در اطراف بلخ با خود مجتمع داشت ـ آخر کار پسر خوارزم شاه تاب مقاومت نیاورده از شهر گریخت ـ شاهزادگان بی خبر ازین معنی بودند ـ یلغار بر مصر آوردند ـ شیخ هم بارفقا در محاربت پرداخت ـ آخر وی را تیر باران کردند و بشهادت رسانیدند ـ پرچم کفری بدست داشت که بعد شهادت هم از دست جدانساخت لا جرم پرچم را بریدند ـ مولانا جلال الدین رومی در میان این حال گوید ، نظم :

ما ازان محتشمانیم که ساغر گیرند
نی ازان مفلسگان کان بر لاغر گیرند

بیکی دست می ساغر ایمان نوشند
بیکی دست دگر پرچم کافر گیرند

تمام خلایق خوارزم زیر و زبر گردیدند زنان جوان و طفلان صغیر اسیر شدند باق زیر تیغ در آمدند و چنان حوادث از همانوقت بدست چنگیز خان در ممالک توران و ایران و خراسان ظاهر شدن گرفت که در چندین سال تمام قلمرو آباد خراب و برباد گشت و لک در لک مردم مقتول گردیدند ـ درنشا پور هفت لک مردم بقتل آورد ، غریق بحر اسرار حضرت خواجه فرید الحق والدین بن ابراهیم اسحاق عطار از ایشان بود ـ مهد خوارزم جانب اکثر ولایت

و قلاع استوار پناه می جست. فوج تاتار عقب نمی گذاشت، آخر در یکی از جزایر مازندران با هزار ارمان در گذشت و بی کفن مدفون گشت ـ بقول صاحب گزیده هفت پسر داشت که ازان جلال الدین و غیاث الدین و رکن الدین زیاده شهیر اند ـ هریکی جد و جهد بعمل آورد الا نامراد در چند مدت نامی و نشانی ازین خاندان در عالم ناپیدا شد ـ

حالا ذکر مختصر بعضی از خلفای نامدار حضرت شیخ عالی وقار توضیحاً کرده می شود

یکی ازان شیخ ابو سعید مجدالدین شرف بن ابی الفتح مویدالدین بغدادی حضرت شیخ وی را بفرزندی قبول کرده و روبروی شیخ مسند ارشاد آراست ـ ترکان خاتون مادر سلطان محمد خوارزم شاه بوفور اعتقاد در وعظ شیخ می آمد ـ حاسدان در حالت مدهوشی بر پادشاه رسانیدند که مادر تو در نکاح شیخ در آمد ـ از غایت غضب حکم کرد تا در جیحون اندازند ـ روز دگر ندامت برداشت خود را مع طشت زر پر از در و گوهر بحضور شیخ حاضر ساخت اما تیر دعای شیخ بهدف مقصود رسیده بود. بعد چندی ظهور گرفت، تغریق مجدالدین نیز ماثر زبان شیخ بود که خود شهیدالبحر [ص ۹۷] در رباعیات اشارت صریح بآن می نماید ـ شهادت وی در سال یازده یا هفت یا هفده بعد شش صد هجری باشد ـ ولادتش در پانصد و پنجاه و شش جمال زیبا داشت. خاتونش که از نشاپور بود جسد شریف وی را در نشاپور برد در سال هشت صد و سی و چهار ازانجا با سفر این نقل کردند ـ مزار فایض الانوار حضرت شیخ کبری در خوارزم فیض رسان خلایق. شیخ مجدالدین را واقعات و مشاهدات و سوال و جواب واقع از حضور پر نور حیات النبی در

حق شیخ الرئیس که بوی بزور قوة علوم میخواست تا بلا توسل نبوت بحضرت حق رسد ـ هرچند منع کرده شد، ازین اراده پس افتاد در آتش و حضرت شیخ رکن‌الدین در چهل مجلس و عروة الوثقی ثابت گردانیده این مشاهده را بقول مولانا جمال‌الدین چلپی یکی از منتسبان خاندان امام غزالی که وی زمانی از دیار شام بروم می رفت ، در اثنای راه بشرف زیارت رسول مقبول مشرف شد و از عاقبت کار چندین مشاهیر روزگار پرسید و جواب هر یک یافت. مختصرش این که بن سینا را خدای‌تعالی بوفور علوم در ضلالت انداخت و فخر الدین رازی مردی معاتب و حجت الاسلام محمد غزالی بر مقصود رسید و امام الحرمین ابوالحسن اشعری نصرت دین بعمل آورد ـ مولانا موفق الدین کواشی نیز دران مجلس بود ـ شیخ نورالدین عبدالرحمان اسفرانی کرق القا پذیرفت از حضرت رب العزت که هیچ حیرتی باحیرتی امام محمد غزالی نمی رسید که سلوک تمام ناکرده بحضرت ما آمد و مولانا جلال‌الدین در مثنوی بحق صاحب تفسیر کبیر گوید ، نظم :

گر باستدلال کار دین بدی

فخر رازی رازدان دین بدی

یکی ازان شیخ سعد الدین محمد بن موید بن ابی‌بکر بن‌ابی‌الحسن بن محمد حموی صاحب کتاب محبوب و سجنجل الارواح و دگر تصانیف بسیار شیخ صدرالدین قونوی در صحبت وی رسیده ، کلامش دقیق و جزبدیدهٔ بصیرت باطنی انکشاف پذیر نباشد ـ در سال شش صد و شصت و پنج اندر نشاپور وفات یافت ـ یکی ازان شیخ سیف‌الدین باخرزی حضرت قطب العالم فریدالدهر بخدمت وی رسیده کلمی و دعای خیر یافت ـ هر روز هزارکس در مایدهٔ وی طعام می خوردند ـ

از وی است، بیت :

هر شب بمثال پاسبان کویت
[ص ۸۰] می گردم گرد آستان کویت
باشد که بر آید ای صنم روز حساب
نامم ز جریدهٔ سگان کویت

یکی ازان شیخ نجم‌الدین رازی ، وی از خوارزم در حوادث چنگیزی بر آمد و بروم رفت، آنجا با شیخ صدرالدین قونوی و مولانا جلال‌الدین رومی و سید برهان‌الدین محقق ترمذی و شمس‌الدین تبریزی و حسام‌الدین ارموی هم صحبت ماند و کتاب مرصاد العباد مشتمل بر پنج باب و چهل فصول در طریقت اقسام مردم از خاص و عام نوشت و آن را بر نام سلطان علاءالدین سلجوقی متصرف روم توشیح کرد ـ زمانی که حضرت شیخ الشیوخ شهاب الدین سهروردی با خلعت خلافت از جانب ناصرالدین عباسی یکی از خلفای بغداد نزد سلطان ممدوح رفت شیخ نجم‌الدین کتاب ممدوح را بنظر اصلاح با وی آورد ، شیخ الشیوخ دید و پسندید و بقلم خود سطری چند بر ختم نوشت ـ زان بعد تفسیر بحرالحقایق نگاشت و در سال ششصد و پنجاه و چار وفات یافت ـ در بغداد برون مقبره سری سقطی و جنید قبر وی واقع ـ یکی ازان شیخ جمال‌الدین عین البرهان گیلی قزوینی ـ یکی ازان شیخ رضی‌الدین علی صاحب خانواده غزنوی مذکور منزل هشتاد و پنجم یکی ازان مولانا محمد بهاءالدین ولد ابن حسین ابن احمد بلخی بکری از اولاد حضرت صدیق اکبر ـ مادر مولانا دختر سلطان خراسان علاءالدین بن خوارزم شاه بود که بارشاد رسالت پناهی در عقد والد مولانا در آمد و جناب سید الابرار وی را سلطان العلما

لقب داد ، او را در شریعت و طریقت رجوع خاص و عام بحصول انجامید ـ مولانا فخرالدین رازی وغیره حد آوردند و بشاه بلخ وی را بخروج متهم کردند ـ لا جرم از بلخ بر آمد و در بغداد رسید ـ مردم پرسیدند که کاروان شما از کجا می آید و کجا خواهد رفت ـ گفت من و الی الله و لا حول ولا قوة الا بالله ـ این کلام بشیخ شهاب‌الدین رسید ، گفت که قابل آن نباشد مگر بهاءالدین ـ از شهر برای استقبال برآمد و اعزاز کرد، نوبت بجای که موزه وی را بدست خود بر آورد ـ بعد آن عزیمت حج کرده جانب روم رو آورد ـ چار سال در آذربایجان و هفت سال در لارنده ماند ـ آنجا مولانا جلال الدین را بعمر هیجده سال کتخدا ساخت و در ثلاث و عشرین و ستمایت سلطان متولد شد ، بعدش سلطان عصر ایشان را در قونیا جا داد ، همانجا مولد بهاءالدین ولد هیجدهم ربیع الاخر سال شیصد و هیجده [ص ۸۱] وفات یافت ـ یکی ازان بابا کمال جندی . وی را شیخ کبری ارشاد ساخت که در ترکستان بآبادی جند راهی شو ، آنجا مولانا شمس‌الدین مفتی را فرزند باشد احمد ـ مولانا این خرقت ما بوی رسان و در تعلیم وی دریغ مدار ـ زمانی شمس‌الدین تبریزی در صحبت باباکمال مکتسب طریقت بود و فخرالدین ابراهیم العراق نیز بفرمودهٔ مخدوم زکریای ملتانی آنجا قیام داشت ـ هر دو زیر تعلیم بابا مجاهدات و مکاشفات بعمل می آوردند ـ شیخ عراق فتوحات هر روزهٔ خود را در لباس نظم می آراست و بحضور باباگذرانیده تحسین می یافت و بابا باقتضای محبت از شیخ تبریزی می پرسید که بابا شمس‌الدین ترا هم چیزی کشایش دست میدهد ـ وی التماس می آورد که مارا بطفیل بابا زیاده از عراق فتوح غیب رونما می شود ، الا طبع موزون ندارم

که آنرا در جلوهٔ اشعار آرایم- بابا کمال در حق وی دعای خیر کردی که حق تعالی ترا مصاحبی دانشور روزی گرداند که حقایق و معارف طریقت بنام تو آراید- از روی قبولیت این دعای ما با حضرت مولانا جلال‌الدین رومی در مصاحبت تبریزی در آمد تا دریای عرفان به چار سوی جهان روان گردانید و سرگشتگان وادی ناکامی را بزورق عنایات تبریزی بساحل عافیت رسانید- مولانا از والد ماجد خود تعلیم پذیرفت و بعد نقل آن مرحوم ده سال از سید برهان‌الدین محقق ترمذی در شریعت و طریقت در فنون دین و اسرار یقین فیض گرفت سید از عماید تلامده و فیض یابان مولانا بهاءالدین ولد و از سادات عظیم الشان ترند و بسا صاحب حال و قال بود زمانی که عمدةالعارفین شهاب‌الدین سهروردی در روم آمد پیش سید بزیارت رفت- سید برخاکستر جا داشت از جای خود حرکت نفرمود نی سلامی و کلامی بر زبان آورد- شیخ از دور تعظیم کرده بنشست و بعد چند ساعت رخصت گشت- مریدان از سید موجب سکوت پرسیدند، گفت که روبروی اهل حال زبان حال باید نی لسان قال- سید اکثر می فرمود که حالم بشیخ صلاح‌الدین زرکوب قونوی دادند قالم بشیخ جلال‌الدین مولانا رومی- مزار وی در دارالفتح قیصری واقع- مولانا را در صغر زمانی که از بلخ با پدر والا قدر عازم بغداد بود در ملازمت شیخ فریدالدین عطار نشاپوری نیز فتح باب معرفت رو داد خود گوید، بیت :

گـرد عطار گشت مولانا
[ص۸۲] شربت از دست شمس بودش نوش

وجای دگر فرماید، بیت :

عطار روح بود و سنایی دو چشم او
ما از پی سنایی و عطار آمدیم

حضرت شیخ عطار از عالی منزلیان، فنا فی الحق و مخزن اسرار توحید و صاحب عظمت قطب وحدت بود - یک صد و سی سال عمر یافت - در پانصد و چهارده شرف ولادت و در قتل عام تاتاریان چنگیزی شهادت نصیب شد و چون در محاصرهٔ نشاپور تغاجار نویان داماد چنگیز خان بقتل رسید بدین غضب بر وقت فتح تمام خلایق قریب هشت لک صغار و کبار زیر تیغ کفار در آمد - وی مدت هشتاد و پنج سال در نشاپور ماند - نزد بعضی عمر شریف وی یکصد و پانزده سال - شیخ ابراهیم بن اسحاق پدر والا قدر حضرت شیخ مرید قطب المجاذیب قطب‌الدین حیدر زاوجی ترکی صاحب خانواده منزل نود و هشتم بود - هم در طفولیت شیخ عطار نظر قبول و عرفان از شیخ حیدر یافت، چنان که از پرتو فیض وی در عالم شعور و شباب حیدری نامه‌بر نام نامی آن پیر گرامی در نظم دل پذیر آورده و اول هرگاه برهنه‌ای درویشی سایل تجرید ورزید - بردست شیخ رکن‌الدین اکاف که دران وقت عارف کامل بود تایب گردید - و چند سال در دایرهٔ اطاعت وی ماند - زان بعد بحرم رفت وبسی از اکابر طریقت را دریافت و از هر یکی فیض و صحبت یافت و چندین هزار کتب تصوف و توحید جمع ساخت و هفتاد سال بفراهم آوری حکایات صوفیان و حقایق و دقایق ایشان مشغولی داشت - تصانیف بسیار از شیخ عطار هم در نظم و نثر آبدار درین روزگار یادگار و صاحب دیوان اشعار آخر عمر در منزلت عالی فنای احدیت رسید و بر کنار از جمیع اشغال و اذکار عزلت گزید و خرقت از دست شهید بحر حقیقت شیخ مجدالدین بغدادی پوشید در چندین

کتب معتمد مرقوم که نور منصور بعد یکصد و پنجاه سال بر شیخ عطار متجلی گردید ـ مثنوی مولانا بر اقتدای اسرار نامه باشد که شیخ بوی داده ، ارشاد کرده بود که ترا کفایت می نماید ـ از منظومات حضرت شیخ اسرار نامه و پند نامه و مصیبت نامه و وصیت نامه و حیدر نامه و بلبل نامه و وصل نامه ونحل نامه و بی‌سرنامه که بعد شهادت نوشت و مختار نامه که دران التزام رباعیات باشد و منطق‌الطیر و جوهر ذات [ص ۸۳] و دیوان غزلیات و در نثر تذکرة الاولیا و اخوان الصفا و چهل رسایل دگر ـ هر کتابی را در هر منصب خود که می نگارد شعاع و لطافت آن مقام دران ظاهر کلام می تابد ، جوهر ذات در حالت منزلت فنا فی الحق گفت و بی‌سرنامه در حال استکمال صفت جلا و جمال آرزوی فنای صوری و معنوی و لقای مجازی و حقیقی ـ یک قصیدهٔ طویل دارد اندر بیان وحدت در کثرت ـ چندین ارباب تحقیق اهل دل شروح آن رقم کرده اند آغازش این بیت :

ای روی در کشیده بیازار آمده
خلقی باین طلسم گرفتار آمده

مزار شیخ در نشاپور بشهر شاد باغ معروف شهر بازرگان اول عمارت قبر قاضی یحیی‌ل کرد که منکر شیخ بود بعد مشاهدهٔ مراتب او در برزخ زان پس منازل رفیع در وقت سلطان ابوالبقا حسین مرزا بسعی امیر علی شیرنوایی بنا یافت ـ و در بعضی تصانیف اهل تواریخ مذکور که وی مرید شیخ صنعان پیر اصفاهان بود ـ کسی که حرف انکار از وضع رقاب غوث‌الدهر جیلانی بر زبان آورده ، در وبال آن مبتلاگشت ، آخر برفاقت یکی از دو مریدان خود

که معیت وی را تا زمان ابتلا در بلا گوارا کرده بودند انتباه پذیرفت و بعذر تقصیر بامیر دستگیر در آمد و مامون العافیت شد۔ و آن دو مرید را شیخ عطار و شیخ محمود مغربی قرار دهند الا خود شیخ عطار حکایت شیخ باچار صد مریدان در منطق الطیری آرد بدین طرز که شیخ صنعان پنجاه سال مجاور حرم ماند و چهار صد مریدان صاحب کمال بود، چند شب متواتر خواب ناکامی دید آخر بروم بر دختر ترسای فریفت۔ مریدان مفارقت ورزیدند۔ مریدی دگر بود غیرحاضر وقت بعد رسیدن آنانرا زجر و توبیخ کرده مشغول بالتجا و دعا بجناب کبریا داشت۔ آخر رسول مقبول بر مرید مذکور شفقت کرد که شیخ ترا نجات دادم و شیخ ازان بلا برآمد۔ و دختر ترسا بشرف اسلام درآمد و هر دو قرین یکدیگر مردند و قریب قریب آسودند۔ شاید مراد ازان مرید ذات شیخ عطار باشد و انکار شیخ صنعان بوضع رقاب قطب الاقطاب که درین حکایت مرقوم نباشد علی سبیل التحقیق جای اشتباه ندارد۔ حالا چندین اشعار حضرت شیخ شهید از جوهر ذات اینجا رقم می پذیرد که خبر از علو منزلت وی میدهد، نظم:

کجایی این زمان عطار اینجا
یقین شد برسر اسرار اینجا [ص ۸۳]

زحلاج این زمان مانده است باقی
عجایب بین که کردت مست ساقی

درین صورت بگو اسرار اینجا
که بر میداری از دلدار اینجا

بگو عطار اینم جملگی فاش
چو دیدی در درون خویش نقاش

بگو عطار تو از جان میندیش
حجاب خویشتن بردار از پیش

چو منصور است بر دار حقیقی
درون تو نمودار حقیقی

دما دم می نمایم راه توحید
دما دم می برون آیم ز تقلید

چو جان دانست در عشق تو مشهور
ازان خواهیم گفتن راز منصور

عجایب جوهر منصور آمد
کـه جان او حقیقی نور آمـد

منت منصورم ای جـان جهانم
که اسرار تراهم بر تو خوانم

منم منصور ای دانای بی چون
که خواهم گشت اندر خاک و در خون

هر آن کو همچو تو آید درین سر
ز سر بیرون شود بر سر نهد سر

چو خوان عشق سر ما راست اینجا
ازان عطار سر باز است اینجا

چنان منصور رازم در حقیقت
لقا هرگز نیابی سوی صورت

مرا خود با وصال یار کار است
که دلدارم کنون در عین دار است

وصال یار بر ما گشت اظهار
ازان بر دار عشق افتاد عطار

که در عشقم نمودار حقیقت
مگر وقتیکه این دانی ضرورت

چو بر دار است ما را پایداری
ازان بر دار کردم استواری

الغرض مولانا جلال الدین رومی پور سعید سلطان العلما مولانا بهاءالدین ولد بلخی قونوی رومی از چندین حضرات نعمات یافت و آخرین صحبت وی که نوبت کمال منزلت داشت با حضرت خواجه قطب ابدالی قوی الاحوال شمس الحق و الدین بن محمد بن علی بن ملک داد تبریزی است ، چنان که از تواتر کلام آن عالی مقام مستفادمی شود ، نظم :

هیچ کس از پیش خود چیزی نشد
هیچ کس را از خود انگیزی نشد

دانه انگور و تخم خربزه
تا بر دهقان نشد چیزی نشد

هیچ حلوایی نشد استاد کار
تا که شاگرد شکر ریزی نشد

مولوی رومی نشد صاحب کمال
تا غلام شمس تبریزی نشد

وی را بعضی مرید سلا باف تبریزی شمارند بعضی بتوسل بابا کمال جندی انکارند اکثری بر آن اند که فیضیاب نعمت از شیخ

محمد رکن الدین اسحاق منجاسی بود که صاحب شیخ قطب‌الدین ابهری یکی از مجازان صاحب خانواده سهروردی باشد ـ

منزل شصت و یکم در توضیح اجمالی اتصال خانوادگان مذکور الصدر یکی با دیگری و استخراج [ص ۸۵] خانوادگان دگر حسب تصریح منازل آینده

واضح باد که خانواده فردوسی منسوب شیخ نجم‌الحق والدین احمد خیوقی خوارزمی شافعی جرجانی بوساطت خلفای شیخ ضیاءالدین میرسد بسهروردی و کاذرونی بخانواده جنیدی و آن بسقطی و آن بکرخی و آن بوساطت داؤد طائی سوای حضرت امام بخانواده عجمی و خانواده طیفوری نیز بحضرت امام و چشتی بخانواده هبیری و آن بابراهیمی و آن بفضیلی و آن بزیدی و عجمی و زیدی بحضرت خیرالتابعین رضیع ام المومنین خواجه حسن بصری و قطب‌الارشاد خواجه کمیل بن زیاد و نسبت این هر دو حضرات و سعیدین شهیدین علیهم‌الرحمت و الغفران الی یوم‌الدین بحضرت امام‌المشارق و المغارب اسد الله جل شانه الغالب علی ابن ابی طالب متصل ، وی را فیض معنوی و صوری از سیدالمرسلین خاتم النبیین احمد مصطفی محمد مجتبی صلی الله جل شانه علیه و آله و سلم برحمت ارحم‌الراحمین ویرا بوساطت روح الأمین و نیز بلا توسل، وی، از حضرت رب العالمین و هم ازین چهارده خانوادگان خانواده بسیار شایع و نامدار تصریح بعضی از مشاهیر درین موقع در منازل جدا ذیل این توضیح می نماید ـ

منزل شصت و دوم در ذکر خانوداه قادریان

منسوب بحضرت قطب ربانی غوث صمدانی محبوب سبحانی ابو

محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی و فرزند سعید سید ابی صالح بن سید موسی عبدالله جل شانه ولی بن سید یحیی زاهد بن سید محمد سیف الله جل عظمة مورث بن سید داوٗد سیف الله سبحانه مورث بن سید موسی ثانی بن سید ابی عبدالله جل شانه حسنی بن سید موسی الجون بن سید عبدالله سبحانه محض بن سید حسن مثنی بن سبط اکبر جناب سرور نور دیده مرتضی امام ابو محمد حسن مجتبی بن حضرت افضل انوصی اسدالله جل‌عظمة الغالب علی ابن ابی طالب و از نعمات باطنی تا آبای کرام فیضیاب ، ولادت باخیر و سعادت وی اول شب ماه رمضان شریف سال چهار صد و هفتاد خواه هفتاد و یک رو داد ـ ماده تاریخ مولود مسعود وی لفظ عشق و یا عاشق باشد و باعداد لفظ کمال و کامل در دنیا ماند که نود و یک سال باشد و شب انتقال بقول اصح نهم ربیع‌الاخر سال یک صد و شصت و یک در خلافت ابوالمظفر یوسف مستخر بن مقتضی عباس تواریخ وفات از عشق کامل و کمال عاشق و مشعوق الهی شصت و دو می بر آید [ص ۸۶] سید حفیظ الله سبحانه یکی از فرزندان حضرت وی در تاریخ ولادت فرمود ، نظم :

تاریخ ولادت و حیات وفوتش
از عشق کمال و کامل و عشق عیان

۴۷۰ ۹۱ ۵ ۶۱

دگر سنینش کامل و عاشق تولد

۴۷۱ ۹۱

وفاتش دان ز معشوق الهی

۵۶۲

دگر
سال مولودش ز اوج کبریا
گفت هاتف زیب تاج اولیا
۴۷۱

دگر
سال مولودش که بس رنگین تر است
شد رقم محبوب عبدالقادر است
۴۷۰

دگر
سال مولود آن معلی شان
هاتفم گفت کاشف دو جهان
۴۷۰

دگر
عقل سال نقل آن عالی شیم
صاحب فردوس عالی زد رقم
۵۶۲

شاه ابوالمعالی فرماید رحمةالله علیه سبحانه ، نظم :

سلطان عصر و شاه زمان قطب اولیا
تاریخ سال وقت وفاتش چو خواستم
کامد وفات او ز قیامت علامتی
از راوی حدیث بگفتا قیامتی

درعمر نوزده سال در بغداد آمد از جیلان و در مدت هفت سال در جمیع علوم عقلی و نقلی و دقایق و حقایق فردالوقت گردید و بست و پنج‌سال تجرید و تفرید ورزید و چهل سال‌بارشاد مصروف‌ماند. یکی بسبب ارادت وی به آبای کرام خود چنان که گذشت یکی از شیخ محمد مبارک مسعود بابی سعید ابن شیخ علی المعروف بفضل الله المخرمی السلمی بن شیخ رضی‌الدین ابی بن شیخ مهران الطوسی وی از شیخ ابی الحسن علی بن احمد بن محمد بن یوسف القرسی الاموی الهنکاری ، وی از

شیخ ابی الفرح محمد بن عبدالله سبحانه الطرطوسی، وی از شیخ ابی الفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی، وی از شیخ ابی بکر عبدالله سبحانه جعفر بن یونس الشبلی، وی از ابوالقاسم جنید بن محمد بن جنیدالقواریری صاحب خانواده منزل پنجاه و ششم و شیخ ابی الفضل عبدالواحد از پدر خود شیخ عبدالعزیز التمیمی که مجاز از شیخ ابی بکر شبلی بود نیز اجازت دارد - یکی نسبت صحبت حضرت غوث الدهر باحضرت خضر یکی نسبت صحبت وی با صاحب منزلت غوث الدهری که در اوایل تشریف آوری وی اندر بغداد بوده حضرت سید با دو کسان دگر بر وی رفت بحضرت گفت [ص ۸۷] که در حضور مردان حق باحیان ارادت صادق که تو داری باید آمد و درحق هر دو کس دگر که هر یکی قصد امتحان داشت بدعای بد پرداخت، همچنان انجام یافت و بسید ارشاد ساخت که این منزلت بعد ماترا باشد، و خود غایب شد - یکی نسبت صحبت وی با ولی امی سیدالاوتاد اکرم‌الناس شیخ حماد دباس که ذکر اسمای پیران طریقت وی تا جعفر شبلی در منزل پنجاه و نهم گزشت- یکی نسبت صحبت وی با شیخ تاج العارفین ابوالوفای بغدادی مع خرقات تبرکات و حکایت آن چنانکه چون سیدعبدالقادر جیلانی در محفل وعظ شیخ تاج‌العارفین وارد شد وی برسر منبر بود ساکت گردید و گفت باحاضرین که در ملازمت ولی خدا رسید - در جبین وی نوری می بینم که از مشرق تا مغرب می تابد و از منبر فردوس آمد و هر دو چشم وی بوسید و بیان طراز شد که از امروز وقت تو خواهد بود - خروس هر کسی بانگ کند و سکوت ورزد الا خروس تو تا قیامت مدام در بانگ باشد - پس پیراهن و سجاده و تسبیح و عصا و کاسه

چوبین بسید تفویض کرده فرمود که چون وقت تو در آید مارا یاد دار ـ سند مشایخ تاج العارفین در ختم منزل بست و نهم مذکور شد که وی ارادت بشیخ ابو محمد الشنبکی دارد که صاحب نعمت شیخ الشیوخ ابی بکر هواز الطایحی اویسی بود ـ رسیدگی خرقت ابو بکری دست بدست تا شیخ ابا محمد ابن صباح باثبات می رسد و ظاهراً بعد وی غایب شد وفاتش در سلخ ذی قعده سال پانصد و نود هجری، قبر در رباط یعقوبی و غالب که شیخ ابوالوفای خوارزمی شیخ تاج العارفین ابوالوفای بغدادی مذکوره صدر بود که و فاتش در هشت صد و سی و پنج بعد مدت مدید از وقت قطب العصر جیلانی واقع واردات وی بشیخ ابوالفتوح فرزند مولانا بهاءالدین کبری بود از اشعار شجره منظوم شیخ خوارزمی و حالات خواجگان خاندان فردوسیان چنان مستفاد می شود که شیخ ابوالفتوح بارشاد والد خود اکتساب طریقت از مولانا محمد دانش مند کرده و مولانا دانش مند مجاز از مولانا بهاءالدین کبری والد ماجد شیخ ابوالفتوح و شیخ کبری از مولانا احمد فرزند مفتی محمد شمس الدین مولانا و برادر کلان مولانا دانش مند ممدوح بود و مولانا احمد از بابا کمال جندی چنان که در خانواده شصتم ذیل بابا مذکور مرقوم شد [ص۸۸] در وقت حضرت غوث‌الاعظم منزلت قطب العصر و غوث الدهر که در هر عصر و آوان جدا جدا می باشد بذات واحد وی اجتماع داشت و کرامت و عظمت و تصرف و برکت که حضرت رب‌العزت از خزاین غیب وی را روزی گردانید در امت محمدی کسی را میسر نباشد ـ حضرت حق بر قلب وی تجلی کرده تا کلام قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله جل شانه بر زبان آورد چیزی را که کبار اولیا در جواب و خیال دیدند وی بچشم ظاهر می دید ـ قدم بر قدم رسول مقبول

بود مذهب امام حنبل داشت هفتاد هزار کس در مجلس وعظ وی از جن و انس و ملایک حاضر می شدند و چهار صد کاتب بسامان کتابت موجود می بودند تا هر مطلبی که از زبان گوهر نشان استماع می کردند در تحریر می آوردند و ارواح اکثر حضرات انبیا تشریف می آوردند و جناب رسالت پناه صلی الله جل عظمة علیه و آله وسلم نیز اکثر برای تربیت و تائید وی تجلی افروز می گردید۔ قوت بیانی وی از تصرفات و برکات لعاب دهن سرور کائنات محمد مصطفی و مخزن تصرفات علی مرتضی بود که اندر دهن وی بحالت خواب در ابتدای حال انگند و برای تکلم ایما کردند که ازان ابواب خزاین هر سخن بر روی او مفتوح گشت و از سال پانصد و بست و یک بر سر منبر نشست و مدت چهل سال وعظ گفت و بوضوی عشا نماز بامداد میخواند و پانزده سال بعد عشا تا سحر با پای واحد قایم بوده ختم قران مجید می ماند از جمیع منازل افراد در گذشت و بر منزلت محبوبی و راحت و خوبی فایز گشت۔ از اولیای طریقت محمدی مصروف بر این منصب صرف دو حضرات با تصرفات و اصل شدند ۔

منزل شصت و سوم در ذکر خانواده نوریان

منسوب بحضرت شیخ ابوالحسن احمد بن محمد نوری بغدادی وی شاهباز طریقت و بالا پرواز حقیقت بود ۔ از مریدان صاحب منصب خواجه ابوالحسن سری سقطی و صاحب مذهب از مذاهب عشره تصوف با خواجه ابوالقاسم جنید و خواجه ذوالنون مصری و احمد حواری و محمد بن علی قصاب صحبت داشت۔ چون در سال دو صد و هشتاد و پنج از دینار رفت خواجه جنید بر جنازه او گفت ذهب نصف هذالعلم بموت النور۔ پیروی [ص ۸۹] صاحب خانواده پنجاه و پنجم باشد ۔

منزل شصت و چهارم در ذکر خانوادهٔ خضرویان

منسوب بحضرت شیخ ابو حامد بن خضر ویای بلخی۔ وی از کبار مشایخ خراسان بود ۔ اکثر کبرای طریق را دریافت که ابوتراب نخشبی و حاتم اصم و ابراهیم ادهم و ابوحفص حداد و بایزید بسطامی ازان حضرات اند ۔ پیر ارادت وی شیخ ابوعبدالرحمان حاتم بن الاصم البلخی، وی مرید خواجه ابو علی شقیق بن ابراهیم ازدی بلخی، وی مرید حضرت خواجه ابراهیم بن ادهم قلندر بلخی، وفات در سن ۲۴۰ -

منزل شصت و پنجم در ذکر خانوادهٔ انصاریان

منسوب بحضرت شیخ الاسلام خواجه ابو اسمعاعیل عبدالله جل شانه بن ابی منصور محمد انصاری هروی ۔ وی از اولاد ابوایوب انصاری صاحب رجل رسول مقبول بود ۔ بعضی از اولاد وی در وقت امیرالمومنین عمر الخطاب با معیت حنف بن قیس بسال سی و یکم هجرت در خراسان آمدند و در هرات سکونت ورزیدند و ازان مصر فرخنده اثر در اطراف ولایت و جوانب هند و سند منتشر شدند ۔ ولادت وی ثانی شعبان سال ست و تسعین و ثلثمایت موسم بهار اتفاق افتاد ۔ حضرت خضر در میلاد وی بشارت داد که فرد الوقت شود، شرق و غرب را نور ور گرداند۔ از صغر عمر تا جوانی علمی باقی نماند که وی بدان کمال بهم نرسانید۔ زان بعد در مجاهدات اهل توحید در آمد و از متعدد ارباب حال اخذ طریقت کرد ۔ یکی ابوعبدالله جل شانه محمد بن فضل بن محمد طاق هروی سجزی یکی ابوالحسن بشری یکی شیخ ابوالحسن خرقانی یکی خواجه شریف حمزه عقیلی بلخی یکی شیخ احمد حاجی یکی شیخ ابو علی زرگر یکی شیخ ابواسمعاعیل احمد

بن حمزه صوفی شهیر بعمو یکی شیخ ابو سعید ابوالخیر مهنوی ـ اصلی ارادت صحبت و تلقین وی درین فن از ولی الامی عارف ربانی قطب الوقت خواجه ابوالحسن علی بن جعفر الخرقانی باشد ـ وی را بطریق اویسی چنان که در منزل پنجاه و سوم ذکر یافت ـ تصرف قوی از روح پر فتوح طیفور شامی قطب حق بایزید بسطامی حاصل، وی را باطن از روح پرفتوح حضرت امام جعفر صادق، وی را سوای نعمات امامت آبادی از جد قاسد خود امام قاسم بر طبق شرح منزل پنجاه و چهارم تا صدیق رفیق و شیخ خرقانی را درین طریق ارادت ظاهر از شیخ ابوالمظفر مخلان الترکی الطوی باشد ـ وی از شیخ ابو یزیدالعشقی الاعرابی وی از شیخ محمد المغربی [ص۰۹] وی از بایزید بسطامی قدس سرهم السامی مجاز و شیخ خرقانی از حضرت شیخ الشیوخ غوث الدهر ابوالعباس احمد بن محمد عبدالکریم قصاب آملی نیز مستفیض که در تحقیقات اکثر عارفان منزلت غوث الدهری بعد شیخ آملی از روی نقل و تحویل بشیخ خرقانی رسید و بروایت غالب منصب نعمت وی بر شیخ خرقانی و سلطان الوقت ابی سعید فضل الله سبحانه بن ابی الخیر احمد بن محمد محصنوی تقسیم گردید ـ بهر حال در فیض یابی شیخ خرقانی از شیخ الشیوخ آملی طبری جای اشتباه نباشد و شیخ ممدوح اخذ طریقت کرد از شیخ محمد بن عبدالله جل عظمته الطبری، وی از شیخ ابو محمد احمد الجریری که صاحب کرامت عظیم بوده بعد شیخ خود ابوالقاسم جنید بر جای وی سجاده آراست و ره نوردان وادی طلب را بر منزل مقصود افراشت و سلطان الوقت ابی سعید صاحب نعمت دو حضرت است، یکی شیخ ابی الفضل محمد بن الحسن السرخسی، یکی شیخ‌ابوالعباس قصاب ممدوح بالا و شیخ سرخسی از شیخ ابی نصر سراج طوسی معروف بطاؤس الفقراء مجاز وی

از ابو محمد عبدالله سبحانه بن محمد مرتعش جری وی از اصحاب خواجه ابو حفص حداد نشاپوری و صحبت یاب خواجه جنید بغدادی و خواجه ابو عثمان جری و ابو بکر شبلی بود ـ خواجه ابو حفص عمر حداد از محتشمان این گروه و شیخ سلازمت و هم صحبت بایزید بسطامی و احمد خضروی و میر ابو عثمان جری و شاه شجاع کرمانی باشد، وفات پیر هرات در چهار صد و هشتاد و یک، مزارش حاجت بر آر عالم و خانواده وی بسی معظم ـ

منزل شصت و ششم در ذکر خانوادهٔ صفویان

منسوب بحضرت شیخ صفی الدین اسحاق اردبیلی، وی مرید و داماد شیخ محمد ابراهیم زاهد گیلانی و از اولاد حضرت امام موسی علی رضا بود ـ اندر تربیت طالبان هدایت مریدان دست قدرت کامل داشت ـ اهل دلان با معانی چندانی که از تعلیم وی ادب آموز و نصیحت اندوز شدند و در اوقات دگر شاید بصحبت شیخ واحد نشده باشند شیخ زاهد مرید میرسید محمد جمال الدین تبریزی، صاحب نعمت شیخ محمد رکن‌الدین اسحاق سنجاسی بود، سند ما قبل وی در آخر منزل شصتم مذکور شد ـ

منزل شصت و هفتم در ذکر خانوادهٔ زاهدیان

منسوب بحضرت خواجه بدرالدین زاهد ـ وی مرید خواجه فخرالدین زاهد، وی مرید خواجه صدرالدین [ص ۹۱] سمرقندی وی مرید خواجه عبدالسلام پارسا وی مرید خواجه قطب‌الدین عبدالمجید هروی، وی مرید صاحب خانواده کاذرونیان مذکوره منزل پنجاه و هفتم بود ـ

منزل شصت و هشتم در ذکر خانوادهٔ شطاریان

منسوب بحضرت شیخ عبدالله جل شانه شطار مندوی نسب وی بحضرت شیخ الشیوخ سهروردی می رسد و حسب وی بطیفور شامی قطب حق بایزید بسطامی، بدین نهج که وی مرید شیخ محمد عارف طیفوری وی مرید شیخ محمد عشقی وی فرزند و مرید شیخ محمد خدا قلی ماوراءالنهری وی مرید خواجه ابوالحسن علی بن جعفر بن سلیمان الخرقانی نعمت یاب روحانی از طیفور شامی و جسمانی از مولانا طوسی برطبق تصریح منزل شصت و پنجم و پنجاه و چارم با صدیق رفیق یار غار و بوسایل حضرات امام از جعفر صادق تا ولی وصی علی‌مرتضی قوت بازوی مصطفی ـ کسیکه اول بر لقب شطار اشتهار یافت از خانوادهٔ طیفوری وی بود ـ اندر اصطلاح صوفیان شطار نام شغلی باشد که از روی کسب آن فنا بحق و بقا بحق صورت پذیرد ـ شیخ محمد غوث گوالیاری مرید کامل البضاعت شیخ حمید معروف بحاجی حضور شاه ظهور مرید سعید شیخ ابوالفتح سرمست فرزند و سجاده آرای پدر والا قدر مخدوم شیخ قاذن منیری مفیضی از صاحب این خانواده در جواهر خمسه ارشاد می نماید که قال النبی صلی‌الله جل شانه علیه و آله و سلم نزل علم الشطار قبل الفرقان فی صدری فتحققت حقیقت الاشیای من الازل الی الابد ـ پس آن علم از جناب رسالت پناه صلی الله جلشانه علیه و آله و سلم بحضرت علی ایثار و از وی در عرفای امت انتشار یافت و ازین که شیخ عبدالله جلشانه آن را بوجوه احسن ضبط کرده شیخ محمد عارف وی را بدین لقب نواخت و بدین وصیت و نصیحت راهی هندوستان ساخت که در هر شهری و دیاری گذر کنی و بوقت مقرری نقاره زنی تا هر کسیکه طالب راه حق باشند خود را بما رساند و چون با مشایخ روزگار رسی بپرسی که اگر چیزی

دارید و ایثار کردن تواند برای تحمل قبول آن حاضرم و چیزیکه ما دارم ازان قاصر نیم ـ الغرض شیخ شطار با درویشان بسیار تجمل تمام از هر قسم ضروریات سفر و خیام در هندوستان تشریف آورده قصبات [ص ۹۲] و مداین و مواضع پنجاب و سند و پورب و اوسط هند را گردید۔ آخر حال بدیار جنوبی رسید۔ اکثر خاص و عام هر دیار بوی فیضیاب شدند و خانوادهٔ وی فروغ عظیم گرفت و خود هم از بعضی حضرات متمتع گشت۔ روزی در کره مانکپور وارد شد، مخدوم شیخ حسام الدین و سید راجی حامد شاه گردیزی و شاه سیدو عزم ملاقات شیخ کردند و قرار دادند که وی مسافر باشد و ما مقیم، مناسب می نماید که ما بدیدار وی رویم ـ الا همان روز ملبوسات خود اندر سماع بقوالان بخشیده بودند از باعث عریانی تامل می کردند که بحسب اتفاق مریدی قبای پنبئی مرتب در نذر آورد ـ آن را کشیدند و باهم قسمت کردند، ابره براجی حامد شاه ، استر بشاه سیدو رسید و محلوج مخدوم خود پوشید و عزم گردید۔ چون در اثنای راه رسید مریدی چند پان مرتب در دونه ای اوراق عریض درختی گزرانید ـ پان خوردند و مخدوم دونه را بجای کلاه بر سر رسانید۔ شیخ شطار چون از قدوم ایشان خبر یافت بیرون خیام برای استقبال ایشان پرداخت و گفت می ترسم که مبادا به آتش فقر برادرم حسام الدین خیام و بساط ما بسوزد۔ غرض که باهم ملاقات کردند و در زیر درختی بودند۔ شیخ شطار همان گفتار که شعار داشت ظاهر ساخت ـ مخدوم از روی کمال استغنا و فروتنی و غایت تواضع و عجز جواب داد که آن قسم چیزی ندارم که بخدمت گذارانم و هر چیزی که از حضرات خود یافتم هنوز از مطالع آن فارغ نشده ام که دگر آموزم ـ شیخ شطار بر اولوالعزمی

وی آفرین آورده گفت الحمد لله سبحانه که درهند عارفان کامل اند که همای همت آنان از دو عالم بالا پرواز دارد۔ ازان بعد جانب جونپور رفت۔ مخدوم شیخ محمد معروف شیخ قاذن منیزی و دگر اهل ریاضات چون شاه داد و سرمست سرهرپوری وغیره در اطاعت وی در آمدند و سلطان ابراهیم شرقی پادشاه جون‌پور و امرای وی اعتقاد آوردند ۔ روزی پادشاه عرض کرد که شما دعوی حق نمای می نمائید چرا بر ما چیزی ظاهر نمی سازید۔ شیخ گفت هر کس برای کاری خاص آفریده شد ۔ شما را بکار سلطنت امر کرده اند ۔ باز گفت که درین بارگاه مردم بسیار اند ۔ بر کسی دگر تصرف فرمائید۔ شیخ جواب داد که جوهر قابل مشروط، پادشاه ملتمس گردید که از چندین هزار کس حاضرین کسی جوهر قابل نباشد ۔ شیخ جانب جوانی زیبا رو که بر سر پادشاه مگس رانی می کرد [ص ۹۳] رو کرد ۔ ناگاه بی شعور گردید و آداب ملازمت و جلال کلی از دلش فتاد۔ جانب مریدان شیخ رونهاد جمیع اهل مجلس متحیر ماندند۔ روز دگر شیخ ازانجا بر آمد و طرف مالوه رفت ۔ پادشاه باعزاز وی را در پای تخت آن ولایت که شهر مندو بود جاداد ۔ از کتاب لطایف اشرفی چنان مستفاد می شود که هرگاه سید بی نظیر سید اشرف جهانگیر بسیاحت آن دیار رفت شیخ شطار در بعض اذکار و اشغال از حضرت سید افاده پذیرفت ۔ حضرت مولانا عبدالحق محدث محقق دهلوی در اخبار الاخیار فی اسرار الابرار فرماید که ارادت وی از روی پنج توسل بشیخ نجم‌الحق والدین کبری می رسد و از تصانیف و رسایل شاه محمد غوث گوالیاری و شیخ بهاءالدین ابراهیم عطاءالله جلشانه انصاری قادری شطاری و ثمرات الحیات جمع آورده ۔ یکی از مریدان شیخ برهان الدین صدیقی خاندیسی مرید شیخ محمد عیسی

زنداله برهان پوری مرید شاه محمد عارف لشکر یکی از عماید فیض بابان شاه محمد غوث موصوف و ذخیره شطاری چنان ثابت می گردد که شیخ عبدالله جل شانه شطار از خاندان حضرت غوث الاعظم رحمته الله جل عظمته علیه رحمته" واسعته" نیز اجازت لایق تسلسل داشت و تصدیق این بصراحت از روی وادید بعضی شجرات خاندان قادری، که بوسایل این حضرات بسید عبدالرزاق خلف الصدق آن قطب آفاق منتهی می گردد می شود، الا در تقدیم و تاخیر اسمای حضرات متوسط در سید ممدوح و شیخ موصوف اعتماد کافی بهم نمی رسید و چنانکه در چندین شجره از روی ترتیب مرقوم دران بعضی محالات عقلی واقع ـ بهر نهج اسمای مذکور بوضع صحت آغاز از سید نامدار و انجام تا شیخ با وقار در ذیل می نگارم: یکی ازان سید ابراهیم یکی ازان سید جعفر یکی ازان سید علی یکی ازان سید محمد یکی ازان سید عبدالغفار یکی ازان سید محمد ثانی یکی ازان سید عبدالرؤف یکی ازان سید عبدالوهاب که درین خانواده مرشد عبدالله سبحانه شطار ـ در خیال می گزرد نیز عجب نمی نماید که این حضرات در اولاد صاحب خانوادهٔ قادری باشند ـ مرقد شیخ عبدالله جل شانه درون حصار شهر مندو بولایت مالوه واقع ، اولادش دران نواحی شایع ، شیخ پیر میرتی یکی از ارباب توسل خاندان وی که با نورالدین جهانگیر پادشاه آنجا رفت بر مرقدش عمارت رفیع ساخت ـ

منزل شصت و نهم در ذکر خانوادهٔ نقشبندیان[ص ۹۳]

منسوب بحضرت خواجه بهاءالدین محمد بن محمد البخاری، نسب شریف وی بر محمد بن ابی بکر صدیق انتها می پذیرد ـ ظاهرا کسانی که دعوی سیادت دارند و خود را در اولاد حضرت خواجه ممدوح شمارند

بدین جهت خواهد بود که وی را صرف دو دختر بودند یکی در عقد امیر سید ابوالخیر ترکستانی در آمد وسید محتشم در حضور نقش‌بند تربیت و تعلیم پذیرفت و اکثر در مواقع سفر صاحب سجادهٔ خسر ماند و فرزندانش لایق و زاهد شدند و نوبت در نوبت بر سر مرقد صاحب خانواده قیام پذیر گردیدند و آن حکم اولاد دارد ـ دختر ثانی با خواجه علاءالدین عطار محمد بن محمد بخاری کتخدا شد ، از وی خواجه حسن عطار بوجود آمد ـ ولادت حضرت نقش بند در محرم سال هفت صد و هیجده هجری ـ خواجه محمد بابا سماسی وی را در نظر قبول خود آورده امیر سید مسعود کلال را برای تعلیم وی تاکید کرد ـ از صغر عمر آثار کرامت از وی ظاهر شدن گرفت ـ وقتی خوابی دید و بر وفق آن در خدمت خلیل اتا رسید و در صحبت شش سال عجایب حال مشاهده افتاد ، آخر پادشاه مملکت ماوراءالنهر بر اتا مذکور قرار یافت ، شش سال در وقت سلطنت هم رفاقت ساخت ، بعد زوال ملک و مال ظاهری از وی رخصت شد ـ با فواید بسیار درین اثنا حضرت خواجه عبدالخالق بن عبدالجمیل غجدوانی در علم باطن بر وی متجلی شد و تعلیم ذکر خفی و طریق بعضی ریاضات سریع الاثر و متابعت اقوال و افعال حضرت خیرالبشر کرد ـ حضرات سابق این خانواده ذکر جلی بعمل می آوردند ، زان بعد رجوع بسید امیر کلال مسعود آورد و سید حسب ارشاد خواجه محمد بابا در تربیت وی بجان کوشید تا کار بر حد کمال رسید آنگاه روزی در مجمع اصحاب ارشاد کرد [illegible] بهاءالدین هر چیزی که از خواجه محمد بابا بما رسیده بود حسب وصیت وی بر تو ایثار گردانیدم و مرغ روحانی تو از قفس بشریت

برون آمد ، الا بلند پروازی و همت عالی داری ترا مجاز می سازم که هر کجا مرید یابی دریابی و با نعمت خلافت مشرف گردانید - بعد ازین خواجه نقش بند بخدمت اتا شیخ قثم ترک رفت، وی یکی از منتسبان خانوادهٔ منزل هفتاد و یکم بود - قریب چهار ماه بحضور وی مانده انواع فیض باطنی اندوخت آخر خرقت برکت پوشانیده گفت که در جمیع فرزندان خود ترا فرزند دهم و از جمیع مقدم قرار دادم - پس ازان حضرت خواجه در صحبت [ص ۹۵] بعضی از مقبولان و دوستان حضرت حق در آمد و بوادید سگی و جانور آفتاب پرست نام رسید و آن هر دو چارپایان بر وی گویان شدند و دعای مستجاب بجناب کبریا کردند که آثار آن از روی ترقی نمایان برو پدید آمد - اندر اخبار معتمد دارد که حضرت خواجه محمد بابا شماسی قبل از ولادت آن سرخیل نقش بندان انتظار مقدم خیر وی می کشید و چون جانب مساکن و مولد وی می گذشت بوی معرفت رب العزت ازان نواحی در مشام جان بابای ممدوح می رسید - روزی گفت که آن بو زیادت پذیرفت شاید که وی پیدا شد - روز چهارم از ولادت جد خواجه وی را در نظر بابا در آورد بفرزندی بابای ممدوح شرف اندوخت- و نیز بابای موصوف تا وقت تامل خواجه در قید حیات جسمانی بود - نیز حضرت نقش بند هری هفت سال در خدمت مولانا محمد عارف دیگ گرانی یکی از عماید خلفای سید امیر مسعود کلال سوخاری بخاری ماند و فیضیابی وی از مصاحبت شیخ سلطان‌الدین و شیخ ابوبکر زین‌الدین هم بایضاح می در آید - شیخ اول مرید مولانا شیخ احمد بن مولانا شمس‌الدین مفتی جندی ترکستانی باشد ، که ذکر وی، ذیل بابا کمال جندی در خانوادهٔ فردوسیان منزل شصتم و در خانوادهٔ قادریان منزل شصت

و دوم ذیل تاج العارفین گذشت و شیخ ابوبکر زین الدین تایب آبادی هر چند در علوم ظاهر شاگرد مولانا نظام‌الدین هروی بود الا بغایت اتباع شریعت ابواب طریقت بر وی مفتوح گشت و بطرز اویسی از روح پر فتوح حضرت شیخ ابونصر احمد بن ابی‌الحسن جامی نامقی مخاطب بشیخ الاسلام احمد جام معروف بعارف زنده پیل افاده پذیرفت - امیر صاحبقرانی تیمور گورگانی مرید شیخ زین‌الدین ممدوح بود اکثر در خدمت وی حاضر می شد و در اصلاح احوال رعایا و برایا و اشاعت ارکان دین و رواج شعایر اسلام مشاورت می جست - و در بشارات غیب و فتوحات لا ریب بر وفق ارشاد شیخ بعمل می آورد - هم شیخ در حق امیر ممدوح از روی ترویج اوامر و نواهی ملت مصطفی مجدد مایت هشتم گفت و این لقب عالی در مکتوبات نامی وی نوشت - و شیخ ابونصر زنده پیل فیض یاب از روح حضرت سلطان الوقت شیخ ابو سعید [ص ۹۶] فضل‌الله جل شانه ابن ابوالخیر مهنوی و حسب وصیت وی خلعت یاب خرقت صدیقی از شیخ ابو طاهر فرزند شیخ مهنوی بود منقول که آن خرقت از حضرت صدیق رفیق یار غار جناب فیضمآب حضرت بابرکت مقبول میراث مانده و قبل از سلطان ابو سعید بست و یک حضرات باتصرفات دران طاعات و عبادات کرده آخر وقت از پدر والا قدر بفرزند ارجمند تفویض یافت که هنگام رسیدن جوانی نوخط احمد نام بوی سپارد در حیات و ممات شیخ مهنوی چهل عارف کامل بر منزل مقصود رسیدند از تعلیم وی اکرم و افضل آنها شیخ جام باشد توسل شیخ مهنوی تا شیخ ابو حفص حداد و مقتدای بغداد اندر منزل انصاریان ذکر یافت باقی در منزل جلالی و ما سوای آن تصریح یابد عمر شیخ مهنوی هزار ماه ، وفات در

شب جمع چارم شعبان سال ۴۴۰ در خلافت ابوجعفر قایم بن قادر ، اما ولادت شیخ جام در ۴۴۱ و انتقال در ۵۳۶ ، مدت عمر نود و هفت سال ـ وی در مصنفات خود گوید که بعمر بست و دو سال توفیق انابت یافتم و بعد ریاضات هجده سال در عمر چهل سال ما را برای هدایت خلایق مامور کردند ـ اوایل وی امی بود رب العزت بفتح باطنی وی را چندان علوم ظاهری کرامت کرد که در هر فنون تصانیف عالی دارد ـ از قوی تصرفان عالی مدارج شد که اندر امت محمدی در هر چهار صد سال عزیزی باچنان جاه و حشمت صوری و معنوی پدیدار گردد جمیع تصنیفات خود بادلایل قرآنی و احادیث رسولی آخرالزمانی توثیق پذیرد و کسی از علمای روزگار و عرفای نامدار بر کلام معجز نظام وی معترض و حجت آور نباشد و هر چند تا آخر عمر بردست حق پرست وی پنج صد هزار مردم تایب و مرید شدند و اکثر اهل عرفان عالی خاندان از وی فیض اندوز گردیدند ـ الا حال خرقت صدیقی بصحت روایت ثابت نماند که بعد از وی نصیب کدام یکی از فرزندان نامدار یا مریدان کامگار شد و کجا رفت ـ الغرض خواجه بهاءالدین نقش‌بند بحصول چنان نعمات چندین حضرات دوبار حج رفت و بعد از استجماع فضایل و برکات برمسند هدایت و ارشاد نشست ـ بسی شاهبازان اوج معرفت چون خواجه علاءالدین عطار محمد بن محمد البخاری مرشد افضل الفضلا [ص ۹۷] عارف ربانی میر سید شریف جورجانی و خواجه محمد بن محمد بن محمود الحافظی البخاری معروف پارسا صاحب کتاب فصل الخطاب و خواجه علاءالدین غجدوانی و مولانا محمد یعقوب چرخی و مولانا شیخ محمد فعانری و خواجه شاه مسافر خوارزمی و مولانا سیف الدین ساری وغیرهم در دام ارادت وی در

آمدند و بر مقاصد رفیع بر آمدند۔ وفات حضرت خواجه بهاءالدین عمر نقش بندی بعمر هفتاد و چهار سال در قصر عارفان واقع یک فرسخ از بخارا در تاریخ سوم ربیع‌الاول سال ۷۹۱ء وقت خلافت امیر تیمور صاحب قران بود بیت :

رفت شاه نقش بندان خواجه دنیا و دین
آنکه بوده شاه راه و دین و دولت ملتش

مسکن و ماوای او چون بود قصر عارفان
قصر عرفان زین سبب آمد حساب رحلتش

لقب نقش بند از باعث کسب وی از آبا و اجداد بصنعت کمخواب باقی باشد ۔ هر چند هر یکی بقدر فکر خود اندرین باب تاویلی جدا وارد کرد الا اصح همین می نماید ۔

حالا ذکر شجره جاری این خانواده کرده می شود

شاه نقش بندان از امیر سعید مسعود کلال سبو خاری بخاری مجاز وی از سادات کرام بود عالی منزلت کسب دا شگری* کردی در محاوره بخارا داشگر کلال را گویند چهار فرزند فضل و چهار مرید کامل داشت ۔ امیر طراغا پدر صاحبقران بحضرت سید اعتقاد فراوان آورده بود ۔ اکثر ملتزم حضور خدمت وی می مانده امیر را نیز در صغر عمر بشرف زیارت سید رساند و در عنفوان جوانی نیز چند بار نزد آن کاشف راز یزدانی حاضر گردید۔ نوبتی هفت نان شعیر بغایت شفقت مرحمت کرده ارشاد فرمود که پاره ازین هر هفت بخور تا هفت اقلیم عالم مسخر تو گردد ۔ نوبتی یک مشت شعیر بریان بوی بخشید و بشارت گردانید که بشمار هر جو یک سال شاهی

* ف داش گر در محاوره بخارا کلال را گویند و پیر مرشد حضرت شاه نقش بند سید مسعود کلال بودند، سبحان الله :

ذات صفات بوجہی نکو   هر کو بهجی سو هر کا هو

در خاندان تو ماند و آن قریب چار صد بود بر وفق آن خلافت در خانواده وی قایم ماند و آن زمان بحساب صحیح تا فردوس آرامگاه حضرت محمد شاه و آمد قهرمان ایران منتهی می شود ـ بعضی ارباب تواریخ تحریر کرده اند که یک صره جوز بود که سید بامیر عنایت فرمود بعضی خرما گویند اختلاف در جنس واقع نی در قدر، وفات سید در سال هفت صد و هفتاد [ص ۹۸] و دو سال دوم جلوس امیر بر تخت سمرقند بود ـ سید از خواجه محمد بابا سماسی وی از خواجه علی را متینی خوارزمی معروف بعزیزان حضرت مولانا روم در حق وی گفت، بیت:

گرنعیم حال فوق قال بودی کی شدی

بنده اعیان بخارا خواجه نساج را

وی بصفت نساجی کاسب و شاغل بود ـ اکثر رباعیاتش برلسان مردم یادگار و مختصری در شرایط حصول عرفان و هدایت طالبان مسمی محبوب عارفان و چندین رسایل توحید و تفرید بوی منسوب ـ عزیزان وقت مانند شیخ ابوالمکارم رکن‌الدین صاحب عروه در مسایل طریقت از وی سوالات کرده اند و حضرت عزیزان از خواجه محمود انجیر فغنوی، وی از خواجه عارف ریوگری و از خواجه عبدالخالق بن عبدالجلیل غجدوانی عجدوانی ، وی از کبار اولیای نامدار بود ، صحبت دار حضرت خضر و طریق ذکر خفی از وی تعلیم پذیرفت الا حضرات ما بعد وی تا سید کلال ضبط و ربط آن کلی بعمل نمی آوردند، بنا برین در وقت خواجه بهاءالدین عمر وی را در عالم باطنی ایمای تجدید آن کرد که بوجوه احسن قرار گرفت ـ وی هر روز بقوت ولایت و تصرف در حرم نماز می

گذارد - مرشد خواجه غجدوانی خواجه ابو یعقوب یوسف بن حسین بن دهره بن شعیب بوزنجروی همدانی بود که مدت شصت سال بر سجاده ارشاد ماند - حضرت خواجه هندالولی وقت عزیمت هندوستان در دارالفیض همدان بملاقاتش رسیده در پانصد و سی و پنج بجنت خرامیده حکیم سنائی شاعر عالی طبع مضامین معرفت تضمین صاحب حدیقة الحقایق از فیض‌یابان شیخ همدانی بود - حضرت خواجه یوسف از خواجه ابو علی فضل الله سبحانه بن محمد بن علی شافعی فارندی طوسی اجازت یافت - وی از چندین عارفان فواید گرفت - اوایل در صحبت شیخ ابوالقاسم قشیری شافعی علوم شریعت و طریقت آموخت - وی از قطب العصر ابی علی حسن بن علی بن محمد بن اسحاق بن عبدالرحیم بن صمد دقاق نشاپوری وی از شیخ ابوالقاسم ابراهیم بن محمد بن محمود نصیرآبادی مقتدای خراسان ، وی از ابوبکر جعفر بن یونس الشبلی مرید سعید خانواده جنیدی و بعد مفارقت از مصاحبت شیخ قشیری حسب اجازت وی در طلب مرید بخدمت شیخ ابوالقاسم علی بن عبدالله سبحانه طوسی [ص ۹۹] گرگانی پیوست - وی صاحب اجازت باشد از شیخ ابو عثمان سعید بن سلام طرابلسی مغربی وی از شیخ ابی علی حسن بن احمد کاتب مصری وی از احمد بن محمد قاسم بن منصور معروف شیخ ابو علی رود باری - وی از مقتدای بغداد حضرت جنید صاحب ارشاد میر شیخ گرگانی از روح پر فتوح حضرت خواجه ابوالحسن‌خرقانی بطرز اولیسی فیض دارد که سند شیخ خرقان در منازل ما قبل عیان و شیخ فارمدی را مانند شیخ گرگانی مرشد ثانی وی نسبت روحانی با شیخ خرقانی هم ثابت می گردد، علاوه برین صحبت کامل فارمدی با سلطان وقت مقتدای زمان شیخ ابوسعید فضل الله جل شانه بن

ابوالخیر محمد بن احمد مهنوی نیز تحقیق می پذیرد که شیخ مهنوی بشرح منزل شصت و پنجم یکی از شیخ قصاب غوث الدهر آملی وی از طبری وی از جریری صاحب سجاده حلیدی و یکی از سرخسی وی از سراج طوسی وی از مهر لعس صاحب جنید و بر وفق تصریح منزل جلالی بعد وفات سرخسی از شیخ سلمی مجاز وی از ابوالقاسم ابراهیم نصر آبادی، شیخ خراسان مرشد ابی علی دقاق مذکور ان شجره اول فارمدی - پس خانواده نقش بندان بچند طریق از روی صحبت جسمانی بعد شیخ همدانی می رسد بخانواده جنیدیان و ازان تا کرخیان ما بعد آن خواه بحضرات امام رسانند و یابوسایل داؤد طائی و حبیب عجمی بفروع قالب عنصری ابی سعید حسن بصری راجمع گردانند و هم بچند طریق از روی فیض روحانی بوساطت شیخ خرقانی تا خانواده طیفوری و حضرت امام جعفر صادق آینده خواجه بحضرت امام رسانند و یا بامام قسم بن محمد صدیقی فایض نعمت روحانی صحابی جلیل صاحب عمر طویل عاید گردانند درین شجره ابو علی فارمدی را با شیخ خرقانی وی بطیفور شامی ویرا بصادق نسبت و آنسیت خواهد بود - باز امام را با جد فاسد (نانا) خود - صحبت ظاهر وی را در صغر عمر ملازمت باصحابی جلیل الا فیض طریقت از روح پر فتوح باقی صحبت سابق الفرس بایار غار وی را باسید ابرار رسول مختار ظاهری و بطرزدگر شیخ فارمدی را با شیخ گرگانی اتصال، وی را با شیخ خرقانی انفصال و در صورتی که وسایل مذکور با مولانا ابوالمظفر تسلیم کرده آید گنجایش دارد تا قطب باتسلسل ظاهر زیاده تصریح در خانواده کرخیان و طیفریان گذشت -

منزل هفتادم در ذکر خانوادهٔ کرمانیان

[ص ۱۰۰] منسوب بحضرت شیخ او حدالدین ابو حامد کرمانی وی مدتی در خدمت حضرت شیخ اکبر امام ملت و دین ابوبکر محمد محی‌الدین بن علی بن محمد بن العربی الحاتمی من ذریت عبدالله جل شانه حاتم بود - چندین حکایات عارفان و صالحان منقول از شیخ ابو حامد در کتاب فتوحات مکی وارد شیخ اکبر سر آمد کبرای طریقت و مقتدای ارباب حقیقت باشد - صاحب حال عالی قال از دست حضرت و چندین فیض یابان آن کمال العصر و سید بنی هاشم جمال‌الدین یونس بن یحیی بن ابی الحسن بن ابی البرکات بن احمد بن عبدالله جل شانه بن محمد بن احمد بن حمزه بن اسماعیل بن محمد بن عیسی بن موسی بن علی بن عبدالله جل شانه بن العباس عم رسول کریم مقبول خلعت خلافت پوشیده - سید جمال‌الدین ممدوح از عمائد خلفای قطب العصر غوث الدهر جیلانی و بروایت شیخ حسام‌الدین چلپی یکی از اعظم اصحاب مولانا جلال‌الدین رومی ثابت می گردد که در ایام هدایت ریاضات شیخ کرمانی بحضور شیخ ضیاءالدین ابو نجیب عبدالقاهر سهروردی در بغداد بود - هرگاه حضرت خواجه هندالولی حجت اولیای مقبولین محمد معین الحق والدین حسن سجزی بعد دریافت شرف صحبت جناب غوث‌الوقت جیلان درانجا وارد گردید - شیخ کرمان ازان عالی دودمان بشرف صحبت و عز خلافت رسید، هم ازین رو مشرب تعشق و ذوق در سماع بر وی غالب بود، جمال حقیقت در مرات صورت می دید خود فرماید، بیت:

زان می نگرم بچشم سر در صورت
از سر معانی است اثر در صورت

این عالم صورتست و ما در صوریم
معنی نتوان دید مگر در صورت

طلب العالم حضرت گنجشکر در صحبت شیخ کرمانی رسیده و
حال صورت از تعلیم وی بر مراد فایز شدند ـ یکی ازان شیخ
معزالدین علی یمنی که سید شاه قاسم انوار تبریزی مریدکامل وی بود
چنانچه از آذربایجان بود بعد منصب کرامت عازم هرات شد ـ
اکثر از اعیان اشراف اینجا رجوع بسید آوردند ـ حاسدان بحضور
پادشاه وقت شاهرخ مرزا رسانیدند که اکثر جوانان خورد مرید وی‌شده
اند و ما را بر صلاحیت وی اعتماد کامل غیر حاصل و بعضی از علمای
ظاهری نیز با حاسدین الصاق ورزیدند که بعد ازین ماندنش درین شهر
صلاح نباشد [ص ۱۰۱] بادشاه بقبول آن مسئول حکم باخراج سید از
شهر نافذ ساخت ـ سید برضا این حکم پذیرا نداشت تاکار بجای رسید
که وی را بزور و زجر خارج باید کرد الا بسطوت باطنی سید
کسی را یارای آن نبود که چنان فرمان سلطان بوی رساند
شاهزاده خوش خصال مالفرمرزا بفور برخاست که ما وی را
بفور از لطایف حیل راهی گردانم که حاجت بخشونت نشود چون
بخدمت سید آمد صحبت مرغوب افتاد تقریبی ذکر عزیمت تقریر
یافت که پدرت بادشاه اسلام باشد مارا چرا ازین شهر بدر می نماید ـ
شاهزاده التماس آورد که خداوند شما بر قول خود چرا عمل نمی
سازند قول درویشان موافق فعل ایشان می باشد ـ سید گفت کدام
قول شاهزاده این شعر بخواند بیت:

قاسم سخن کوتاه کن برخیز و عزم راه کن
شکر بر طوطی فگن مردار پیش کرگسان

منزل هفتادم در ذکر خانوادهٔ کرمانیان

[ص ۱۰۰] منسوب بحضرت شیخ او حدالدین ابو حامد کرمانی، وی مدتی در خدمت حضرت شیخ اکبر امام ملت و دین ابوبکر محمد محی‌الدین بن علی بن محمد بن العربی الحاتمی من ذریت عبدالله جل شانه حاتم بود - چندین حکایات عارفان و صالحان منقول از شیخ ابو حامد در کتاب فتوحات مکی وارد شیخ اکبر سر آمد کبرای طریقت و مقتدای ارباب حقیقت باشد - صاحب حال عالی قال از دست حضرت و چندین فیض پایان آن کمال العصر و سید بنی هاشم جمال‌الدین یونس بن یحیی بن ابی الحسن بن ابی البرکات بن احمد بن عبدالله جل شانه بن محمد بن احمد بن حمزه بن اسماعیل بن محمد بن عیسی بن موسی بن علی بن عبدالله جل شانه بن العباس عم رسول کریم مقبول خلعت خلافت پوشیده - سید جمال‌الدین ممدوح از عماید خلفای قطب العصر غوث الدهر جیلانی و بروایت شیخ حسام‌الدین چلپی یکی از اعظم اصحاب مولانا جلال‌الدین رومی ثابت می گردد که در ایام هدایت ریاضات شیخ کرمانی بحضور شیخ ضیاءالدین ابو نجیب عبدالقاهر سهروردی در بغداد بود - هرگاه حضرت خواجه هندالولی حجت اولیای مقبولین محمد معین الحق والدین حسن سجزی بعد دریافت شرف صحبت جناب غوث‌الوقت جیلان درانجا وارد گردید - شیخ کرمان ازان عالی دودمان بشرف صحبت و عز خلافت رسید، هم ازین رو مشرب تعشق و ذوق در سماع بر وی غالب بود، جمال حقیقت در مرات صورت می دید خود فرماید، بیت :

زان می نگرم بچشم سر در صورت
از سر معانی است اثر در صورت

این عالم صورتست و ما در صوریم
معنی نتوان دید مگر در صورت

قطب العالم حضرت گنجشکر در صحبت شیخ کرمانی رسیده و اکثر عالی منزلت از تعلیم وی بر مراد فایز شدند ـ یکی ازان شیخ صدرالدین علی یمنی که سید شاه قاسم انوار تبریزی مریدکامل وی بود اصل سید از آذربایجان بود بعد منصب کرامت عازم هرات شد ـ اکثر از اعیان اشراف اینجا رجوع بسید آوردند ـ حاسدان بحضور پادشاه وقت شاهرخ مرزا رسانیدند که اکثر جوانان خورد مرید وی‌شده اند و ما را بر صلاحیت وی اعتماد کامل غیر حاصل و بعضی از علمای ظاهری نیز با حاسدین الصاق ورزیدند که بعد ازین ماندنش دزین شهر صلاح نباشد [ص ۱۰۱] بادشاه بقبول آن مسئول حکم باخراج سید از شهر نافذ ساخت ـ سید برضا این حکم پذیرا نداشت تاکار بجای رسید که وی را بزور و زجر خارج باید کرد الا بسطوت باطنی سید کسی را یارای آن نبود که چنان فرمان سلطان بوی رساند شاهزاده خوش خصال مالفرمرزا بفور برخاست که ما وی را بفور از لطایف حیل راهی گردانم که حاجت بخشونت نشود چون بخدمت سید آمد صحبت مرغوب افتاد تقریبی ذکر عزیمت تقریر یافت که پدرت بادشاه اسلام باشد مارا چرا ازین شهر بدر می نماید ـ شاهزاده التماس آورد که خداوند شما بر قول خود چرا عمل نمی سازند قول درویشان موافق فعل ایشان می باشد ـ سید گفت کدام قول شاهزاده این شعر بخواند بیت:

قاسم سخن کوتاه کن برخیز و عزم راه کن
شکر بر طوطی فکن مردار پیش کرگسان

سید شاهزاده را دعای خیر و تحسین بلیغ کرده فی الحال الاغ طلب کرده رو براه نهاد، دیوان ابرار از وی یادگار از وی است،نظم :

ای مظهـر جمـال تـو مرآت کاینـات
وی جنبش صفات تو از مقتضای ذات

هرجا که هست لمع ز نور تو ساطع است
گر کنج صومعه است وگر دیر سو منات

چون ظاهر از مظاهر ذرات عالمی
ظاهر شد از ظهور تو اسم تنز لات

اشباح انس صورت ارواح قدس شد
ارواح قدس صورت اعیان ممکنات

هر صورتی تعین خاصست در وجود
محواست نقش غیر و نشان تعینات

مشکل ز حد گذشت دران عقده زریف
ای پر تو جمال تو حلال مشکلات

قاسم شد از شراب ازل مست لم یزل
هل من مزید می زند از بهر باقیات

یکی ازان شیخ اوحد الدین اصفهانی صاحب مثنوی جام جم که شصت سال بریاضت پرداخت درین باب گوید، بیت :

اوحدی شصت سال سختی دید
تا شبی روی نیک بختی دید

منزل هفتاد و یکم در ذکر خانواده یسویان

منسوب بحضرت خواجه احمدیسوی پیر ترکستان ، وی مرید

حضرت خواجه ابو یعقوب یوسف همدانی حسب تصریح خانواده نقش بندی [ص ۱۰۲] و قبولی عظیم داشت مرشد حق پرست وی را چار مریدان کامل بودند و هر چار بدولت خلافت و سجادگی مرشد خود رسیدند درگاه بعد از وفات خواجه عبدالله جل شانه برقی و خواجه حسن انداقی نوبت خلافت ارشاد سجاده شیخ همدانی بر پیر ترکستانی رسید اندر شهر بخارا براه نمای خلایق مصروف گردید بعد چندی اشارت غیب در آمد که خود را بدیار ترکستان رساند خود راهی آن نواحی شد و خلایق بخارا و پیروان مذهب شیخ را بحضوری خدمت خواجه عبدالخالق غجدوانی و متابعت وی هدایت کرد اندر دیار ترکستان شجره وی جاری و فیض وی ساری ـ

منزل هفتاد و دوم در ذکر خانوادهٔ سعیدیان

منسوب بحضرت سلطان التارکین ابو احمد حمید الدین صوفی سعیدی ناگوری سوالی از کتاب اصول الطریقت فی مسایل الحقیقت ملفوظ آن سرتاج عارفان جمع آورده شیخ عبدالقادر بن محمود بن سعید فرزند اصغر صوفی ممدوح نام اصلی وی محمد بن احمد بن محمد بوضوع می در آید پدر والا قدر وی در اوایل فتوح اسلام بر دست معزالدین سام از ولایت دور دست وارد هند شد ـ و در ناگور اقامت گرفت و صوفی درآنجا شرف ولادت پذیرفت در جوانی بر دست حضرت هندالولی تایب شد آخر بوفور علم و زهد از اعظم خلفای باصفای حضرت موصوف گردید و شجره ارشادش بوسایل شیخ فریدالدین چاکپران صاحب سرور الصدر پسر شیخ عبدالعزیز فرزند اکبر صوفی ممدوح و شیخ کبیرالحق والدین گجراتی و خواجه شاه حسین ناگوری

و مریدان وی هنوز بار آور حضرت خواجه محمد معین الحق و الشرع والدین حسن سنجری شاهنشاه این اقلیم صاحب تخت و دیهیم مجمع انوار تجلی هندالولی اجمیری باشد ، فیض اندوز و نعمت یاب از جناب حجت طریقت دریای رحمت حضرت خواجه ابی النور محمد عثمان هرونی شیخ آذری جمال الدین در جواهر الاسرار آورده که بعد تفویض ولایت هند شاه هندوستان مالک این بوستان هرگاه درین دیار قدوم برکت لزوم آورد مرشد بر حق زمانی برای دیدار فرحت آثار آن بدرالعارفین شمس‌الصالحین اینجا وارد شد ـ پادشاد درویش منش سلطان محمد شمس الدین التمش مراسم تعظیم و توقیر در تقدیم رسانید، الا روایت مذکوره از ذکر کتب و صحایف [ص ۱۰۳] حضرات چشت که اعتماد کافی بر صحت آن سی تواند شد باثبات نرسیده وی صاحب نعمت اصلی حاجی الحرمین مقتدای دارین حضرت خواجه منیر الدین محمد شریف زندنی بعضی ارباب تواریخ ظاهر نمائید که هر چند تشریف آوری در هند ثابت نمی گردد الا شرفای قنوج مزار فایض الانوار قریب شهر مذکور کنار دریا نشان دهند ـ صاحب سیرالاقطاب گوید که حقیر چند بار بزیارت رسیده حضرت حاجی از مریدان نا مدار و صاحب نعمتان باوقار حضرت ظل‌الحق فی‌الخلق قطب دایره ایمان افتخار زمین و زمان صدر آرای سجاده چشت زیب افزای گروه اهل بهشت خواجه قطب‌الحق والدین مودود مرید سعید و خلف رشید حضرت خواجه ابی یوسف ناصرالشرع والدین چشتی بود که خواهر زادهٔ حضرت خواجه ابو محمد و صاحب حقایق و اسرار خالی بزرگوار خود باشد وی فرزند ارشد قدوة‌الابرار عمدة الاخیار صاحب منزلت و کمال حضرت خواجه قدوة‌الدین ابو احمد ابدال و جاگزین آن عالی درجات و فاتح دار سومنات بود

از حضرات بابرکات پیران طریقت ما اول وی منصب ابدالی گزید ، ازانوقت تصرف این منصب در جمیع حضرات منضم ماند ، آخر حال بر منزلت قطب ابدالی ترقی ورزید - بعضی گمان دارند که حضرت وی در هند آرامگاه دارد ، بعضی می نگرند که در معیت لشکر محمود غزنوی وارد این دیار بوده بعد فتح و ظفر و نصب اعلام اسلام معاودت چشت شد فرزند کامگار خود را دراینجا گذاشت این مزار پر انوار از وی باشد الا اصح چنان می نماید که حضرت خواجه ابو محمد مقبول بارگاه صمد بعد جایابی بر سجادگی خواجگان رفیع الشان در عمر هفتاد سال حسب اشارت ایزد متعال با معکر فیروزی محمودی درین وادی تشریف آورد - فتوحات غزنوی از برکات قدوم وی بود زیرا که از عالم غیب وی را مامور گردانیده بودند برین که اقلیم هند حق ولایت حضرات چشت خواهد بود - باعانت و امداد سلطان زمان باید رفت لا جرم قبول سفر دور و دراز کرده قرین فتح و ظفر معاودت فرمای چشت گشت ، بار ثانی که پادشاه والا جاه عازم هند شد باز چنان دولت خدا داد آرزو کرد الا پذیرانفرمود - تاهم پاس خاطر شاه دین پناه ملحوظ داشت و زبده و اصلان خواجه محمد عبدالشکور سالمی یکی از عماید خلفای خاندان خود را برمتدد سلطان ذی شان راهی ساخت بقدم خیر مقدم وی [ص ۱۰۳] نیز عجایب تصرفات فتح و نصرت رونما گردید و خواجه ممدوح الصدر خواه بشهادت با قامت زیر پای حصار مفتوح سرسی منزل و مرقد گزید ازین رو قبر پر فیض وی در وسط هندوستان واقع و هنوز نور و برکت و خوارق عادات و انواع تصرفات از آستانش ساطع از وقت حضرت وحید العصر فرید الدهر مزار پر انوار وی پدید آمد و پیش ازین معدوم بود ، کسی نمی

دانست کتاب تمهید شریف که از عماید تصانیف آن عالی وقار در عارفان کبار یادگار بود ـ حضرت قطب العالم از خودش بصورت ظاهر تعلیم یافت و عرفای نامدار چون مخدوم بهاءالحق ملتانی و سید عثمان لعل شاهباز قادری و بعض موحدین چون گرونانک شاه وغیره گرد مقبره وی مجاهدات کرده و فیوض نعمات ربوده اند، در مثانی که قطب‌العالم بحضرت سلطان الاولیا محبوب الهی مرحمت کرده اند ذکر نفاست عقاید و مسایل توحید مندرج کتاب تمهید ممدوح مرقوم حالا خانقاه وی بصرف هزار در هزار تجدید و تازگی پذیرفت ـ راقم چندبار بشرف زیارت رسیده و مقصودیاب مطالب خویش گردیده، درین شجره چشت برابر نسبت خواجگان علیهم الرحمت والغفران یکی با دیگری واقع بدین طریق حضرت هندالولی مرشد صاحب منزل از ابی‌النور هرونی وی از حاجی زندنی وی از قطب‌الدین مودود چشتی وی از والد ماجد خود سید ناصرالدین ابی یوسف چشتی وی از برادر مادر خود خواجه ابو محمد چشتی وی از پدر عالی قدر خواجه ابو احمد ابدال وی از سر سلاسل چشت حسب تصریح منزل پنجاه و یکم الا دو نسبت مزید راهم اینجا ذکر لازم آمد یکی خواجه ابو محمد را علاوه از پدر والا گوهر از قطب المجاذیب شیخ قطب الدین حیدر زاوجی مذکوره منزل شصتم ذیل شیخ حضرت خواجه مودود چشتی را با شیخ زنده فیل ابو نصر احمد جام که استاد آن در منازل جلالی و نقشبندی و انصاری و ظیفوری مذکور شد ـ

منزل هفتاد و سوم در ذکر خانوادهٔ نظامیان

منسوب بحضرت سلطان المشایخین رحمت للعالمین مورد فیوض نا متناهی محبوب الهی واقف راز لامکانی عارف اسرار یزدانی قدوه

ابرار عمده اخیار جاگزین منزل توحید صاحب منزلت تفرید جامع فروع و اصول مقتدای اهل قبول حامل کمالات شریعت و طریقت کامل معاملات معرفت و حقیقت محبوب ذات منزه از صفات مستجمع فیوض مخلد [ص ۱۰۵] جناب مولانا وسید نا خواجه نظام‌الحق والشرع والدین محمد بداونی دهلوی فرزند رشید حضرت خواجه سید احمد خالدی بخاری بدایونی رضوی آن جناب سیادت انتساب مرید سعید و صاحب نعمت مزید حضرت قطب العالم زبده افراد آدم فرد حقیقت غوث طریقت عالم بعلوم ربانی قایم بارکان ایمانی وحید العصر فرید الدهر کان زر گنج‌شکر شیخ خواجه فرید الحق (و الدین) مسعود فاروقی اجودهنی بیت :

کان نمک جهان شکر شیخ بحر و بر
آن کز شکر نمک کند و از نمک شکر

رباعی :

کان نمک و گنج شکر شیخ فرید
کز گنج شکر کان نمک کرد پدید
در کان نمک کرد نظر گشت شکر
شیرین تر ازین کرامتی کس نشنید

وی از عمايد خلفای باصفای حضرت قطب الاقطاب فردالاحباب محیط دوایر امکان سرخیل ارباب عرفان مستغرق دریای توحید سیاح بیداری تفرید سراج عرفا سرتاج صلحا فانی فی الحق باقی در وجود مطلق قتیل خنجر تسلیم و رضا در یکتای بحر مجد و علا خواجه قطب الحق والدین بختیار کاکی اوشی چشتی دهلوی ، وی

قابض دولت و نعم هم وارث جاه و حشم آن صدر نشین اورنگ ولایت صاحب کشف و کرامات مصدر فیوضات لم یزلی مظهر تجلیات ازلی متصرف ولایت هند و سند حضرت سید السادات مجمع البرکات خواجه معین الحق والدین حسن سنجری اجمیری ، باق بشرح منزل ما قبل:

ای شربت عاشقی بجامت
وز دوستی زمان پیامت
صبوحان لطیف و پاک را چرخ
بگداخت تا سرشت نامت
شد سلک فرید از تو منظوم
زانست که شد لقب نظامت
سودا ز دکان عشق حق را
تسکین ز مفرح کلامت
جاوید بقاست بنده خسرو
چون شد بهزار جان غلامت

منزل هفتاد و چهارم در ذکر خانواده صابریان

منسوب بحضرت مقتدای طریق رهنمای تخلیق کشاف دقایق عرفانی صراف نقود رحمانی عارف شان جلال واقف برهان کمال مهتدی راه مستقیم بر قدم حضرت موسی کلیم عمده اکابر مخدوم سید علاء الحق والدین علی احمد صابر [ص ۱۰۶] کلیری ـ وی سید عالی نژاد مرید مجاز و خواهر زاده و داماد حضرت فرید الدهر فاروق ممدوح الصدر بود شانی رفیع و سطو رظاهر داشت ـ شیخ کبیر

ـی عنایت خاص رعایت می کرد هر چند حسب روایات صحیح و
ایات صریح خلفای حضرت گنج شکر را پایانی و شماری نباشد، الا
ن دو حضرات کرامات خاندان فریدی بسی فروغ عظیم گرفت بیت:

شیخ ما شیخ است مولانا فرید
همچو او در خلق مولانا فرید

منزل هفتاد و پنجم در ذکر خانواده سراجیان

منسوب بحضرت سراج عارفان مرات هندوستان شیخ سراج الحق
لدین عثمان بنگالی وی از اصحاب عشره معززه خلافت حضرت
طان العارفین محبوب رب‌العالمین سید نظام الدین اولیا بود ـ اقلیم
رق بوی کرامت گردید تصرفاتش عیان و کمالاتش بی پایان در
وه ظهور رسید ـ

منزل هفتاد و ششم در توضیح استخراج خانوادگان دگر

منقولست که وزیری بود از معتقدان شیخ ابو اسحاق کاذرونی هر
ند میخواست که شیخ از وی چیزی قبول نماید میسر نمی گردید روزی،
ی چندین از بندگان خود آزاد گردانید و ثواب آزادی بر حضرت
یخ رسانید و اطلاع آن بشیخ فرستاد، شیخ در جواب پیام داد که
سالت تو بما رسید و شاکر احسانت شدم الا باید دانست که آزاد
ردانیدن بندگان مذهب ما نیست ـ بنده گردانیدن آزادان شعار خود
ارم ـ

ازین چهار ده خانوادگان همه اکثر سلاسل منتشر بعالم است

هر صاحب ارشادی عظیم که بر سجاده طریقت رهنمای خلایق

گردید و مردم گروه در گروه در بیعت و اطاعت وی در آمدند و در طاعت و عبادت از روی اثر صحبت وی ذوق و لذت دیدند و صفای قلبی ورزیدند از غایت عقیدت و حسن ارادت خود را منسوب و منتسب بنام نامی و لقب گرامی حضرات وی گردانیدند و دیگر القاب و اسمای آبائی و مصری و قومی و فرقی خود را در ذات پاکش نابود کردند، بیت :

عاشق رویت کجا بیند بکس
بستهٔ مویت کجا یابد خلاص

ذکر سلاسل چند دیگر نیز بطرز اختصار کرده می شود۔

منزل هفتاد و هفتم در ذکر خانواده مدینی

منسوب بحضرت شیخ ابو مدبن شعیب بن حسین [ص ۱۰۷] بن حسن مغربی ۔ وی بر کبار عرفا و صاحب طریقت غالب بود ۔ گروه کاملان از وی پذیرای تعلیم گردیدند ، یکی ازان محی الدین بن العربی بود که در فتوحات خود اکثر ذکر فضایل و مناقب حضرت وی می فرماید و در تاریخ یافعی مرقوم که سید محی الدین عبدالقادر جیلانی شیخ مشرق و شیخ ابو مدین مغربی شیخ مغرب هر دو بزرگوار هم عصر اند ۔

منزل هفتاد و هشتم در ذکر خانواده عیدروسی

دوم ازان عید روسی منسوب بحضرت شیخ عبدالله جل شانه ابن عبدالرحمان مکی عیدروسی وی از اولاد حضرت امام جعفر صادق و صاحب معارف و حقایق بود ۔

منزل هفتادو نهم در ذکر خانواده رفاعی

سیوم (۳) ازان رفاعی منسوب بحضرت شیخ احمد بن ابوالحسن الرفاعی، وی از اولاد حضرت موسی کاظم امام و در خوارق کرامت عالی مقام بود ـ

منزل هشتادم در ذکر خانواده شاذلی

چهارم ازان شاذلی منسوب بحضرت شیخ ابوالحسن علی الشاذلی صاحب سند دعای حزب‌البحر این چهار سلاسل در امصار مغرب و آبادانی سواحل بحر شایع روسی از مدینی و شاذلی از رفاعی انشعاب دارد منتهای هر چهار باچندین وسایل بسید الاوتاد بغداد یست ـ

منزل هشتاد و یکم در خانواده احرار

پنجم ازان احراری منسوب بحضرت خواجه ناصر الدین عبیدالله جلشانه احرار فیضیاب نعمت از حضرت مولانا یعقوب چرخی غزنوی که صدق ارادت بحضرت خواجه سر سلاسل نقش بندی و هم بحضرت خواجه محمد بن محمد علاءالدین عطار بخاری دارد ، عطار نیز از عماید خلفای نقشبندیست بنابرین در بعضی شجرات این خانواده بلا توسل عطار حضرت چرخی از صحبت صحت نقش بندی تسلیم دارد و حضرات خواجه ابو محمد پارسا صاحب کتاب فصل الخطاب و خواجه ابونصر پارسا فرزند ایشان و خواجه عطار فرزند علاءالدین عطار و خواجه علاءالدین غجدوانی خلف الا خلاف خواجه عبدالخالق عجدوانی و مولانا نظام الدین خاموش و مولانا محمد سعد الدین کاشغری و امام عبدالله سبحانه اصفهانی و سید شریف جرجانی از

صحبت و نعمت باطنی یافتگان این خانواده اند مولانا نورالدین عبدالرحمان جامی هر چند (ص ۱۰۸) ارادت بحضور مولانا کاشغری دارد الا در اکثر تصانیف خود خواجه احراری را بحد فضایل گوید از وی است :

چو فقر اندر قبای شاهی آمد
بتدبیر عبیداللهی آمد

منزل هشتاد و دوم در ذکر خانواده علائی

ششم ازان علایی منسوب بحضرت خواجه سید محمد ابوالعلایی اکبر آبادی مرید سید عبدالله سبحانه مرید خواجه محمد یحیی مرید خواجه محمد عبدالحق مرید خواجه احرار نقش‌بندی موصوف الصدر در تعلیم مریدان یکتای زمان بود اکثر اهل ارشاد بوی تربیت گردیدند، حضرت سید محمد ترمذی کالپوی از خلفای وی است ـ

منزل هشتاد و سوم در ذکر خانواده جلالی

هفتم ازان جلالی منسوب بحضرت سید جلال الدین مخدوم جهانیان بخاری اوچی وی را فیض و نعمت و خرقات ارادت و برکت از حضرات متعدد رسیده قریب چهار صد مشایخ ربع مسکون را دریافت و از هریکی فراخور حال هدایت و ارشاد یافت جد بزرگوارش حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری اوچی از خلفای اعظم مخدوم بهاءالحق ذکریای ملتانی و اول از قبایل ساداتی بود که از بخارا در دیار هند نزول کردند ـ مخدوم ملتانی صاحب نعمت حضرت شیخ الشیوخ شهاب الدین ابو حفض عمر السهروردی بن محمد بکری و حضرت شیخ الشیوخ خلافت از عم بزگوار خود

حضرت شیخ و حضرت شیخ ضیاءالدین ابو نجیب عبدالقاهر سهروردی و حضرت غوث الاعظم قطب العالم ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی دارد و سید جلال سرخ بخاری چون حسب الارشاد مخدوم ملتانی سر زمین اوچ را برای سکونت و اقامت خود آبادان گردانید و با دختر سید بدرالدین سندهی منعقد و متاهل گردید فرزندان لایق بوجود آمدند. سید احمد کبیر الدین سید محمود بهاءالدین سید محمد صدر الدین مخدوم جهانیان بروایت صحیح فرزند سید احمد کبیراند هر چند در ساحت اطراف و اکناف عالم از یکصد و چهل و پنج ارباب طریقت خرقات خلافت و برکت بوی رسید الا چهارده سلاسل جاری او شایع در شجرات مختصر ذکر می یابد یکی بوسایل آبای کرام خود سید احمد کبیر سید جلال بخاری سید المؤید علی بخاری سید جعفر بخاری سید محمود بخاری سید احمد بخاری سید عبدالله جل شانه سید علی اشقر سید جعفر مرتضی آینده بحضرات امام علیهم السلام یکی از عم [ص ۱۰۹] عالیقدر خود سید محمد صدرالدین یکی از شیخ نجم الدین اصفهانی مرید شیخ الشیوخ حضرت شهاب الدین سهروردی یکی از حاجی الحرمین سند المحدثین بو سعادت عضیف الدین مطری مرید ابو عبدالله جل شانه محمد بن قاسم المغربی صوفی بغدادی مرید شیخ رشیدالدین صوفی مرید شیخ الشیوخ ممدوح یکی از شیخ امام‌الدین برادر سجاده نشین شیخ الاسلام امین الحق والدین کاذرونی یکی از شیخ علی مجذوب قادری یکی از حضرت مخدوم نصیرالدین چراغ دهلی یکی از حضرت مولاناشمس‌الحق والدین یحیی یکی از شیخ قطب الدین منور هانسوی یکی از شیخ حسام الدین ملتانی و این هر چار حضرات از خلفای باصفای جناب محبوب ذات جامع البرکات اند، یکی حضرت شیخ ابوالفتح رکن الحق والدین

رکن العالم فرزند سعید و مرید حضرت شیخ صدرر الدین عارف خلف الرشید و مرید حضرت مخدوم ذکریای ملتانی یکی از حضرت شیخ الحرمین ابو سعادت عفیف الدین امام عبدالله سبحانه ابن اسعد یافعی یمنی مخدوم جهانیان مدت دو سال در حرم ملازم صحبت ایشان بود عوارف شیخ الشیوخ و دیگر کتب تصرف از وی صحیح و تحقیق کرده خلافت یافت ـ روزی وی گفت که زین پیش بسی حضرات نادرالعصر عزیزالوجود بدیار حضرت دهلی بودند حالا طلعت و روش ایشایان شیخ نصیر الدین محمود برپا میدارد گویا وی چراغ دهلی است مخدوم را همانوقت ذوق حضور خدمتش درگرفت عزم هندوستان قرار داد امام یافعی از خاندان قادریست مزیل حرم و صاحب تصانیف عالی چون تاریخ مراة الجنان فی معرفت حوادث الزمان و روض الریاضین حکایت الصالحین کتاب تاریخ یافعی محتویست بر حالات واقعات تا سال هفتصد و پنجاه وفات حضرت وی در شصت بالای هفت صد بود ـ برسم حرم وی را در قبر حضرت ابوالفیض جمال الدین بن فضل بن عیض مدفون کردند یکی از حضرت عبید عسی مرید شیخ ابوالقاسم فاضل فرزند و مرید شیخ احمد ابوالمکارم فاضل مرید شیخ ابوالغیث قطب الدین مرید شیخ الحق والدین علی افلح مرید شیخ شمس الدین حداد یکی از خلفای قطب العصر غوث الدهر جیلانی یکی از حضرت سید حمید الدین سمرقندی وی را فیض باطنی [ص ۱۱۰] از دو پیر طریقت رسیده یکی از سید قطب‌الدین بن سید محمد بن سید احمد چشتی برادر زاده و مرید سید محی‌الدین علی بن سید احمد چشتی فرزند و مرید رکن الحق والدین سید احمد چشتی خلف و مرید قدوة الدین سید ابو محمد چشتی پسر و مرید حضرت خواجه قطب الحق والدین مودود چشتی یکی از حضرت ابو محمد

شمس الدین ابن محمود بن ابراهیم فرغانی مرید شیخ محمد عطایای خالدی مرید شیخ احمد مولانا فرزند مفتی محمد شمس الدین جندی مرید بابا کمال جندی و خلعت یاب خاص حضرت شیخ ولی تراش فردوسی پیر بابای ممدوح و حضرت خواجه مودود چشتی را درین سلک مودودی جلالی در بعض رسایل و شجرات برونق حکایت ملاقات ایشان با حضرت شیخ الاسلام ابونصر احمد جام ارباب تواریخ و حالات اولیای حق در طرز آن اختلاف دارند ، حصول فیض نعمت و اجازت از شیخ الاسلام جام علاوه از حضرات چشت قراردهند ـ شیخ جام از کبار اولیای حضرت حق و صاحب تصرفات باهره بود در کتاب سراج السایرین یکی از تصانیف خود فرماید که تا حال یکصد و هشتاد هزار کس بر دست ما تایب گردیدند و شیخ ظهیر الدین عیسیٰ یکی از اخلاف ایشان در کتاب رموز الحقایق می نگارد که بر دست پدرم شش صد هزار کس مرید شدند ـ مرشد شیخ جامی آیه رحمت و شاهباز اوج طریقت شاهنشاه حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر مهنوی بود که نعمت یاب از حضرت شیخ الشیوخ ابوالعباس قصاب آملی و مرید شیخ ابوالفضل محمد بن حسن سرخسی بشد ـ وی مرید طاؤس الفقرا ابونصر سراج طوسی مرید ابو محمد عبدالله سبحانه بن محمد مرتعش نیشاپوری ـ یکی از خلفای حضرت خواجه ابوالقاسم جنید بغدادی حضرت شیخ ابو سعید بعد انتقال شیخ سرخسی بخدمت حضرت شیخ ابو عبدالرحمان بن محمد بن حسین التسلمی صاحب تفسیر بحرالحقایق و طبقات المشایخ اکتساب فضایل کرد که حضرت وی مرید ابوالقاسم ابراهیم بن محمد نصیر آبادی نیشاپوری یکی از اصحاب جعفر شبلی مرید رشید امام بغدادی مخدوم جهانیان در سفر نامجات خود حالات عجیب ترقیم می فرماید خزاین جلالی از

ملفوظات وی است ـ حالا توضیحاً اسمای بعض از خلفای ایشان که سلاسل جلالی بوسایل شان ذر اطراف هند جاری تحریر می پذیرد [ص ۱۱۱] حضرت سید صدرالدین راجو قتال برادر خورد حقیقی مخدوم حضرت سید ناصرالدین محمد حضرت کبیرالدین اسماعیل فرزندان مخدوم سید محمد اشرف جهانگیری سمنانی از اصحاب حضرت علاءالحق بنگالی مرید اخی سراج نظامی حضرت سید محمد اجمل بهرایچی از اصحاب حضرت شیخ بدیع‌الزمان اویسی طیفوری حضرت شیخ امام حافظ سراج‌الدین کالپوی حضرت مخدوم شیخ قوام‌الدین لکنوی حضرت شیخ یوسف ایرجی از اصحاب حضرت شیخ اختیارالدین عمر ایرجی مرید قاضی محمد ساوی یکی از خلفای حضرت چراغ دهلی حضرت شیخ فخرالدین مهنوی حضرت شیخ علاءالدین ساری ـ

منزل هشتاد و چارم در ذکر خانوادهٔ مداری

ششم ازان مداری منسوب بحضرت قطب الحقیقت فردالطریقت شاه بدیع الدین ابو اسحاق شامی ـ وی از اولاد پاک نهاد انبیای بنی اسرائیل بود، از ایام طفولیت لوازم ولایت کلیمی از وی ظاهر می شد ـ حذیف شامی از نوادرالعصران وقت فایق بحایق و دقایق وی را بعلوم متعارف و فنون کیمیا و هیمیا و سیمیا و ریمیا متحیر گردانید بعد رحلت والدین تجرید و تفرید ورزید و عازم بیت الرب گردید ـ در گوش حق نیوش وی ندای غیب در دادند که در حرم رسول ما باید رفت، بر طبق آن بر در نبوت اعتکاف کرد، بعد چندی راهی نجف اشرف گشت و مدتی از روی مجاهدات ظاهر و مکاشفات باطن جمیع منازل تصوف را طی ساخت ـ جناب علی مرتضی وی را تفویض امام مهدی آخرالزمان فرمود حضرت امام در عالم صوری

باطراف جبال شمال روی زمین تمام کتب سماوی که بر حضرت انبیای بنی آدم و پیشوایان جنات و مخصوص حضرات ملایک مقرب نازل گردید تعلیم نمود، فرقان مجید و توریت و انجیل و زبور در اکوری و جاجرسی و ستاری والیان و مرات و عین‌الرب و سر ما جن - و مظهر حضرت شیخ عبدالرحمان چشتی درین محل می فرمایند که در خلقت جن و انس بر طبقات ارضی اشتباهی لاشی نی - و هم بقول اکثر مفسرین ثابت که قبل از آدم خلفای جنات شرفیاب خلافت ارضی بودند - پس اگر باقتضای نفرستاده شده رسولی مگر بزبان قوم وی کتابی بر زبان نازل شده باشد از قدرت آفریدگار عجب نمی نماید و بعضی اولیای کبار خلافت [ص ۱۱۲] جنات و ملایک را تسلیم دارند از روی مشاهدات معنوی - چنان که قدوهٔ ارباب توحید بحرالعرب فرماید که حضرت رب‌العزت جمیع انبیای بشری بما نمایید جز انبیای جنات و ملایکه و مستغرق بحار نامتناهی حضرت شاه نعمت الله جل شانه کرمانشاهی گوید که در مکاشفات روزی بسمای چارم رفتم، یکی را دیدم از فرشتگان که بعظمت قدر بر کرسی مرصع از جواهر و زر جایگاه داشت و گرد وی هفتاد هزار ملایک بادب تمام قایم - بر علو منزلت وی متحیر شدم - یکی از حواشی وی گفت که یکی از خلفای پروردگار- گفتم که غیر از حضرت آدم پدرم دیگری از خلفای ایزدی کیست؟ بر این کلام خود آن عالی منزلت ما را پیش خواند و گفت که پدر تو از خلفای روی زمین بود، آیا در قرآن لفظ فی‌الارض نخواندی؟ سر فرو بردم که در علوم حق ما جاهلانیم- بحسب فوق کل ذی علم علیهم تواند بود که بر هر آسمانی و هر زمینی یکی از خلفای حضرت حق کامران باشد، و نیز قول وی تعالی که نبود

خلایفی و امتی مگر آنکه گزرد دران قوم بیم و خوف دهنده ، تائیدی قوی و شاهدی برین دلیل تواند بود که رسالت هر دو فریق بل فرق دیگر هم و نزول صحایف بر آنان رونما شده باشد ـ الغرض حضرت امام وقت بعد استکمال مدارج شاه بدیع الدین را جانب نجف اشرف رخصت و منصرف گردانید و ازانجا با نعمت باطنی و خلعت معنوی سرفرازی یافت و در حرم رسول آمد ـ ازانجا بشارت پذیرفت که بعد ادای شکر نعمات و حج و زیارات عازم دیار هندوستان شود و باطاعت فرزند نبوی حضرات خواجه معین‌الحق والدین حسن سجزی در جای مقرری اقامت نماید ـ حضرت سید اشرف جهانگیر فرماید که ما و او هم سفر بودیم از بیت الرب ، وی درین نواحی راهی گزدید ، ما برای سیاحت دیار روم رفتم ـ قاضی محمود صاحب کتاب ایمان محمودی گوید که شاه مدار بعد از طی منازل خشکی بر جهاز قدم نهاد ، ناگاه در وسط بحر بادی تند وزید ، جهاز تباهی ورزید ، یازده کسان بالای سطحی طرفی روان گردیدند ـ بعد از چندی ده کسان بغایت گرسنگی و نهایت تشنگی جان دادند ، صرف شاه مدار باقی و بسلامت ماند ـ انجام کار بر عمارتی گزار افتاد ، آنجا پیری نورانی بصورت انسانی با لباسی [ص ۱۱۳] فاخر بود ـ گفت بیا شاه مدار صاحب ما در انتظار تست ـ آخر در باغی لطیف و ایوانی رفیع مرصع برد که دران تخت یاقوتی با دیگر جواهر و بران مردی پر تجلی از جمال و جلال جلوه گر و نعم و حشم فراوان در خورد میسر ـ شاه مدار با وصف استجماع چندین فضایل بر فضایل بوادید رفعت شان وجلالت قدر وی بی خود افتاد و سر بسجده نهاد ـ او دست ایشان گرفت و برداشت و برابر خود نشاند و طعامی از شیر و برنج خوراند و لباسی پوشاند و برزبان موالفت راند که ای شاه مدار

بعد ازین ترا طعام و شراب و لباس دنیا حاجت نماند . خوری یا نخوری و لباس تو دوام پاکیزه ماند ، گردی و غباری نپذیرد - امروز در عالم ملکوت و ناسوت ترا قطب الوقت شاه مدار گویند ، بعد ازین فردی از افراد انسانی ازین لقب منسوب نشود - حالی می باید که بحضور هندالولی حاضر شوی - ازین وادی و جبال که نشانت دهم بخیریت و سلامت برسی - ولایت صوری و معنوی تو در حیات و ممات یکسان خواهد ماند - شاه مدار چون ازان منازل رفیع بر آمد اثری ازان عمارت ندید، بر قدرت قادر کریم متحیر گردید - مراقب و مکاشف گشت ، ندای غیب آمد که آن شخص با نور و برکت سرخیل ملایک عنصریست ، بصفت جلال و جمال احدیت موصوف و تصرف بر ربع مسکون دارد ، این فیض تصرف ویست که بلا توسل از حضرت حق آخر می نماید و بسا بر انبیا و اولیا می رساند - هرگاه ترا ضرورتی رسد چند بار نام وی باید گرفت و استمداد باید خواست ، تا قیامت ممد خواهد ماند - نام متبرکش شت خیطی - شاه مدار شکر واجب الوجود ادا کرده در پی تفحص راه شد که ابدال هفتگان بر وی ظاهر شدند و در اقل مدت بسرحد گجرات رسانیدند - چندی اینجا بسر برده جوق جوق مردم بوی گرویدند ، آخر در اجمیر شریف آمد و مجاورت آستان مزار فایض الانوار حضرت هندالولی گزید - بالای کوهسار معروف کوکلا پهاری جای اقامت شاه مدار بود، که تا حال آنجا را متبرک پندارند و چراغان افروزند - زان بعد بقیام لب جوی قریب جون پور ماذون گردید و راهی منزل مقصود گشت در کالپی آمد - آنجا معاملاتی چند با قادر شاه حاکم و حافظ محمد سراج امام واقع گردید که در کتب و رسایل [ص ۱۱۳] سیر اولیای حق که تفصیلاً ذکر یافت - عارف نامی حضرت سید عبد الواحد بلگرامی در کتاب مجمع فضایل سبع سنابل

تصریحی دیگر بران افزایش کرده ـ از دعای حافظ محمد سراج بعد آن در جونپور آمد ـ درینجا شیخ حسین معز بلخی مرید با نعمت حضرت شاه شرف یحیی منیری رسیده نصف باقی کتاب عوارف المعارف شیخ الشیوخ بحضور وی تعلیم پذیرفت ـ در دیدار اول سر بر زمین آورده این شعر بر زبان حال راند :

چسان گویم که حق صورت ندارد
چو می بینم عیان ذات مصور

هر کرانگاهی بر جمال باکمال وی فتادی بی اختیار سر بسجود نهادی، بنا برین دوام نقاب سیه پوشیدی ـ در منازل درویشی این منزل صمدیت بود ـ حضرت شیخ علاء الدوله سمنانی در تصانیف خود فرماید که هر که صوفی در مقام صمدیت رسد اکل و شرب باقی نمی ماند ـ اکثر علمای ظاهر آن وقت چون قاضی شهاب الدین دولت آبادی، و قاضی محمد مطهر کالپوی و قاضی محمود کنتوری و قاضی صدر جهان جونپرری اوایل حال در پی انکار شاه مدار تحریرات کردند و جماعت کثرة در محل مناظره و بحث در آمدند ـ آخر روی ارادت و عقیدت بحضرت وی آوردند و هر یکی نعمتی فراخور حال یافت ـ در لکهنؤ شیخ مینا فرزند شیخ قطب را که در ایام طفلی مجاور مرقد منور مخدوم شیخ قوام الدین بود از مراتب ولایت وی آگاه گردانید و بعطای جانماز خود او را بسجادگی و مخدوم نشانید ـ در کشور و اطرافش سیاحت کنان در جای مقرری وارد گردید ـ مدت پنجاه سال در هند فیض رسان ماند ـ طریق وی اویسی بود، از ارواح قدسی حضرت علی مرتضی و طیفور شامی و اویس قرنی و علمدار مکی، تا زمانی که شاه مدار درین دیار

نیامد این مشرب اویسی انتشار نیافت ـ مخدوم شیخ سعدالله جلشانه کبسی و ازکنتوری در باب استکشاف این مشرب بحضرت سید اشرف جهانگیر خطی نوشت ـ وی پاسخ آن تفصیلاً نگاشت و صداقت و رفعت این طریق بخوبی خاطر گزین ساخت ـ برای توضیح نام بعضی از خلفای حضرت شاه مدار اویسی ترقیم می یابد حضرت جهانگیر ممدوح حضرت شیخ مینا فرزند معنوی حضرت شیخ قوام الدین و مرید حضرت مخدوم سارنگ مج گانوی [ص ۱۱۰] خلافت یافت از حضرت سید صدر الدین راجو قتال بخاری اوچی برادر مخدوم جهانیان، حضرت قاضی شهاب الدین دولت آبادی، حضرت قاضی محمود کنتوری، حضرت قاضی مطهر کالپوی، حضرت قاضی، شهاب الدین قدوایی حضرت سید احمد بد پای کو لوابی جونپوری حضرت سید جمال الدین بهاری، حضرت سید اجمل بهرایچی، شاه جودن اودهی، شاه بهیک قنوجی، شیخ شمس تابب لکنوی، شیخ بدهن صدیقی سندیلوی، شاه متها مدار کندری، شاه اعلای بنگالی شاه عبدالرحمان چشتی صابری که خلافت و نعمت از حضرات بوسایل خاندان حضرت مخدوم شیخ عبدالحق رودلوی دارد بدین توسل ازین خانواده نیز فیضیاب است که وی از حضرت شیخ عبدالرحمان قدوایی وی از شیخ ابوالفتح قدوایی وی از شاه محمد عالم مداری وی از شاه سعد مداری وی از شاه میران مداری وی از شاه متها مداری وی از پدر عالیقدر خود قاضی محمود کندری وی از حضرت شاه بدیع الدین قطب مدار و هم از توسل روحانی حضرت ایشان بطریق اویسی نصیب باطنی اندوخت ـ در جمع و تالیف مرات مداری گوید که بعد از اجتماع رسایل ایمان محمودی قاضی محمود کنتوری وغیره مشتمل خاص حالات قطب مدار و التفات بر التفات از کتب دیگر از مدتی میخواست که بجمع و تحریر

آن پردازد اما چون بعض از اطوار حضرت ایشان خلاف رسم اهل عالم بود مبادرت کردن نمی توانست ، تا نشان تیر ملامت ارباب ظاهر نبود ـ بنا برین چندین سال این آرزوی دلی در توقف ماند ـ در سال یکهزار و شصت و چار هجری در مکن پور بر مزار لامع الا نوار وارد گردید و بانواع نعم و سعادت رسید ، بشارتی تازه و اجازتی پر آوازه یافت که خاطر ما مصروف و اعانت و امداد تست ، هر جا وی سهوی و خطای رو خواهد داد از حضور ما دران باب آگاهی خواهد رفت ـ بدین تقویت آغاز و اتمام آن اتفاق افتاد ـ انتقال حضرت شاه مدار در سال هشتصد و چهل هجری در سلطنت سلطان ابراهیم شرقی بعمر یکصد و بست و پنجسال بود ـ اندرون حجرهٔ خود آسودند ـ مردان غیب کلاه و چادر پوشانیدند و نماز گزار شدند ـ زان پس در حجره از خود بکشاد ـ حسب الامر پادشاه باهتمام سید صدر جهان [ص ۱۱۶] جونپوری عمارتی عالی بالای حجره بنا نهادند ـ

منزل هشتاد و پنجم در ذکر خانوادهٔ غزنوی

نیهم ازان غزنوی منسوب بحضرت شیخ رضی الدین علی بن سعید بن عبدالجلیل لالای غزنوی ـ وی در اوایل حال بصحبت حضرت شیخ ابو یعقوب خواجه محمد یوسف همدانی و حضرت شیخ خواجه احمد یسوی پیوست ـ بعد ازین که حضرت شیخ نجم الدین فردوسی فروغ گرفت حسب بشارتی که در خواب بوی نمائیدند بحضور وی راهی شد ـ صورت شیخ بر وفق روایت بود بارشادش چند اربعین بر آورد ، کارش بکمال رسید و از قدوهٔ زمان گردید ـ و علاوه از شیخ خود صحبت یکصد و بست و چهار کاملان طریقت دریافت و از هر یکی خرقات و تبرکات لایق حاصل ساخت ـ بعد از وفات قریب یکصد خرقات و تبرکات تقسیم بر خلفای کامل الاحوال در تحویل فرزندان وی

باقی بود ـ شیخ در اطراف جهان سیاحت بسیار کرده گذارش در اکثر اقلیم فتاد ـ و از هندوستان گردیده در حضور حضرت شیخ ابی رضا بن نصر در آمده چندی ملازم صحبت وی ماند و امانت جناب رسول مقبول و خرقت از حضرت شیخ حاصل کرد ـ حضرت شیخ علاءالدولت سمنانی از روی تحقیق خود می نگارد که آن امانت از جناب حضرت رسالت پناه مخصوص برای شیخ غزنوی بود ـ هم صاحب عروةالوثقی فرماید که آنرا مشاهده کردم در کرپاسی پیچیده و بالایش کاغذی نوردیده و بران بخط حضرت شیخ رضی این عبارت مرقوم بود: هذه المشط من امشاط الرسول صلی الله جلشانه علیه و آله وسلم وصل الی یده الضعیف من صاحب الرسول صلی الله جل عظمته علیه آله و سلم و هذه الخرقة وصلت من ابی الرضا رتن الی هذا الضعیف حالا باید دانست که حال حضرت ابی الرضا حاجی رتن الهندی و حال ابی الوفا عبدالله سبحانه چنکال گجراتی و حال ابو محمد معمر المغربی و حال ابو عبدالله جلشانه بن عبدالعزیز مکی که هر چار حضرات از اصحاب رسول مقبول اند قربت قریب بکدگر واقع و اهل شجر و ارباب تواریخ در تصریح و صحت حالات این حضرات بسی اختلاف دارند ـ مترجم صواعق و صاحب نوادر انوار در پی انکار اند در باب صحابیت رتن هندی و معمر مغربی و حکیم محمد قاسم و حاجی محمد خان ذکر حاجی عبدالله سبحانه چنکال بصداقت تحریر نمایند ـ و حال عبدالله سبحانه مکی سوای از کتب حدیث و سیر نبوی [ص ۱۱۷] حضرت سید نجم الدین غزنوی و حضرت شاه محی قلندر عباسی از روی تحقیق در تصانیف خود ترقیم می سازد ـ و حال رتن هندی در کلام حضرت شیخ سعد الدین حموی و شیخ احمد جوزقانی مرقوم و حسب تصدیق صاحب

عروة‌الوثقی در نفحات بذکر شیخ غزنوی مندرج - بهرحال حاجی رتن و حاجی عبدالله جل شانه از وزیران و نریمان فرمان روایان هند و گجرات اند - یکی بوقوع معجزهٔ شق القمر و یکی بتقریب سفارت ایمان آورد و معمر مغربی کسیکه در مائة ثالث از هجرت خود را ظاهر ساخت و از انزوا بر آمد و حدیث من شم الورد از جناب رسول مقبول روایت کرد - عبدالله جل شانه مکی کسیکه نوبت آخر در مائة خامس از انزوای ثالث بر آمده بوساطت سید خضر رومی طریق خود بعالم شایع ساخت و بطول اعمار هر چار حضرات و انزوا و اختفا و حصول انواع برکات و حسنات بدان وسایل دعای خیر حضرت محمد مصطفی احمد مجتبی صلی الله جل عظمته علیه و آله و سلم بود که از قدرت رب قدیر کار ساز و خالق بی نیاز و اثر معجزات و قبول دعای، حضرات انبیا خصوص جناب فیض انتساب باعث ایجاد عالمیان نبی آخر الزمان ظهور همچو امور خیلی عجیب و چندان بعید تصور نباید کرد ، زیرا که از افراد بشری حضرت عیسی و حضرت ادریس علی‌انبیا و علیهما السلام بر چارم آسمان و ریاض جنان و حضرت خضر و حضرت الیاس بر طبقات ارضی زنده و سلامت اند- و در حیات و اختفای حضرت امام خاتم ولایت مهدی علمای هر عصر از اصناف اهل عقاید این امت مصطفوی باختلاف اقوال روایت و حکایت دارند و خروج دجال بد مآل نیز لایق تسلیم، و طولانی عمر اکثری از اهل دین نبوی در کتب صحیح مروی ، چون حضرت سلمان فارسی که در بعض روایات عمر ایشان قریب یک هزار و چار شد سال منقول و باتفاق ارباب تحقیق و اصح قریب چهار صد سال مقبول- و جابر که وی همچو سلمان فارسی از اصحاب آنحضرت بود طویل العمر و سلام آنحضرت بجناب امام محمد باقر

رسانید و اکثری از اهل اذکار و صاحبان حبس دم از روی جهد و کسب همچو شعار دارند و بدعای بعض مقبولان و اولیای حضرت حق بعضی از اهل افکار بشرایط قبول اسلام بحیات ابدی و زندگانی سرمدی (ص ۱۱۸) بشارت یاب و مانند حضرتین سیاح و کفیل درماندگان مخصوص از اغیار در حجاب اند کمالا یخفی ـ علاوه برین در مملکت سیاه پوشان شخصی هنوز زنده و موجود ـ هر کس که آنجا رسیدن تواند بلا تکلف وی را دیدن و حکایت وی شنیدن می تواند و زخمی دارد از دست حضرت علی مرتضی و حضرت محمد مصطفی صلی‌الله جل شانه علیه و آله و سلم برای زیادت عمر وی دعای مقبول کرده و خون از زخم جاریست ـ خاکسار یعنی مصنف این کتاب از پنج اشخاص معتمد که بلا حجاب با وی کلام کردند استماع دارد ـ اکثر ازان کسانی که درمحاربات خراسان از هند بآن طرف سفر کردند در سفرنامجات خود این حکایت نادر تحریر کرده اند ـ و در بعضی تواریخ سلاطین نامدار و ملفوظات اولیای کبار هم مذکور و مرقوم است ـ خاکسار بزیارت حضرت حاجی رتن هندی و حضرت عبدالله جل شانه علمدار مکی مشرف شده ـ انوار فیضان و برکات بر مزار ایشان ساطع و لامع ـ

منزل هشتاد و ششم در ذکر خانوادهٔ همدانی

دهم ازان همدانی منسوب بحضرت امیر سید علی بن شهاب بن محمد همدانی جامع بود بعلوم ظاهری و باطنی ـ و صاحب تصانیف عالی وی را در سلاسل قادری علی ثانی گویند ـ باعتبار شیخ ابوالحسن علی هنکاری وی اول در ارادت حضرت شیخ شرف الدین محمود بن عبدالله سبحانه مرد قانی در آمد الا کسب

طریقت بحضور شیخ ابوالبرکات تقی الدین علی روستی سمنانی کرده ، بعد رحلت وی باز بشیخ محمود ممدوح پیوست ـ هر دو از خلفای نامدار حضرت ابوالمکارم رکن الدین علاءالدولت احمد بن محمد سمنانی اند ، وی مرید حضرت شیخ نور الدین عبد الرحمان اسفرای کسرقی مرید شیخ جمال الدین احمد جوزقانی ـ یکی از اصحاب حضرت شیخ رضی علی غزنوی امیر همدانی بامتثال فرمان شیخ خود چند نوبت بسیاحت ربع مسکون پرداخت و صحبت یک هزار و چهار صد اولیای حق دریافت ـ درمجلسی چهار صد کامل طریق را زیارت کرد ـ ابتدای اسلام در کشمیر دل پذیر از برکات قدوم ویست ـ خانقاه وی آنجا هنوز قایم و مردم آن ولایت بس اعتقاد بحضرت امیر همدانی دارند ـ مرقد مبارکش در ختلان واقع و حضرت خواجه ابو محمد اسحاق ختلانی از عماید خلفای حضرت ویست ـ

منزل هشتاد و هفتم در ذکر خانوادهٔ زر بخشی

یازدهم ازان زر بخشی منشی منسوب بحضرت شیخ منتخب الدین زری زر بخش دولت آبادی ـ ذکر خیر ایشان در کتاب [ص ۱۱۹] سیر الاولیای کرمانی و فواید الفواد امیر سنجری بنظر نیامد ، الا در تذکرةالاصفیا و خیر المجالس و تاریخ حاجی محمدی و تاریخ حکیم قاسمی ارقام پذیرفت که وی از عماید خلفای حضرت محبوب الهی بود ـ از حضور ایشان بعطای مصلا و خلعت و عصا و مثال خلافت یافت وبه ارشاد خلایق دیوگیر زمانی که محمد شاه تغلق از اعیان دهلی آبادانی دولت آباد کردن میخواست بدان نواحی شتافت و هفت صد از اهل دربار با خود داشت که باجازت حضرت سلطان المشایخ همرهی و رفاقت وی نقل و حرکت از دهلی قبول کرده

بودند۔ شاہ منتخب هنگام رخصت عرض کرد که ریاست تقاضای غمخواری دوستان دارد ، ما را خود آن حالت نبود۔ حضرت مراقب گردیده گفت که صرف این قدر خلایق هر شب بعد از نماز تهجد بشما خواهد رسید۔ همچنان بود که تا حیات شاہ منتخب هر شب درج زرین از غیب ظاهر گردیدی که صبح از زیر سجاده بر گرفتی و صرف ما یحتاج کردی ، ازین رو معروف بزری زربخش گردیده۔ روزی که شاه در دولت آباد وفات بدفت حضرت بنور باطنی دریافت و از مولانا برهان الدین غریب استفسار کرد که شاه منتخب برادر شما چند سال بعمر بود ۔ حاضرین کلام استنباط کردند که غالباً رحلت فرمای جاودانی گردید۔ بعد چندی خبر آوردند که همان تاریخ وفات ایشان بود ۔

منزل هشتاد و هشتم در ذکر خانوادهٔ نوربخشی

دوازدهم ازان نور بخشی منسوب بحضرت سیدالسادات سید محمد نور بخش صاحب کتاب سلسلة الذهب عربی۔ وی در طریقت از أعظم خلفای خواجه ابو محمد اسحاق ختلانی بود که ذکر خیر وی در طریق همدانی تحریر یافت و صاحب سجادهٔ ایشان شیخ الاسلام حضرت سید محمد علی نور بخش و خلافت گزین شیخ الاسلام سید محمد غیاث نور بخش که از حضرت ایشان نعمت و خلافت خانوادگان قادری و سهروردی و فردوسی و غزنوی و همدانی و نور بخشی در خانوادهٔ چشتی نظامی گردیده ، بدین طریق که سید محمد غیاث نور بخش بجاز این سلاسل نعمت و خلافت دادند۔ و بشیخ حسن محمد بن احمد بن نصیر الدین بن مجد الدین بن سراج الدین بن کمال‌الدین المستفیض من حال الحقیقی حضرت مخدوم نصیرالحق والدین چراغ دهلی ۔

خدای کریم بوی کرامت گردانید که صاحب تصرفات باطنی و خوارق ظاهری و مجمع فضایل و مرجع سلاسل گردید:

کسی چون وی بلوح ارجمندان
نزد نقش بدیع از نقش بندان

در خانوادهٔ قادری از شاه سکندر کیتهلی هم اجازت داشت، وی مرید جد خود سید کمال کیتهلی وی از سید فضیل کبیر وی از سید گدای رحمان وی از سید شمس الدین صحرای وی از سید احمد عقیل وی از سید بهاءالدین وی از سید عبدالوهاب وی از سید شرف الدین قتال یکی از مجازان بیعت و یافتگان خلافت حضرت سید محمد عبدالرزاق فرزند حضرت قطب العصر غوث الدهر جیلانی عروة الوثقی شیخ محمد معصوم و خازن الرحمان شیخ محمد سعید فرزندان صاحب اجازت و ارشاد حضرت مجدد اند - کتاب حضرات القدس و نغمات السرور و مجاهدات مجددی و مکتوبات احمدی از ملفوظات حضرت ایشان است -

منزل نودم در ذکر خانوادهٔ خوارزمی

چهاردهم ازان خانوادهٔ خوارزمی منسوب بحضرت شیخ حسین خوارزمی - مرید مخدوم اعظمی حاجی محمد خبوشانی مخدوم ممدوح از اولیای کبار متاخرین و مقبول دیار و جوار خود صاحب نعمت از خاندان و همدانی بود، مرید شیخ شاه علی بیوادری مرید شیخ محمد رشیدالدین فردوسی اسفراینی مرید شیخ عبدالله جل شانه‌برمشی آبادی مرید خواجه ابو محمد اسحاق ختلانی -

ختم یافت ذکر چهارده خانوادهٔ بعد چهارده بعد چهارده

[ص ۱۲۲] و مجموع آن چهل و دو (۴۲) خانوادگان باشند۔

منزل نود و یکم در توضیح استخراج خانوادگان

چون توضیح اکثر سلاسل بامتزاج یکی با دیگری شهرت پذیر اند ذکر بعضی ازان ضرور می داند که از کثرت شیوع آن و رواج ارادت و عقیدت دران بسی ارباب عالم جویان حال تسلسل آن خانوادگان می باشند و ازین که بعض فریق بنام نهاد این سلاسل اوضاع غیر صحیح دارند نادانان عصر خصوص انکار ورزان کرامت‌اولیای حضرت حق هم از روی جهل وهم براه تجاهل این خصایل پیروان نامی را بر فضایل گرامی پیشوایان طریق راجع گردانند و حال آنکه ابلیس لعین را جز آن که باخیل و حشم خود افراد انسانی را مبتلای وساوس و آماده بر افعال قبیح سازد شب و روز کاری و شعاری نی۔ در حقیقت این پیروان زبانی در گروه شیطانی درآمده اند۔ زیاده تر واجب فتاد که مختصری در ذکر اصول خانوادگان عالی پردازد گو در فروع آن فتوری راه نما باشد و این حجت نی مخصوص هر چهارده خانوادگان است که بعد ازین در تحریر حالات آن همت قاصر مصروف دارد بل که بعضی ازان درسبق ذیل چهل و دو ذکر یافت و بعضی آینده مذکور خواهد گردید۔ حالا ترقیم می پذیرد بامداد ایزد پاک و طفیل صاحب لولاک و آل اطهار و اصحاب کبار و اولیای حق و علمای بر حق و تصدیق ارواح حضرات چشت اهل بهشت خصوص جناب ملک المشایخ تاج الاولیا سراج الاصفیا حجت العاشقین محبوب رب العالمین حضرت خواجه سید نظام الحق و الشرع والدین افاض الله تعالی جل شانه فیضانهم علی قلوب المعتقدین حالات باقی از پنجاه شش خانواده که التزام

منزل هشتاد و نهم در ذکر خانوادهٔ مجددی

سیزدهم ازان مجددی منسوب بحضرت [ص ۱۲۰] قیوم ربانی مجدد الف ثانی سرهندی فاروق - وی آیتی بود از آیات ربانی و نعمتی بود از نعمات یزدانی و حضرت شیخ جلال‌الدین سیوطی در کتاب جمع‌الجوامع حدیثی مذکور کرده که گفت جناب رسالت مآب در امت ما شخصی بوجود آید که وی را صلت خوانند و خیلی خیل خلایق بشفاعت وی در بهشت در آیند - بقول اکثر ارباب عرفان مورد حدیث صلت وی بود ، چنان که در ملفوظات حضرات مجددی تفصیلاً ذکر یافت - و خود حضرت مجدد در کلام خود بر محل رفع اختلاف مسایل وحدت وجود که از مدت قریب هزار سال فیمابین حضرات صوفیان کبار و علمان نامدار متنازع بود نیز فرماید که الحمدلله الذی جعلنی صلةً بین البحرین- حضرت شیخ عبدالاحد فاروق پدر عالیقدر وی از عارفان زمان بود ، ارادت و خلافت از شیخ رکن الدین خلف اکبر حضرت شیخ عبدالقدوس حنفی گنگوهی داشت و هم از شیخ حنفی - وی بطریق اویسی از روح حضرت مخدوم شیخ عبدالحق رودلوی فیضیاب بظاهر خلافت از شیخ محمد عارف پسر و مرید و شیخ احمد عارف فرزند رشید حضرت مخدوم ممدوح دارد - شیخ رودلوی صاحب نعمت حضرت مخدوم شیخ جلال الحق والدین گاذرونی پانی پتی فرزند معنوی و مرید حقیقی حضرت سید شمس الحق والدین ترک صاحب ولایت پانی پت و فایض نعمت از حضرت سر سلاسل خانوادهٔ صابریان و شیخ حنفی از خانوادگان دیگر هم اجازت دارد - یکی از شیخ درویش بن شیخ قاسم اودهی دهلوی که هم از پدر بزرگوار خود مجاز و هم از سید بدهن

بهرایچی مرید سید اجمل بهرایچی خلافت یاب از حضرت شاه بدیع الدین مدار طیفوری و حضرت مخدوم جهانیان بخاری و شیخ قاسم از علمای صوفی و صاحب کتاب آداب السالکین و مرید شیخ فتح الله جل شانه دهلوی اودهی ، مرید حضرت شیخ حکیم محمد صدرالدین طبیب دل بن احمد شهاب ماجر دهلوی مرید حضرت مخدوم (نصیر الدین) چراغ دهلی جاگزین سجادهٔ حضرات نظامیان بود ، که یکی از شاه عبدالسلام جونپوری سجاده آرای شاه محمد حضرت شاه قطب الدین بینا دل صاحب نعمت حضرت سید نجم الدین قلندر غوث‌الدهر محی الثور تیر انداز غوثی بن حضرت سید نظام الدین چشتی غزنوی مستفیض بعم حضرت سید خضر رومی وارث فیوض و برکات حضرت عبدالله سبحانه ابن عبدالعزیز علمبردار مکی صاحب [ص۱۲۱] رسول مقبول ـ غرض که شیخ عبدالقدوس گنگوهی از مشاهیر روزگار و اهل ذوق وجد و سماع گردید ـ رسایل متعدده در اباحت و جواز و طرز و انداز و آداب و شرائط سماع بوی منسوبست وهم وی را کتابی دیگر مشتمل بر هفت فنون مسمی بنوادر العیون ـ حضرت مجدد اول کسب طریقت از والد ماجد خود کرده بشوق مزید عازم سفر گردید ـ قصد دیار عرب و طواف بیت الرب بود ـ اثنای راه بحضرت دهلی گذر نمود ـ حضرت خواجه محمد باقی بحق فانی فی‌الوجود مرید خواجگی محمد امکنگی فرزند و جانشین حضرت خواجه درویش محمد خواهر زادهٔ صاحب سجادهٔ حضرت خواجه مولا محمد زاهد ولی یکی از خلفای کبار سر خانوادهٔ احراریٔ فیضرسان عالمیان بود ـ بوی پیوست و در صحبت دو و نیم ماهی فیض فراوان بر گرفت و از تکالیف سفر بر آسود ـ زان بعد آنچنان قبول عظیم و رجوع خلایق

خدای کریم بوی کرامت گردانید که صاحب تصرفات باطنی و خوارق ظاهری و مجمع فضایل و مرجع سلاسل گردید:

کسی چون وی بلوح ارجمندان
نزد نقش بدیع از نقش بندان

در خانوادهٔ قادری از شاه سکندر کیتهلی هم اجازت داشت، وی مرید جد خود سید کمال کیتهلی وی از سید فضیل کبیر وی از سید گدای رحمان وی از سید شمس الدین صحرای وی از سید احمد عقیل وی از سید بهاءالدین وی از سید عبدالوهاب وی از سید شرف الدین قتال یکی از مجازان بیعت و یافتگان خلافت حضرت سید محمد عبدالرزاق فرزند حضرت قطب العصر غوث الدهر جیلانی عروة الوثقی شیخ محمد معصوم و خازن الرحمان شیخ محمد سعید فرزندان صاحب اجازت و ارشاد حضرت مجدد اند ـ کتاب حضرات القدس و نغمات السرور و مجاهدات مجددی و مکتوبات احمدی از ملفوظات حضرت ایشان است ـ

منزل نودم در ذکر خانوادهٔ خوارزمی

چهاردهم ازان خانوادهٔ خوارزمی منسوب بحضرت شیخ حسین خوارزمی ـ مرید مخدوم اعظمی حاجی محمد خبوشانی مخدوم ممدوح از اولیای کبار متاخرین و مقبول دیار و جوار خود صاحب نعمت از خاندان و همدانی بود، مرید شیخ شاه علی بیوادری مرید شیخ محمد رشیدالدین فردوسی اسفراینی مرید شیخ عبدالله جل شانه‌برمش آبادی مرید خواجه ابو محمد اسحاق ختلانی ـ

ختم یافت ذکر چهارده خانوادهٔ بعد چهارده بعد چهارده

[ص ۱۲۲] و بمجموع آن چهل و دو (۴۲) خانوادگان باشند ـ

منزل نود و یکم در توضیح استخراج خانوادگان

چون توضیح اکثر سلاسل بامتزاج یکی با دیگری شهرت پذیر اند ذکر بعضی ازان ضرور می داند که از کثرت شیوع آن و رواج ارادت و عقیدت دران بسی ارباب عالم جویان حال تسلسل آن خانوادگان می باشند و ازین که بعض فریق بنام نهاد این سلاسل اوضاع غیر صحیح دارند نادانان عصر خصوص انکار ورزان کرامت اولیای حضرت حق هم از روی جهل وهم براه تجاهل این خصایل پیروان نامی را بر فضایل گرامی پیشوایان طریق راجع گردانند و حال آنکه ابلیس لعین را جز آن که باخیل و حشم خود افراد انسانی را مبتلای وساوس و آماده بر افعال قبیح سازد شب و روز کاری و شعاری نی ـ در حقیقت این پیروان زبانی در گروه شیطانی درآمده اند ـ زیاده تر واجب فتاد که مختصری در ذکر اصول خانوادگان عالی پردازد گو در فروع آن فتوری راه نما باشد و این حجت نی مخصوص هر چهارده حانوادگان است که بعد ازین در تحریر حالات آن همت قاصر مصروف دارد بل که بعضی ازان درسبق ذیل چهل و دو ذکر یافت و بعضی آینده مذکور خواهد گردید ـ حالا ترقیم می پذیرد بامداد ایزد پاک و طفیل صاحب لولاک و آل اطهار و اصحاب کبار و اولیای حق و علمای بر حق و تصدیق ارواح حضرات چشت اهل بهشت خصوص جناب ملک المشایخ تاج الاولیا سراج الاصفیا حجت العاشقین محبوب رب العالمین حضرت خواجه سید نظام الحق و الشرع والدین افاض الله تعالی جل شانه فیضانهم علی قلوب المعتقدین حالات باقی از پنجاه شش خانواده که التزام

ذکر آن در خاطر دارم -

منزل نود و دوم در ذکر خانوادهٔ قلندری حسنی حضری

یکی ازان قلندری چشتی حضری منسوب بحضرت سید حضر رومی - وی صاحب نعمت حضرت ابو عبدالله جل شانه بن عبدالعزیز مکی عامدار صاحب رسول مقبول صلی‌الله جل عظمته علیه و آله وسلم و مجمع خوارق کرامات و انواع تصرفات بود ، لباس قلندری در برداشت و کوس مشیخت می نواخت - در دهلی بحضور حضرت قطب الاقطاب اوشی چشتی از نواحی روم آمد و چندی ملازم صحبت ماند - حضرت خرقه و خلافت و مثال [ص ۱۲۳] اجازت در جای قیام وی روان گردانید - وی قبول کرده بسر و چشم نهاد و از حضرت خواجه رخصت گرفت - و بهمان روش جانب دیار مشرق مسافرت کرد - چون در سرهرپور نواحی جونپور وارد گردید حضرت سید نجم الدین و شاه بینا دل در ارادت وی در آمدند - خود بعطای نعمت و خلافت منصرف روم گشت - بوساطت این هر دو صاحب ارشاد خاندان وی در هند فروغ عظیم‌گرفت - شاه عبدالسلام جونپوری شاه عبدالقدوس جونپوری و سید محمد ماه بهرایچی و شاه محمود لکنوی و شاه عبدالرحمان خان بز لاهرپوری و شاه مجتبیٰ عباسی لاهرپوری وغیرهم اکثر از مشایخ کبار و عارفان نامدار درین سلاسل بودند - حال امام عبدالله جل شانه علمبردار در ضمن حال حاجی رتن هندی بخانوادهٔ غزنوی اند ذکر یافت - و در سلاسل طیفوریان و مداری و مجددی هم اشارتی رفت - حالا مختصری دیگر از حال خیر مآل حضرت ایشان ترقیم می پذیرد که در بعضی رسایل مانند کشف الرموز شاه باسط علی و مرأت قلندری شاه علاءالدین الهدایای احمد و شرح

آن مصقلت الاولیا از شاه عبدالرحمان فرزند ایشان و تفسیر توحید از شاه مراد رسول نام نامی ایشان ابو عبدالله سبحانه بن عبدالعزیز مکی علمبردار حضرت رسول مقبول می نگارند و از اذکار قلندری جمع کرده قاضی محمد معین الدین بینا و مراقب الوجود سید شاه فضل علی بن سید صدر جهان بن سید عفیف الدین هرگامی و انیس العاشقین که شاه مجتبی بن شاه مصطفی از اولاد حضرت جانباز در اذکار و افکار و طریق و طرز دم کشی سلاسل قلندری و چشتی و قادری و سهروردی در سال یک هزار و پنجاه هجری تحریر کرده و نثر مترجم کلام اعجاز نظام حضرت سعید شهید امام ابو محمد حسن که وقت آخرین در معنی الحمد بحضرت سیدالشهدا شاه کربلا تعلیم فرمودند و شاه عبدالرحمان ثانی آنرا در قید تحریر فارسی در آورده و کتاب حجت العارفین شاه محی قلندر بایضاح می در آید که نام گرامی ایشان حضرت عبدالعزیز مکی بود۔ از کتب حدیث و سیر نبوی و اسماء الرجال بروایات صحیح فضایل و مناقب و صحابت وی با جناب که حضرت رسول مقبول ثابت میگردد که از عماید قریش و علمبرداری عساکر قریشی از آبا و اجداد تعلق خاندان ایشان بود۔ هم در سفری علم رسول هاشمی برداشت در فتح مکه شرف ایمان دریافت۔ [ص ۱۲۳] بعد ازین تصریحی که نسبت حال ایشان از روی تحقیق و تصدیق کبار عارفان و عماید این خاندان باثبات می رسد در تحریرسی در آمد۔ روایتی این که حضرت جبرئیل امین آیتی از بارگاه پروردگار بحضرت خاتم رسالت وی آورد ۔ عبدالعزیز مکی معانی آن در ذهن خود تجرید و تفرید کامل استنباط کرده بران عامل گردید۔ نوبت بجای که ریش و بروت و موی سرهم بتراشید

و روبروی جناب رسالت مآب آمد ـ آنحضرت بوادید صورتش و دریافت این حال بحاضرین مخاطب گشت و گفت که اینست صورت اهل جنت ـ الا چون وی دریافت که در حقیقت معنی آیت و شان نزول و مفهوم و مستفاد آن چنان نبود که وی تصور نمود اثر حجابی در وی پدید آمد ـ از جناب خیرالانام درخواست که بعد ازین در کوهی یا غاری منزوی گردد تا وی را کسی نداند ـ آن حضرت بجازش کرد و دعای خیر و برکت و درازی عمر بحق وی فرمود ـ روز دیگر چند کسان دیگر همان لباس سترده موی برقامت خود راست کردند و بحضور آن سرور در آمدند ـ حضرت پیام برحق ارشاد کرد که اینست صورت دوزخیان ـ اصحاب بسماعت کلام متضاد در وحدت حالات ظاهری وی و آنان متحیر شدند ـ آنوقت آنجناب تصریح کرد که وی از سر حال این حرکت کرد ماجورشد و آنان از روی ارادت و طمع و حرص این شعار ورزیدند، لا حرم محجوب شدند ـ روایتی دیگر آنکه عبدالعزیز مکی شوق مجاهدات نفس غالب داشت ـ روزی بحضور خیرالبشر استدعا کرد که مرا تفریدی و تجریدی مرحمت فرما و برای مجاهده در جبالی یا صحرای رخصت نما که از شرور نفس وا رهم و بی تشاویش نفسانی زندگانی بسر برم ـ آنحضرت چند بار بدست حق پرست و انگشت شهادت جانب وی اشارة کرد و بر زبان حق ترجمان راند جرد جرد بفور این ارشاد تمام موی جسم وی از فرق تا پا خود بخود بر افتاد ـ وی بعد یافتن دعای خیر رو بوادی فراق نهاد و در کوهی انزوا گزید ـ در ایام خلافت حضرت علی مرتضی برآمد و با ولی وصی بیعت کرد ـ زان بعد در غاری دیگر اعتکاف کرد، در مائة ثالث از هجرت باز خود را عالم ظاهر ساخت و با حضرت سید جمال الدین یکی از عماید خلفای

حضرت طیفور شامی قطب حق بایزید بسطامی جندی صحبت داشت و از ایشان اجازت خاندان طیفوری برگرفت در بیابانی منزل ورزید ـ در مائة خامس ازان اختفا بیرون خرامید و با حضرت سید خضر رومی [ص ۱۲۵] در پی تعلیم ماند ـ آخر لباس نعمت خود بر قامت زیبای آن عالی تبار پوشانید و در منزلگاه چارمی آراسید ـ زبدة الواصلین شاه مجتبی قلندری در حجت العارفین فرماید ان الشیخ عبدالعزیز المکی قد عاش علی وجوده الارض ست مئات سنتا عام باختیاره ولهم اربعة قبور و قام من کل قبر اربعین سنتاً والقبر الرابع فی اجودهن و ما قام من هذه القبر و قبر احمد الشیخ فرید الحق والدین تحت قدمهم مقام القبر تحتهم ـ راقم زمانی که بمدد طالع رسا بعرس شریف حضرت گنج شکر نوبت حضوری یافت بزیارت جناب فیضمآب حضرت عبدالعزیز مکی نیز شرف و سعادت دریافت ـ از درگاه قطب العالم جانب صحرا جای با برکت و فیضان واقع چار دیواری مختصر و حوالیش بسی از صلحا و شهدا قیام دارند و خلایق آینده آسوده ـ

منزل نود و سوم در ذکر خانوادهٔ قلندری چشتی شرقی

دوم ازان قلندری چشتی شرقی منسوب بحضرت شاه شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی ـ وی از مستغرقان بحر توحید و قوی الاعمال و شاکر الاحوال سرشار جام تفرید بود ـ صاحب جذب و تصرف ظاهری و باطنی و مقبول حضرت حق و صاحب منصب قطب ابدالی ارباب سیر و تواریخ اهل عرفان در ذکر والد شریف ایشان تصوریده اند که حضرت شیخ فخر الدین عراقی صاحب لمعات و دیوان غزلیات مرید و داماد حضرت مخدوم بهاءالحق ذکریای ملتانی پدر عالی قدر آنحضرت است ـ با وصفیکه این معنی صحتی ندارد بل پدر

شاه شرف سالار فخر الدین عراقی بود نی شیخ فخر الدین عراقی و فرق صریح در هر دو حضرات از حسب و نسب و لقب و ادب و طرز سیاحت و طریق ریاضت که بردانشوران ذی شعور واضح و آشکار تواند گردید، برای آسانی توضیح مختصری از حال هر دو حضرات با برکت درین ضمن برنگارم - شیخ فخر الدین عراقی محمد ابراهیم نام دارد - از نواحی همدان و بصغر عمر بعد از حفظ قرآن مجید جمیع علوم ظاهری آموخت و به آواز فصیح بالای منبر تذکیر و تدریس می کرد - با پسری زیبا رو از جماعت قلندران نرد عاشقی باخت و در تعشق آن صاحب جمال از همدان عازم هندوستان گردید تا دار الامان ملتان رسید - ازانجا متجاوز نگردید و در ارادت مخدوم ملتانی افتاد - بعد چندی مخدوم وی را بحضور بابا کمال جندی فرستاد - [ص ۱۲٦] آنجا شمس الدین تبریزی هم بود که ذکر آن لختی در خانوادهٔ فردوسی منزل شصتم تحریر یافت - بعد واپس رسی شیخ عراقی از حضور بابای ممدوح مخدوم وی را در اربعین نشاند - غزلیات عالی مضمون در خلوت سرای انشا کردی و به آواز خوش خواندی - مردم آن غزلیات وی را یادکردند و با دف و نی در کوی و بازار می سرائیدند - هم سفرانش بطریق انکار این حکایات بسمع حضرت شیخ رسانیدند - روزی شیخ بدر حجرهٔ وی آمد و مخفی قیام کرد - بالحان جانسوز این غزل در ترنم داشت و خواهرزاده شیخ الشیوخ سهروردی بود، نظم:

نخستین باده کاندر جام کردند
ز چشم مست ساقی وام کردند

زلالی از لب لعلش چشاندند
خضر را آب حیوان نام کردند

بخود گفتند ارنی لن ترانی
بموسی نام عرض الهام کردند

چو خود کردند راز خویشتن فاش
عراقی را چرا بدنام کردند

نهان با محرمی گفتند رازی
جهانی را ازین اعلام کردند

حضرت شیخ در باز کرده گفت که کار نو انجام گرفت و بیرون آورد ـ بعد چندی دختر خود بوی منعقد گردانید ـ از وی کبیرالدین اسماعیل ولادت یافت ـ حضرت شیخ میخواست که بعد وفات دختر اول دختر ثانی بوی منسوب سازد شیخ صدرالدین عارف مانع آمد ـ مدت بیست و پنج سال (۲۵) در ملتان بخدمت حضرت شیخ بود هنگام رحلت خود حضرت شیخ خلعت خلافت بوی مرحمت کرد ـ هم عصران وی بسلطان شکایت رسانیدند که اکثر صحبت با جوانان صاحب جمال و خوبرویان کمال دارد، همچو شیخ کی لایق سجادهٔ مخدوم باشد ـ وی بسمع این خبر خود عزم زیارت حرمین شریفین کرد ـ بعد استحصال این دولت جانب روم شتافت و بصحبت حضرت شیخ ابو المعالی محمد صدر الدین اسحاق القونوی مصنف کتاب فصوص و فکوک و مفتاح الغیب و نفحات ربانی و تفسیر فاتح صاحب نعمت حضرت شیخ اکبر محی ملت و دین بن علی العربی در آمد، خصوص بحضور وی تحقیق کرد ـ همدران ایام لمعات محتوی بیست و هشت لمعات چنانکه فصوص بر بست هشت فص بنا گردیده نوشت مولانا خاوری شارح در تحریر این جمع لامع و سراج ساطع پیشگاه صدر قونوی [ص ۱۲۷] نسبت فخر عراقی گوید ، بیت :

چو در سنبل چرد أهوی تاتار
نسیمش نافی مشک آورد بار

یکی از امرای روم برای وی خانقاهی لب رودی بنا نها
آنجا می ماند ـ بر حسن نامی قوال پسری تعشق داشت تا وقتیکه حضر
مولانا جلال الدین رومی زنده بود فخر عراق در حضور ص
قونوی بود ـ بعد ازین در مصر آمد ـ سلطان مصر مرید وی شد ـ از
سبب لقب دیگر وی شیخ الشیوخ مصری است ـ روزی در بازار
گذشت ، پسری دید حسین و جمیل در غایت لطافت و نزا
از کفش گری ـ بر وی فریفت و تعشق پذیرفت ـ زان پس قصد د
شام کرد ـ حسب الامر شاه مصر امیر شام با عماید دمشق در استق
آمد فرزندش جمال با کمال داشت بر وی التفات ساخت ـ پسر و
در قدم شیخ فتادند و ارادت آوردند ـ تا مدت حیات همانجا ب
برد ـ سفری و عزمی بطرفی نکرد ـ شیخ کبیر الدین اسماعیل فرزند
هم از ملتان آنجا بحضور پدر رفت و دست طریقت پذیرفت ـ حضر
شیخ در سال شش صد و هشتاد و هشت بعمر هشتاد و دو س
فرزند و اصحاب خود را بوصایای لایق سرفراز گردانید و بد
بقا بخرامید ـ در وقت نزع این رباعی می خواند ، رباعی :

در سابق چون قرار عالم دادند
مانا که بر مراد او آدم دادند
زان قاعده و قرار کان روز افتاد
نی بیش بکس وعده و نی کم دادند

قبر وی صالحای دمشق قفای مرقد با نور و صفای شی
محی الدین ابن العربی واقع و قبر کبیرالدین اسماعیل ملتانی فرزندش د

جنب وی، و همانجا قبر شیخ اوحد الدین کرمانی ـ این روایات در شرح خاوری، وهم در عنوان ترجیعات عراقی و مجاهدات قونوی و شرح فصوص و نفحات الانس و تذکرة الاتقیا تفصیلاً تصریح پذیرفت ـ و مولانا محمد حامد جمالی کنبوه دهلوی مشاهده خود بسیر و سیاحت اطراف شام در سیرالعارفین بعد ذکر شیخ عراقی بذیل خلفای مخدوم ملتانی فرماید که قبر فخر الدین عراقی و قبر محی الدین عربی قریب قریب واقع و عزیزان آن نواحی بدین عبارت اشارت نمایندکه هذه بحر العجم و هذه بحر العرب ـ سالار فخر الدین عراقی از نواحی کرمان و از اولاد صاحب علوم و اجتهاد حضرت امام اعظم کوفی بود که نسب شریفش بسلطان عادل نوشیروان کیانی می پیوندد ـ ارادت و عقیدت وی بحضرت [ص ۱۲۸] سید عارف ربانی شاه محمد کرمانی یکی از بزرگان شاه نعمت الله جل شانه ولی کرمانی بود ـ در وقتی یکی از اجداد ایشان را نوبت مجادلت باکفار تاتار افتادکه دران نسیم فتح و فیروزی بر قبایل ایشان وزید ازانوقت لقب سالاری بر خاندان ایشان قرار یافت ـ سالار عراقی بعد تحصیل علوم ضروری از غایت اخلاص روی نیاز بدایرۀ اطاعت شاه کرمانی در آورد ـ بعد چهارده سال که ریاضات شاق کشید در منازل مقصود رسید ـ بی بی حافظ جمال والدۀ ماجده حضرت شاه شرف خواهر حضرت شاه کرمانی بود که بعقد نکاح سالار فخرالدین در آمد ـ و از وی شیخ نظام الدین عراقی و حضرت شاه شرف پانی پتی بوجود آمدند ـ نظام الدین عراقی را شاه کرمانی در فرزندی خود قبول کرده بود ـ شاید بدین خیال بعضی ازان کسانی که خود را در اولاد شیخ نظام عراقی شمارند دعوی سیادت دارند ـ الغرض شیخ نظام عراقی عزم مسافرت کردند ـ

اول بدیار سند آمدند ـ زان بعد در هند تشریف آوردند و بخدمت مشرق داروغگان مامور داغ اسپان رسالجات شاهی مقرر شدند ـ چون چندین سال بوطن مالوف منصرف نشدند والد بزرگوار ایشان و مادر مهربان در فراق ایشان وارد هند شدند و در پانی پت توطن اختیار کردند. ولادت با خیر و سعادت حضرت شاه شرف در پانی پت اتفاق افتاد ـ رحلت والدین نیز آنجا رو داد ـ اندرون گنبدی مختصر جانب شمال برون شهر آرامگاه دارند ـ حضرت شاه شرف در سال شش صد و دو هجری نبوی شرف ولادت یافت ـ که "زهی شرف" ماده تاریخ آن در اکثر رسایل و تواریخ مرقوم و بر لسان مردم معروف ـ زمان سلطنت سلاطین غزنوی غوری بود که ابوالمظفر شهاب‌الدین عرف معزالدین محمد سام در همان ایام اثنای راه غزنین در منزل دمیک شهید شد و قطب الدین ایبک بر تخت جلوس کرده ـ و ازین رو که حضرت شیخ فخرالدین عراقی در سال ششصد ، هشتاد و هشت بعمر هشتاد و دو سال ازین عالم فانی انتقال کرد ـ چنانکه در جمیع کتب معتبر مذکوره مصرع از روی حساب ضروریست که در سال ششصد و شش فخر ولادت یافت ، پس سال ولادت وی چهار سال بعد از ولادت شاه شرف باشد ـ و عراق ولایتی بود چون عرب و هند و فارس و سند نی مصری و شهری ـ چندین امصار و شهور مشهور و غیر آن داخل ولایت عراقست و دو سرزمین لب آب [ص ۱۲۹] معروف بعراق است ، یکی از عرب که آن را عراق عرب خوانند یکی از عجم که آن را عراق عجم خوانند ـ الحاق یای تحتانی مفید معانی بستی در اواخر اسمای ولایت دلالت می نماید بر هر فردی از افراد مردم آن ولایت و هر گروهی همچنان بر تمام سکان بلاد و قریات آن جمیع اهل عرب را

خواه مکی باشد خواه مدنی خواه جدی خواه مسقطی در هند عربی خواهند گفت و جمیع اهل هند را خواه از دهلی باشد خواه آگره خواه لاهور خواه ملتان در عرب هندی گویند ـ شیخ فخر عراق از نواحی همدان بود ، که وسط عراق عجم قریب قزوین و دامغن واقع ـ و سالار فخر عراق نواحی کرمان کـه بر کنار جنوبی عراق عجم باشد ـ حـالات سـالار عـراق در اذکار قلندری نعمتی و ملفوظات صوفی رشید گنجوری، و تاریخ قباچی اندراج یافت. حضرت شاه شرف را روز بروز شرف و سعادت افزود و تحصیل علوم ظاهری از مولانا سراج الدین مکی و مولانا نجم الدین دمشقی و مولانا سید معین الدین عمرانی و مولانا رکن‌الدین سامانی وغیرهم عماید فضلای ولایت که از حوداث چنگیز خانی درین دیار هند تشریف آورده بودند و هر یک بمناصب و خدمات لایق و جاگیر و معاش فراخور حال شرف امتیاز داشت و اعلام درس و تدریس و فیض رسانی می افراخت کرده مدت چهل سال زیر منارهٔ شمسی مدرس بام بهشت قصر مسجد قوت الاسلام ماند و مدت پنج سال در جبال قریب دریای جمن دهلی مجاهده پیش گرفت و در اوقات ضروری اشتغال تعلیم و تذکیر دینی هم شعار بود ـ غیاث‌الدین بلبن آنجا مدرسای و مسجدی و منزلگاهی قرار داده بود که آغاز شکار افگنی گاهی ازانجا کردی ، وزان بعد بمرزغن در آمدی و یورش کنان تا محمد پور رفتی و مسافت پنجاه کروهی طی کردی، آنگاه طعام نهاری خوردی۔ محمد پور ده کروهی ریواڑی جانب جبال بود ـ چون امیر تیمور صاحب قرانی بر جهان نمای فیروزی بعزم تسخیر دهلی مورچال بست و از جانب اقبال خان

وغیره قابضان فیروز آباد مدافعت پذیرفت ، لا جرم آن را بگذاشت و لب جمن شمالی دهلی تاخت ـ فرود گه خیام شاه تیمور بگرد قیام گه وزیر با تدبیر وزیر آباد نام نهاد ، آبادانی وافر صورت گرفت ـ در عهد ایالت عالیات خضر خان تفریق رقبات زراعت و جمع آن آبادانی مقرر گشت ـ چند بار از جوش و خروش دریا نقل و حرکت از طرفی بطرفی واقع گردید بهر حال [س ۱۳۰] هنوز وزیر آباد بجای آباد ـ آثار بعض از عمارات قدیم بر فراز جبال قایم و یک منارهٔ خشتی قریب آن که بانی آن تحقیق نشده و آبادی شاهجهانی طولاً بشمال و جنوب در اوسط این مناره و منارهٔ سنبادج فیروزی واقع ـ و اکثر اولیای طریقت درانجا خوابگاه دارند، مانند شاه مجذوب مرشد سرمست یزدانی شاه سرمد یهود کاشانی و سید شاه عالم قادری که از ایشان فیض باطنی بسید امیر جهان دهلوی رسیده و خلایق کثیر از برکات قدوم این حضرات در حوالی آن جاگزین ـ زبانی بعض پیر سالان دهلی نقلاً بروایت اسلاف دریافت میگردد که طرف شمال مناره عمارت غیاثی بود که آنجا شاه شرف اعتکاف فرمود از بعض عارفان طریق استماع دارم که شاه شرف را منزلت قطب ابدالی .از مجاهدات این اعتکاف مرحمت گردید ـ شاه مجذوب فیضرسان سرمدی هم این منزلت داشت الا بعد از قتل شاه سرمد و ازان هنگام صاحب این منصب عظیم القدر مشرف بر قلب حضرت اسرافیل متصرف ولایت قمری حضرات مجاذیب اند ، نوبت بنوبت چون جذب عنایت پروردگار حضرات وی را بخود کشید از دنیا و کار دنیا کلی انقطاع ورزید ـ کتب درسی که درکار داشت جمیع آن را در دریای جمن انداخت و سیاحت اطراف شعار ساخت ـ

ی از اکابر عرب و عجم و هر یک اقلیم را دریافت۔ بعد چندین سال
ردت کرده در پانی پت منزل گزید ۔ عجایب خوارق عادات و
رامات بر دست حق پرست وی ظاهر گردید۔ مقبس انوار ولایت از
ح پر فتوح حضرت علی مرتضی قوة بازوی مصطفی بود ۔ توسل
هری از حضرت شیخ شهاب الدین عاشقان عاشق مرید حضرت
خ امام الدین ابدال مرید حضرت شیخ بدر الدین غزنوی یکی از
لم خلفای حضرت قطب الاقطاب فرد الاحباب قطب الحق بختیار کاکی
ی چشتی حاصل دارد، نیز از حضرت قطب الاقطاب فیض باطنی
هی میسر در ایام فروغ خود منزلت قطب ابدال داشت ۔ چندین
ام و شراب خواهش نکرد۔ خصوص در آخر عمر چنان استغراق
سکر غالب بود که خدام بعد چند چند روز طعامی و شرابی
ضور وی می بردند و ندا می‌کردند که خدا نمی خورد نمی نوشد۔
ی که در گوش حق نیوش وی ندای مردم می رسید می گفت
ما بندگانیم میخوریم و می نوشیم [ص ۱۳۱] و قدری طعام
آب میخورد ۔ بعد وی حضرت مخدوم شیخ عبدالحق
دلوی صاحب ولایت قمری و ذی منصب قطب ابدالی گردید۔ انواع
رفات از مرقد منورش که هم در پانی پت و هم در کرنال
ع جاری و بر هر زمینی که در عالم سیر و طیر چندی قیام پذیر
ه اند چون بوڈه کهیڑه و باگوتی و جبال شمالی و پیشاور و کابل
شیراز و لب بحر فارس و بدخشان و ملتان و بحر عرب و غیر
که شمارش قریب یک صد و پنجاه مواقع خواهد بود و آنجا
ات کشیده اند از برکات قدوم حضرت ایشان آن سر زمین پر
ی و درخشان ۔ تکمیل مجاذیب نوبت آخرین بعد فیض یابی از
رت شیخ علاء الدین مجذوب اکبر آبادی و حضرت شاه سرمد

کاشانی شاهجهان آبادی بر آستان فیض رسان وی می شود - حضرت ترک صاحب ولایت پانی پت در وقت وی بود الا قبل از شاه شرف وفات فرمود۔ حضرت مخدوم شیخ سلطان شمس الدین ترک پنی پتی جلال الحق والدین گاذرونی صاحب نعمت حضرت شاه ولایت مقبول و فیضیاب برکات خاص حضرت شاه شرف است - چون فیض ازلی و نعمت اصلی حضرت شاه از حضرت خاتم ولایت نبوی محتوی بطریق اویسی باشد اهل ارشاد اکثر خواه سالکان خواه مجذوبان بطریق ممدوح از وی فیضیاب شدند و می شوند - هم از اهل انسلاک بسلاسل دیگر و هم غیر منسلک در خاندانی از عابدین و زاهدین درویشی مشرب و صوفی مذهب الابراری بجاذیب التزام و تخصیص باشد۔ چندی برای مجاورت مزار فایض الانوارش تا لیاقت تفویض منصب و ادای خدمت بهم رسانند لقب دیگر بخشی الاولیای عصر - شاه شرف زیاده از یک صد و بیست سال زندگانی کرد - سلاطین هند اکثر از وی استمداد کرده اند - علای خلجی چند بار حضرت امیر خسرو را بوسایل حضرت محبوب الهی فرستاد۔ غیاث قتلغی زمانی این رباعی همدست معتمدی بحضور وی ارسال کرد ، رباعی :

گه راست کند صورت مردی و زنی
گاه بشکند آن طلسم جانی و تنی
کس نیست که استاد قضا را پرسد
کش بهر چه سازی و دگر می شکنی

حضرت شاه شرف بفور جوابش نوشت ، رباعی :

شرطست که در امر خدا دم نزنی
این نوع که هستی تو بمردی نزنی

گل را چه مجالست که پرسد ز دلال
کز بهر چه سازی و چرا می شکنی

[ص ۱۳۲] قاضی ضیاءالدین سنامی که از اکابر وقت و محتسب زمان بود حامی شریعت، مهدی شوارب حضرت، شاه شرف بدست خود اصلاح کرده، بعد آن شاه دوام آن را بوسیدی که در راه شرح احمدی درست شده - قاضی چندین پسران لایق داشت نام یکی زین‌العابدین پسرش قاضی محمد معین‌الدین ایرجی از عنایت انظار گوهر بار حضرت شاه شرف حسب نصیب باطنی وی خدمت ولایت سلطانپور ایرج گردید - هنوز در عالم برزخ متصرف آن ولایت و اولادش دران نواحی اکثر از مشاهیر روزگار شدند - شیخ احمد یحیی منیری مرید شاه شرف الدین ستار گارنوی از متوسلان و معتقدان حضرت شاه بود - بدعای شاه ولادت شاه شرف یحییٰ منیری رو نمود که مشایخ مشاهیر هند در خاندان فردوسی شد - شیخ شرف الدین امروهی صاحب ولایت امروهه نیز هم عصر شاه بود - دیوان غزلیات آبدار و مکتوبات لطیف دارد و بعض رسایل بحضرت شاه شرف منسوب و حالات و حکایات تفصیلی در سیر مشایخ و تواریخ مذکور و اکثر دوهڑه هندی بر لسان مردم ازان جناب منقول - مبارز خان از امیر زادگان عالی خاندان بود، شاه شرف را بوی الفتی و محبتی در غایت تعشق و تعلق طبع - وفاتش قبل از شاه، قبر آن والا نژاد حسب وصیت حضرت شاه بالین حضرت واقع شده - بنای مقبره بایمای شاه از شادی خان و خضر خان فرزندان علاءالدین خلجی گردیده - در ایام حیات بهر دو ارشاد کرده که برای ما قبه‌ای بسازند - بدلیل اشارت وصایا و ظهور ایما در تعمیر مقبره دفن - اصلی جسد مبارکش در پانی پت زیاده معتمد هر چند وفات شریفش در بوڈه کهیڑه شد و قبر در کرنال هم -

منزل نود و چهارم در ذکر خانوادهٔ قلندری نعمتی کرمانی

سوم ازان قلندری نعمتی کرمانی منسوب بحضرت مجمع فضایل لاتناهی سید شاه نعمت الله سبحانه کرمانشاهی ـ بعض خلفای بزرگان وی در هند آرامگاه دارند، چون سالار فخر الدین عراقی و صوفی محمد خازنی و شاه فرخ مرادی و شیخ طوسی و بروایتی این حضرات سوای طوسی و بشمول قطب جمال فریدی قرابت قربت بحضرت وی دارند ـ وی از اولیای کبار و اجلهٔ مشایخ نامدار بود ـ تصرفی قوی داشت ـ اکثر کاملان در صحبت با برکت وی تعلیم پذیر شدند ـ چون اکثر مردم گمان قوی دارند که زیارتگاه وی در حصار اندرون شهر هانسی واقع و در بعض رسایل و تاریخ آنچنان در نظر در آمد و این معنی صحتی ندارد ، [ص ۱۳۳] ضرور افتاد که مختصری از حال سید ابوالفتح حضرت شاه نعمت الله عربی شهید هانسوی برنگارد ـ

حضرت وی از قدمای شهدای اسلام هند بود ـ سید سلطان احمد یمنی از شرفای عرب و فرمان روای ولایتی خواهر زاد حقیقی سید ابوالفتح ممدوح‌حست زهد و تقوی و اتباع اوامر و نواهی شرعی در خمیر و عرفان حضرت حق در ضمیر داشت و لوای اقتدای سرلشکری افواج مملکت می افراشت ـ شبی جناب حضرت خیرالبشر را در خواب دید که وی را بغزوهٔ هند بشرح و بسط و داد رسی عصاری ایماء می سازد ـ تصریح بشارت اینکه در نواحی هانسی عصاری دختر زهره جبین بس حسین و جمیل دارد ـ قابض حصار هانسی یکی از نبائر پرتهی راج تنور وی را بجبر و تعدی میخواهد ـ روزی و تاریخی تعین کرده و مهلتی برای چند ماه داده ـ پیش از انقضای

وقت مذکور فتح آن حصار و فسخ آن قرار باید ساخت و بقلع و قمع آن ظالم کج رفتار باید پرداخت ـ صبحگاه بخواهرزاده ظاهر نمود وی صداقت آن فرمود که ای خال حمیده خصال ما را نیز شب باطاعت تو فرمان داده اند ـ الغرض هر دو جهاندار با پنجاه هزار سوار جرار عازم گردیدند ـ کار مملکت و دیار بر فرزندان صغیر و عماید دیانت شعار تفویض و ایثار گردانیدند ـ هرگاه در نواحی غور آمدند سلطان معزالدین محمد بن بهاءالدین سام معروف بشهاب الدین غوری از صدمات زخمات محاربات و غزوات هند و سند صحت یاب و باز آمادهٔ حرب و پیکار با یکصد و بیست هزار سوار نامدار بود، الا در انصرام لوازم محاربت سعی میکرد ـ ایشان بوادید توقفش از وی پیش قدمی نمودند ـ بسال پانصد و هشتاد و هفت هجری درین نواحی نزول اجلال کردند ـ قابض اطراف با جمعی فراوان از پیادگان و سواران و فیلان در مدافعت روان شد ـ چار بار محاربت و قتال رو داد ـ هر بار هزیمت و هراس بر لشکر هند افتاد ـ نصرت اسلامیان از غیب ظاهر شد ـ نوبت پنجم غازیان عرب پای حصار در آمدند ـ حصاری دیدند بلند و رفیع خندق عمیق و آبی روان غریق، حوالی حصار یک یک کروه خار آبدار آهنی مفروش ـ بوا نمایی این حال با وصف فتوح متواتره خطر عظیم بر عساکر عربی پدیدار گشت، مگر چون بشارت غیبی و اشارت لاریبی قرین ظفر و سعادت و ضمان فتح و نصرت بود، شاه والا جاه و سلطان عالیشان هم صلاح گردیدند و همگنان [ص ۱۳۳] پیاده پا شده خار آهنی را باوجود تیر بارانی و توپ افشانی حصاریان بر چیدند و لب خندق رسیدند و آن را بخاک و خاشاک برابر کردند ـ دیوار حصار که رفعتی بی اندازه داشت بفور این معنی که پرچم

اقبال دست عدو مال شاه ابوالفتح آنجا رسید برای تعظیم غازیان نصرت قرین در خمید لشکر اسلام بی تکلف بالای حصار درآمد ـ چهار پاس کامل قتال و جدال ماند ، روز مقرری فتح نصیب گردید ـ قابض حصار بجمعیت فراوان بقتل رسید و عصار (کنجد گر) بیچاره از بلای وی عافیت یافت ـ سید ابوالفتح بفتح حصار شربت شهادت چشید ـ اندرون حصار اب دیوار شمالی مزار و مشهد پرانوار حضرت ایشانست ـ وقت زیارة عجب ذوق و برکتی آنجا مشاهده می افتد که در تحریر نگنجد ـ قریب آن در وسعت حصار قبر سید کریم الله جل عظمته شهید برادر کهتر شان بر چبوترهٔ بلند واقع و بر برج شرقی قبر نشانچی و زیر دیوار حصار قدری دور بالین مشهد خال بزرگوار خوابگاه سید سلطان احمد ـ رخ قبر از جانب مقرری اندکی انحراف دارد، چند بار درست کردند همچنان میگردد ـ از پاس ادب شاه ابوالفتح که اندرون چار دیواری طرف پایان از وی آسوده اند و متصل قریب چار کروهی رسمی جانب شمال شاهراهی که بشهر حصار فیروزی میرود گنج شهدا واقع ، چندین چار دیوار محاط در بعضی یک قبر در بعضی زاید بقدر شمار در اکثر بلا حد و شمار از فراوان قوافل شهدای لشکر اسلام تابع هر دو نامدار، الا جمیع قبور بصورتی نشانی مدور بعضی پست بعضی مرتفع مناره نما ، تا دو ذرع آنجا هم قبری محرف مانند قبر خواهر زاد شاه ـ روز ثانی عید خاص و عام اینجا بزیارت روند و بر قبر سید نیز تقریب عرس اجتماع خلایق در سالی یک بار می شود ـ از شهدای این گروه تا بیست بیست کروه اطراف و جوانب آسوده اند ـ چنانکه سید جمال الدین اندرون شهر جیند زیر فصیل قریب درگاه سید شاه امیر رضوی صاحب ولایت آرامگاه دارند و فیض بخلایق می رسانند ـ همدران زمان

بعد چندی شهاب الدین غوری، در میدان نراین عرف تلاوری لب سرستی که بولادت شاهزاده محمد اعظم شاه عالمگیری از روی تعمیر فصیل و باغ و مساجد و تالاب و دیگر عمارت شاهی ملقب باعظم آباد گردید بر رای پتهورا چوهان ظفر یافت و مملکت هند مسخر ساخت در بعض عمارات ایشان شهید هانسوی سال پانصد و ثلاث و تسعین درج و در بعض نام معزالدین سام شخصی که برتفصیل حالات [ص ۱۳۵] این حضرات شهدای باصفای حق اطلاع خواهد ذخیره آرام شاهی جامع آن شاه کریم احمد بدخشی بود از منتسبان صوفی سعیدی ناگوری بر خواند و حضرت سید شاه نعمت الله سبحانه کرمانشاهی صاحب خاندان قلندری مقابل شاه ابوالفتح از متاخرین اهل عرفانست حالات ایشان در اکثر کتب سیر اولیای کرام مرقوم ـ مزار ایشان در کرمان شاهان نی در هندوستان، اکثر از اولاد ایشان در عهد چغتای بهند آمدند و صاحب فروغ شدند چون روح الله (جل شانه) خان بانی سرای چار کروهی دهلی شاهجهانی و خلیل الله (جل عظمة) خان بانی بست دری حوالی آستان فیض نشان حضرت محبوب حق سلطان اولیا و عمدة الملک امیر خان محمد شاهی و نجم الامرا ظفر خان احمد شاهی و از منتسبان خاندان وی سالار عراق در پانی پت شمال شهر و صوفی خازنی در کیتهل قریب شهر و شاه فرخ مراد گورنوی لب تالاب آبادی و شیخ طوسی در اندر پت محاذی خانقاه شیخ نورالدین ملک پار پران لاری مرید شیخ اعزالدین دانیال خلجی مرید شیخ علی خضری مرید شیخ ابو اسحاق محمد کاذرونی صاحب خاندان کاذرونیان و حضرت سید امیر مودود لاری مرید شیخ نظام الدین ابدال یکی از عماید خلفای حضرت شاه

نعمت الله جل عظمته ولی کرمانی بود که در آخر عهد سکندر و اوایل دولت ابراهیمی در هند آمد و بعد از سیاحت اطراف در پانی پت تشریف آورد و اقامت گذید ـ و شیخ عبدالرزاق جل شانه جهجانوی و شیخ فریدالدین کرنالی و شیخ موسی امروهی و شیخ عبدالملک انصاری معروف شاه امان پانی پتی در توحید و تفرید از وی اکتساب فضایل صوری و معنوی کرده اند ـ طرف مغرب پانی پت قریب عیدگاه در چار دیواری مختصر زیر اشجار قبر امیر واقع و همانجا شیخ امان و شیخ کرنالی و شیخ امروهی و چندین از عارفان و معتقدان دیگر وی آرامگاه دارند ـ اکنون رفع اشتباه دیگر هم از واجبات متخیل و آن این که بعض در جوامع خود رقم کرده اند که شاه نعمت الله جل شانه ولی کرمانی قریب دهلی آسوده و اصحاب تصحیح و حواشی تصریح فرموده اند که قبر مبارک حضرت ایشان در آبادانی صاحب قرانی در آمد بدین تقریب ذکر خیر شیخ عارف بالله جل عظمته شاه نعمت الله جل شانه دهلوی ضروریست ـ مخفی مباد که وی از سر لشکران قزل و سالاران قوافل غیاثی بود ـ هم عصر شاه ترک صاحب ولایت پانی پت هر دو قریب یکدیگر تجرید و ترک روزگار کرده اند ـ ترک صاحب ولایت بحضور مرشد حق پرست رفت و صاحب ولایت گشت [ص ۱۳۶] و شیخ عارف در محلی که حالا زیارتگاه وی است اقامت پذیرفت ـ مزار پر انوارش واقعی در آبادانی صاحب قران ثانی داخل چار دیواری شهر پناه دهلی حال گردید چنان آستان حضرت شمس العارفین شاه ترکمانی بیابانی و محجر سلطان رضی دخت صاحب تخت بادشاه عرفان پناه شمس‌الدین التمش مسجد

کاران خانجهان فیروزی و نشیمن جنت آشیانی و حصار اسلام شاه سوری، کامل‌الافراد شاه احمد فرهاد خراسانی فیض روحانی بعد چند صد سال از ایشان حاصل کردند در ایامی که سرهنگان فرخ سیر حسب الامر شاهی بشکایت بیجای سادات مقتدر خلافت بعد تاخت و تاراج خانمان نواب شمس الدولت خان صادق وی را برای قتل می بردند و بضرورت ادای نماز در مسجد خود رفت ، هرگاه بعد فراغ دست بدعا برداشت شاه ترک صاحب ولایت و شیخ عارف زیر منبر بر دست راست نواب ممدوح بچشم ظاهر رونما شدند و دعای نجات تعلیم و این معنی تفهیم کردند که بسرهنگان شاهی باید گفت که بشاه راه راست شما را جانب مقتل برند براه گرداب زیر ارک سلطانی نروند ـ خان والا قدر بکمال تقویت برخواست، نگینی از جواهر گران قیمت در دست داشت آن را مع خاتم تفویض آن گروه ساخت و بالتجا درخواست که بدان راه برید رسم بود که مجرم را جانب قتل گاه با ساز و باز می بردند خصوص برای امرا و عمايد زیاده اهتمام می کردند ـ نشیمن کوکی محاذی قتل گاه بر سر راه بود زمانی که وی این حال دریافت بفور سر و پا عریان نزد بادشاه شتافت ـ آخر بشفاعت وی فرخ سیر از خون ریزی ناحق خان صادق در گذشت و منزلت و منصب وی دوبالا گشت ـ راقم سطور بزیارات مقابر اکثر از حضرات مذکور این خانواده شرف یاب شده ـ

منزل نود و پنجم در ذکر خانوادهٔ قلندری و جمالی ساوجی

چهارم (۴) ازان قلندری جمالی و سماجی منسوب بحضرت سید

جمال الدین مجرد ساوجی ذکر خیر وی مولانا حمید قلندر چشتی نظامی یکی از مریدان حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دهلی در ملفوظات خیر المجالس بدین نهج می فرماید که روزی مخدوم از ما پرسید که ترا صوفی گویم یا قلندر خوانم قلندر چه سان بشمارم که مردی متعلمی عرض کردم که روزی حضرت سلطان‌المشایخ از سر مایده نیم قرصی ما را عنایت ساخت چون بیرون خرامیدم چندین قلندران بر دروازه بودند از ما چیزی درخواست کردند انکار کردم که چیزی حاضر ندارم پاسخ دادند [ص ۱۳۰] که نیم قرصی که از حضرت شیخ یافتی بماده ای بما درویشان بره صغیر بودم ـ بر کشف آن گروه متحیر ماندم لا جرم قرص بجنس تفویض کردم پاره پاره کرد ـ همگنان خوردند درین ضمن پدر عالی قدر از حضور شیخ آمد بدریافت حال تاسف کرد که چرا دادی نعمتی بود ـ همچنان باز هر دو بحضرت شیخ رفتیم ـ حضرت شیخ مخاطب بوالد ارشاد کرد که مولانا تاج‌الدین خاطر جمع دار پسرت قلندر خواهد شد ـ چون حضرت شیخ قلندر خواند مخدوم نیز قلندر گوید در کنار گرفت ـ درمحلی دیگر بذکر این شعر :

گاه صوفی گهی قلندر چیست
چون قلندر شدی قلندر باش

حضرت مخدوم گفت که ترا چه وقت که قلندر شوی و ما را چه وقت که تذکیر گویم اگر فرمان حضرت شیخ نافذ نمی گردید جفا و قفای خلایق باید کشید کجا ما و کجا شهر بودی کوهی و بیابانی و دشتی بر گزیدی و مکرر این شعر بر زبان آورد :

در عشق نجای خانداری است
مجنون شو و کوه گیر و بخروش

صورت شخصی که تو گزیدی وی ازان جنس بود که وی را ریش هم گران آمد بتراشید - در مجلسی دیگر حضرت مخدوم ارشاد کرد که روزی قلندری در خانقاه قطب‌العالم در آمد، شیخ در حجره بود بر سجاده خانقاه قیام کرد - بدرالدین اسحاق ادب وی نگاه داشت - چیزی نگفت و طعام پیش آورد خوردن گرفت و گیاه سبز بر آورده در کچکول خمیر می کرد که سجاده شیخ افشان شد - بدرالدین اسحاق پیش رفت و گفت بس قلندر بشورید و کچکول برداشت - حضرت گنجشکر از درون حجره خرامیده دست قلندر گرفت که بما بخش قلندر در جواب گفت که درویشان دست برندارند و هر گاه بردارند فرود نیارند - شیخ اشارت کرد که بر این دیوار بزن کچکول بر دیوار زد بفور از پا افتاد - حکایتی دگر در بیان آورد که چون مخدوم ملتانی از حضور شیخ الشیوخ باز گشت در منزلی فرود آمد - چندین قلندران نیز همسایگان بودند - چون شب در آمد مخدوم قلندری را دید که از فرق تا پا نورانی بود بر وی رفت و گفت تو اینجا چه کنی؟ گفت ای زکریا تاپنداری که در هر عامی خاصی هست و آن عام را بدان خاص بخشید بعد ختم این حکایت حضرت مخدوم چراغ دهلی برزبان گوهرفشان آورد - کسیکه سکای قلندری برپا کرد مفتی بود شیخ جمال ساوجی هر کس وی را کتب روان گفتی هرکرا فتوی دقیق و مشکل بودی بوی آوردی - بی رجوع [ص ۱۳۸] با کتابی جواب شافی نوشتی دران وقت بزرگی بود - نام وی نفرمود روزی چندین این پوشان در جمع وی در آمدند و باز گردیدند -

آن بزرگ گفت چه سگای آزاد دارند ـ شیخ جمال دران مجمع حاضر بود ـ بر زبانش رفت که مرد آنگاه باشم که سگای بهتر ازین پیدا سازم پروردگار داند که آن چه وقت بود که وی این سخن بر آورد ـ چون برخاست او را حالی پیدا شد که تجرید می کرد تا چنان شد که ریش همه بتراشید و پلاسی در پوشید و در گوری در آمده رو بطرف بیت الرب متحیر چشم بالا نشست آن بزرگ را خبر بردند که مولانا جمال الدین ساوجی را چنان حالت رو داد ـ وی باجمع خود آمد ارزیز گداخت و در حلق وی انداخت گویا که آن ارزیز آبی بود یخ که بی تکلف فرو رفت ـ عقلای دیگر در پی بحث در آمدند وقتیکه ازان حالت قدری در هوش آمد بوی مخاطب شدند که خلاف شرع کردی و ریش چرا تراشیدی ـ سر در پلاسی کرده بر آورد ریشی سفید تا ناف دیدند ـ لاجرم خلایق بر گردید وی قلندر ماند و در کتاب سیرالعارفین حضرت مولانا جمالی دهلوی می آرند که قلندری که وقت شب در مشاهده مخدوم زکریای ملتانی در آمد جامع بود بعلوم ظاهری و باطنی عبدالقدوس نام داشت از دیار موصل بمصر رسیده آستان حضرت سید جمال الدین مجرد ساوجی کسوت قلندری پوشید ـ احمد بابای جوالق پوش مغربی از شهر اندلوس مفردی بود از مفردان سید مجرد عبدالقدوس ـ بوی ارادت صادق داشت مخدوم بقوت باطنی وی را بخود کشید و ازان جماعت ظاهر دار بر آورد هم مولانای ممدوح فرماید که احقر در مصر و نواحی آن رسیده زبانی معتمدین استماع یافت که سید جمال الدین در مصر بود بصورت و معنی جمال باکمال داشت مصریان یوسف ثانی لقب کرده بودند ـ زنی از قبایل عماید مصر مفتون جمال وی گردید و اغلب اوقات تشویش ده احوال وی میشد ازین رو سید از مصر بر آمد

مر زمین وی مناب رفت از مصر هفت روزه راه دارد زن مذکور
عقب سید پارسا در آنجا رفت بدریافت این حال حضرت سید جمال ـ
ور پروردگار دست بدعا برداشت که جمال ما تغیر پذیرد
وقت ریش و بروت وی بریخت آن گه آن زن را طلب کرد
بوادید این حال از وی رو گردانید ـ بعد چندی که حضرت سید
ت کرد همانجا مدفون گردید سر زمین وی ساب لطف [ص ۱۳۹]
برکاتست و چندین انبیای بنی اسرائیل آنرا پسندیده اندران
هر درویشی که جانشین سید گردید ابرو را با ریش و بروت
ید راقم حروف گوید که زمان این حالات حضرت سید جمال
ن مجرد ساوجی سفتی مصری در هیچ کتابی در نظر احقر نرسیده
، سال تصریحی در مایت ثالث هجری بابت ظهور از انزوای
در ذکر حضرت شیخ عبدالعزیز مکی از کلام کسی ثابت می
د و الا در حالات ایشان صاف مندرج که باشیخ جمال الدین یکی
مايد خلفای طیفور شامی هم صحبت شد و اجازت خاندان طیفوری
رفت و در بعضی رسایل خاندان قلندری خضری لفظ سید هم
پاک یشان دیدم در صورت ملاقی گردیدن باشیخ عبدالعزیز
ح عجب نمی نماید که چنان که اجازت خانواده طیفوری از
ت سید بحضرت شیخ واصل گردید ـ نعمت جوهر قلندری
عزیزی بسید جمال رسیده باشد شاید در ملفوظات قلندری جونپوری
ی ازین خیالات یافت شود ـ حضرت مولانا شاه محمد افضل قلندری
ی هم ارشاد می کردند که جز تذکره ملاقات و اجازت خانواده
ری شرحی در حالات دیگر ندیده ام ـ

، نود و ششم در خانواده قلندری سهروردی مرتضوی

پنجم ازان قلندری سهروردی مرتضوی منسوب بحضرت شاه

مرتضی منسوب بحضرت شاه مرتضی انند سوتی وی از درویشان کامل و عارفان واصل بود ریاضات بعمل آورد - آخر بر دست شاه عبدالزراق صحرای معروف برزاق پاک که از اصحاب سکر و جذب قوی ارادت گرفت - وی مرید شاه الهداد زاهد وی مرید شاه پیران دهلوی وی مرید شاه یحیی عزلت گزین مرید شاه محمد عارف مرید شاه محمد اسحاق مرید شاه داؤد صاحب اجازت حضرت سید صدر الدین راجو قتال بخاری اوچی نام خانواده شاه مرتضی و انندی دختری بود زهره جمال و پری تمثال از عمایذ اقوام آن نواحی لب رودبار سوتی در دیار شرق هند که شاه و مرشد وی آنجا بود بخرق عادتی در حالت امتحان و ایذا رسانی قوم بر دست شاه اعتقاد و ایمان آورد -

منزل نود و هفتم در خانواده قلندری سهروردی رسولی

ششم ازان قلندری سهروردی رسولی منسوب بحضرت سید شاه عبدالرسول بهادر پوری وی در کوهستان نواحی الور می بود جذبی مفرد داشت و تصرف قوی اکثر خوارق عادات بردست وی ظاهر می شد فیض و نعمت از شاه [ص ۱۳۰] نعمت الله سبحانه مجذوب داشت وی از شاه داؤد مصری وی از شاه حبیب سخی وی از شاه محمد اسمعیل وی از شاه مرتضی نند سوتی ممدوح الصدر -

منزل نود و هشتم در خانواده قلندری حیدری ترکی

هفتم ازان قلندری حیدری ترکی منسوب بحضرت شیخ حیدر زاویای ترکستانی وی از اصحاب حال قوی بود آهن گرم از آتشدان آهنگران بر گرفتی و ازان دست کلای و سلاسل پای و طوق و زنجیر ساختی و مانند زیور پوشیدی و ضرری بوی نرسیدی خدمت

دیاری داشت ، چون مغلان چنگیزی عازم تسخیر ولایت هندوستان شدند اهل دیار خود را خبردار گردانید که مغلان در پناه درویشی می آیند ما در عالم رویا بوی کشتی گرفتم وی غالب آمد ما را بر زمین انداخت اوشان ضرور ظفر خواهند یافت شما بندوبست خود را سازبد و خود بغاری رفت و ناپدید گشت آخر بعد چندی همچنان واقع گردید ـ

منزل نود و نهم در خانواده قلندری شریفی ناولی

هشتم ازان قلندری، شریفی ناولی منسوب بحضرت شاه محمد شریف ناولی ، وی از اعظم آباد تراوری بود بعمر صیغر از حضرت شاه شرف فیض روحانی یافت پس شعور حسب ایمای بخدمت حضرت شیخ محمد ابراهیم رامپوری شتافت وی از خلفای باصفای حضرت شاه ابو سعید گنگوهی صاحب اجازت حضرت شیخ نظام بلخی نعمت یاب و بقدوم شیخ جلال الدین تهانیسری مشرف خلافت حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوهی بود که ذکر سلاسل وی در خانواده مجددی ترقیم پذیرفت ـ شیخ رامپوری هم باشارت شاه شرف از خانقاه خود برآمده نصف راه برای استقبال خرامید در جای که قران السعدین اتفاق افتاد زیر درختی شرف بیعت رو داد ـ شیخ گفت که ماحصل تمام عمر ما نصیب این جوان کردند ، هم شکر پروردگار بجای آورد که چون وی صاحب نعمتی در بیعت ما در آمد شاه اوایل حال مرید نمی کرد حضرت شاه شرف بشارت داد که ما تکفل هدایت و رهنمای مریدان خاندان تومی کنم ـ کتابی در اذکار و اشغال و مراقبات و مجاهدات و از شاه محمد شریف ناولی یادگار وی از کاملان عصر خود بود عارفان وقت اکثر دقایق آزادی استر شاد می کردند ـ قبر شاه مانند شاه شرف هم در عظیم آباد وهم در ناول وفات در اعظم آباد و ساز عاقبت در ایام حیات در ناول برپا کرده بودند [ص۱۴۱]

منزل صدم در خانوادهٔ قادری رزاقی بانسوی

نهم ازان قادری رزاق بانسوی منسوب بحضرت شاه عبدالرزاق بانسوی در اوایل حال بعد تحصیل و کسب علوم و فنون خود را در لباس ظاهری مخفی میداشت و در سرکار شاهی روزگار فوجی می ساخت - روزی در دهلی صاحب دولتی از اعیان خلافت در اثنای تعلیم از عالمی در بحث مسایل خرق و التام غلوی تمام میکرد - بطرز انکار شاه دران جمع حاضر بود ، برخاست و انکار وی و رفیقانش بخرق عادتی باطل ساخت - چند بار پارچارت خشن و باریک در کمر شاه در آوردند و شاه ازان جدا شد و پارچات همچنان در دست دارنده منکرین اعتقاد راسخ آوردند - چون بوقوع این کرامت شهرت شده مانند پادشاه در شهر و دیار انتشار یافت لاجرم ترک روزگار کرده حسب بشارت نبوی برای حصول دست بیعت عازم خدمت حضرت شاه عبدالصمد خدا نمای گجراتی گردید - ازان طرف شاه خدا نما باشارت نبوی استقبال کرد اثنای راه باهم هر دو حضرات ملاقات دست داد ، همانجا بعد بیعت قبای خلافت پوشانید و کامیاب مقاصد منصرف گردانید - زان بعد مرجع اهل کمال و پیشوای خاص و عام دیار خود گردید - بسی کاملان طریقت چون مولانا محمد نظام الدین لکهنوی و شاه محمد اسماعیل بلگرامی در ارادت وی در آمدند - شاه را مریدی بود صاحب حال شاه محمد اسحاق شاهجهان پوری ، بعض ارکان شریعت در حالت سکر از وی رعایت نمی یافت - مردم ظاهری در پی انکار در آمدند - روزی در مسجد جامع وی را حسب الطلب حاکم وقت حاضر کردند و ایذا رسانی وی بحجت شریعت اراده نمودند -

بعد قبول احکام شرع محمدی گفت که ما را چون منصور تصور نسازند ، اگر یک تار موی، از جسم ما قطع پذیرد همان قدر از جمیع خلایق شهر و دیار انقطاع خواهد یافت - هر کرا خیال فاسد باشد امتحان نماید - کسی را یارای دم زنی نماند و نیز استماع صحیح دارم که شاه محمد اسحاق را مریدی بود عالم و فاضل از اعیان شهر بسی معتقد و متمنی راه حق و محبت درویشان و از قبایل و عشایر خود که عماید روزگار و اکثر از شاگردان وی بودند قطع تعلق دنیاوی کرده پیوند بحضرت شاه کرده بود- روزی در شارع عام با پالکی شان دوان می رفت و نعلین پای شاه در بغل داشت ، ناگاه سواری امیری ازان جماعت از محاذی پذیدار گشت ، وی حجابی خورد یا در پرده شد یا نعلین مخفی کرد یا برومال بپیچید [ص ۱۴۲] بهر حال چون شاه بدولت سرای فرود آمد خواه بنور باطنی یا بحسب شکایت کسی بر این حال آگاهی یافت - ازین که تکمیل وی مد نظر داشت بفور فرمود که برو روی خود سیاه ساز و ریش بتراش و بر خر سوار شده برای ملاقات همان امیر که از وی حجاب کردی عازم شو وی بصدق عقیده همچنان بعمل آورد - حجاب توحید از صفحات ضمیرش کلی زوال گرفت و یکی از واصلان حق گشت- مزار پاکش در بانسابدیار آود واقع و حاجت روای خلایق - مرشدی وی خدای‌نمای گجراتی از اجلای کاملان عصر در طریق قادری بود - پادشاهی از چغتای با جمع فراوان از صالحان علما بر سر بحث علوم شریعت وطریقت نزد شاه رفت جناب احدیت روح حضرت امام اعظم کوفی و روح حضرت محی‌الدین ابن العربی مددگار شاه گردانید که هر یک استفسار شاه و علمای ظاهر و عرفای باطن را جواب شافی‌گفت - شاه روی ارادت آورد پادشاه

ممدوح که اتباع اوامرو نواهی شریعت بحد قوی داشت د
حضرات صالحان اگر اندکی انحراف در اقوال و افعال می دید
مرکز شرعی حجت برپا کردی با سید محمد کلام نما و سید یوسف
چراغ نما هم در قصبات کامان نواحی آگره و فرید آباد نواحی دهل
بر لفظ نما اعتراضات فراوان کرده و سرخیل سادات زما
حضرت سید حسن رسول نمای اویسی بعد این حضرات در وق
سلاطین دیگر صاحب فروغ بودند -

منزل صد و یکم در خانواده شاه میری لاهوری

دهم ازان قادری شاه میری لاهوری منسوب بحضرت شیخ
معروف بشاه میر لاهوری فاروقی شیوستانی ، مرشد ایشان شاه خضر ابدا
بیابانی بود نیز علاوه از تسلسل ظاهری بطریق اویسی از حضر
غوث الاعظم فیض و نعمت داشت - حضرت شاه میر بعد استکما
مدارج قریب شصت سال در لاهور برهنمائی خلایق مصروف ماند
در ترک و تجرید و کمالات صوری و معنوی بی عدیل زمان
قطب وقت خود بود - سلاطین کبار التجا بدرگاه وی می آوردند
کامیاب مقاصد می گردیدند نقدی و فتوحی قبول نمیکرد - جمع فراوا
از اهل کمالات در صحبت وی فیضیاب و از مشاهیر روزگار شدن
و بعض ازان شاه خضر شیخ حضرت شامیر را که لقب وی ابدا
بیابانی بود هم ملازمت کرده اند - وفات شاه میر لاهوری در هز
و چهل و پنج بعمر هشتاد و هشت سال - ملا شاه بهاری محبوب تری
و بزرگ ترین خلفای وی است [ص ۱۴۳] علمی وافر و ذوق ر
داشت صاحب تصانیف بسیار در حقایق و معارف مثنوی آبدار بطر
عجیب در حکایات انبیا و اولیای کبار دارد - پایان مرقد پیر برو

گنبد آسوده - دیگری ملا شاه خواجگی برابر ملا شاه بهاری آرمیده، دیگر عارف ربانی ملا شاه بدخشانی که از کاملان عصر و صاحب کشف و کرامت و مستغرق بحر توحید و قدوه ارباب حال بود اوایل زیاده از مدت یک سال در خانقاه شاه شب و روز محنت بی غایت کرد با وصف بی التفاتی شاه باقتضای صدق ارادت در انتظار بود روزی شاه بنظر عنایت گفت که بدخشانی در آفتاب امتحان سوختی و حجر اسود خود را لعل بدخشان در ساختی حالا برو براوی لباس خود را بشو تا باتو صحبت دارم - ملا شاد شاد بر لب آب روان روان گردید دید که شخصی در راوی (نام دریای پنجاب) ایستاده می‌گوید که لباس خود بماده تابشویم - ملا بوی التفاتی نساخت و بکار خود پرداخت چون بشاه رسید متبسم گردید که ملا حضرت خضر لباس تو طلب میداشت چراندادی و از همانوقت در پی تهذیب ملا شد و در چند روز صاحب منزلت گردانید - بعد شاه ملا در کشمیر تحت دامن کوه سلمیان که آنرا تخت سلیمان گویند خانقاهی و مسجدی و حوضی و باغی طرح کرد درین محل خود فرماید:

کوه ما زان بکمر لعل بدخشان دارد
این چنین بخت کجا تخت سلیمان دارد

علمای دارالخلافت در عهد حضرت شاهجهان محضر کردند که وی انکار وسایل نبوت می نماید و استغنای خود از جناب رسالت در کلام خود آرد بادشاه هنگام رسیدن کشمیر از ملا حصول ملاقات کرده شعری که دران محضر بوی منسوب کرده بودند بر خواند و پرسید که این شعر از جنابست ملا شاه گفت که در مذهب ما تفریق خدا و رسول شرک باشد قابل این شعر در خدا و رسول فرق نهاده و نیز خود را شخص ثالث قرار داده بادشاه

ممدوح که اتباع اوامر و نواهی شریعت بحد قوی داشت در
حضرات صالحان اگر اندکی انحراف در اقوال و افعال می دید ا
مرکز شرعی حجت برپا کردی با سید محمد کلام نما و سید یوسف
چراغ نما هم در قصبات کامان نواحی آگره و فرید آباد نواحی دهلی
بر لفظ نما اعتراضات فراوان کرده و سرخیل سادات زمان
حضرت سید حسن رسول نمای اویسی بعد این حضرات در وقت
سلاطین دیگر صاحب فروغ بودند ـ

منزل صد و یکم در خانواده شاه میری لاهوری

دهم ازان قادری شاه میری لاهوری منسوب بحضرت شیخ محمد
معروف بشاه میر لاهوری فاروق شیوستانی ، مرشد ایشان شاه خضر ابدال
بیابانی بود نیز علاوه از تسلسل ظاهری بطریق اویسی از حضرت
غوث الاعظم فیض و نعمت داشت ـ حضرت شاه میر بعد استکمال
مدارج قریب شصت سال در لاهور برهنمائی خلایق مصروف ماند
در ترک و تجرید و کمالات صوری و معنوی بی عدیل زمان
قطب وقت خود بود ـ سلاطین کبار التجا بدرگاه وی می آوردند و
کامیاب مقاصد می گردیدند نقدی و فتوحی قبول نمیکرد ـ جمع فراوان
از اهل کمالات در صحبت وی فیضیاب و از مشاهیر روزگار شدند
و بعض ازان شاه خضر شیخ حضرت شامیر را که لقب وی ابدال
بیابانی بود هم ملازمت کرده اند ـ وفات شاه میر لاهوری در هزار
و چهل و پنج بعمر هشتاد و هشت سال ـ ملا شاه بهاری محبوب ترین
و بزرگ ترین خلفای وی است [ص ۱۴۳] علمی وافر و ذوق رسا
داشت صاحب تصانیف بسیار در حقایق و معارف مثنوی آبدار بطرز
عجیب در حکایات انبیا و اولیای کبار دارد ـ پایان مرقد پیر برون

گنبد آسوده۔ دیگری ملا شاه خواجگی برابر ملا شاه بهاری آرمیده، دیگر عارف ربانی ملا شاه بدخشانی که از کاملان عصر و صاحب کشف و کرامت و مستغرق بحر توحید و قدوه ارباب حال بود اوایل زیاده از مدت یک سال در خانقاه شاه شب و روز محنت بی غایت کرد با وصف بی التفاتی شاه باقتضای صدق ارادت در انتظار بود روزی شاه بنظر عنایت گفت که بدخشانی در آفتاب امتحان سوختی و حجر اسود خود را لعل بدخشان در سختی حالا برو براوی لباس خود را بشو تا باتو صحبت دارم۔ ملا شاد شاد بر لب آب روان روان گردید دید که شخصی در راوی (نام دریای پنجاب) ایستاده می‌گوید که لباس خود بماده تابشویم۔ ملا بوی التفاتی نسلخت و بکار خود پرداخت چون بشاه رسید متبسم گردید که ملا حضرت خضر لباس تو طلب میداشت چراندادی و از همانوفت در پی تهذیب ملا شد و در چند روز صاحب منزلت گردانید ۔ بعد شاه ملا در کشمیر تحت دامن کوه سلمیان که آنرا تخت سلیمان گویند خانقاهی و مسجدی و حوضی و باغی طرح کرد درین محل خود فرماید :

کوه ما زان بکمر لعل بدخشان دارد
این چنین بخت کجا تخت سلیمان دارد

علمای دارالخلافت در عهد حضرت شاهجهان محضر کردند که وی انکار وسایل نبوت می نماید و استغنای خود از جناب رسالت در کلام خود آرد بادشاه هنگام رسیدن کشمیر از ملا حصول ملاقات کرده شعری که دران محضر بوی منسوب کرده بودند بر خواند و پرسید که این شعر از جنابست ملا شاه گفت که در مذهب ما تفریق خدا و رسول شرک باشد قابل این شعر در خدا و رسول فرق نهاده و نیز خود را شخص ثالث قرار داده بادشاه

ازین تقریر اعتقاد آورد انکار ورزان کشمیر اجتماع کردند ملا بادشاه را مسحر گردانید چون دعوی ربوبیت می کند قتل وی لازم آمد جمع فراوان در خانقای وی در آمدند ـ مریدان در پی مدافعت شدند منع کرد، خود اندرون حجره رفت هر کسیکه باتیغ و تبر بر در حجره می آمد و نظرش بر ملا می افتاد مطیع میشد و سر عجز بر انقیاد می نهاد ـ

[ص ۱۴۴] در عهد اورنگزیبی ملا رابشکایت بعضی از حاسدان در دهلی طلب نمودند تا دارالسلطنت لاهور آمد، درین وقت مدعی قوی وی، قاضی القضات ملا قوی بود بعالم دیگر سفر نمود ملا بدر یافت این حال ـ رباعی در تاریخ جلوس وی بماده ظل الحق تحریر کرده فرستاد شاه بر طبق آن از سفر دهلی معاف داشت ـ ملا صاحب دیوان و دیگر تصانیف شگرف است ـ بسال یکهزار و هفتاد و دو ازین جهان رحلت فرمود مزار مبارکش حاجت روای اهل کشمیر ـ دیگری شیخ حبیب عطار از وی میرزا محمد کامل بیگ بدخشی فیض یافت از میرزای ممدوح حاجی محمد عبدالشکور کاشمیری و از وی میر مقصود کاشمیری دیگری شیخ احمد سنامی که صاحب ریاضت و صبر و قناعت بود ـ ترک و تجرید شعار داشت با شیخ احمد دهلوی از حد متحد بود اکثر نزدش می ماند وهم برابر وی در خطیره شیخ عبدالغنی بدایونی پدرش در دهلی آرمگاه دارد تاریخ وفاتش یازدهم شعبان سال هزار و پنجاه و نه ـ دیگری شیخ احمد دهلوی وی فرزند شاه عبدالغنی بدایونی بیابانی و مرید مجاز ملا شاه بدخشانی ـ دیگری شیخ امین الدین فرزند شاه عبدالرحمان جان‌باز تغلق پوری که شاه مجتبی در اوایل سلوک بهدایت شان عازم خدمت حضرت شاه میر بود هرگاه در باغات هاپڑ در آمد سواری نقاب دار از غیب

پیدا شد ، گفت که شاه میر لاهوری وفات یافت و نعمت باطنی در نصیب نو از شاه عبدالقدوس جونپوریست ـ دیگری ملا عبدالغفور بحر دانش ، دیگری شاه حاجی نعمت الله جل‌شانه‌سر هندی ، دیگری شیخ محمد لاهوری ، دیگری شیخ محمد اسمٰعیل ، دیگری حاجی محمد صالح ـ

منزل صد و دوم در ذکر خانوادهٔ نقش بندی مجددی مظهری

یازدهم ازان نقش بندی مجددی مظهری منسوب بحضرت شاه شمس الدین حبیب الحق میرزا مظهر جانجانان علوی دهلوی از امیرزادگان خلافت چغتای و نواسگان خاندان بابریست ـ وی را شوق خدا طلبی از صغر بخاطر جا گرفت بحضور سید نور محمد بدایونی حاضر و مرید گردید سید از اکابر زمان خود بود ـ خانقاهی لب رود یاری در حوالی غیاث پور سلطانی داشت ـ ارادت بخدمت شیخ سیف الدین فرزند عروة الوثقی شیخ محمد معصوم سر هندی و هم اجازت [ص۱۳۵] ارشاد طالبان از شاه محمد عظیم فرزند شیخ سیف‌الدین دارد ، همچنان شیخ سید علاوه از پدر عالی قدر اجازت ثانی از حافظ محمد محسن نبیره حضرت مولانا محدث دهلوی مرید مجاز شیخ عروة الوثقی می داشت ـ حضرت جانجانان بعد رحلت سید نور محمد بخدمت شیخ محمد عابد سنامی شتافت ـ وی در حوالی جهان نمای فیروزی می ماند ـ مرید صاحب نعمت شاه دلیل الصمد شیخ عبدالاحد معروف بشاه گل دهلوی مرید و فرزند رشید شیخ خازن الرحمت شاه محمد سعید و هم مجاز از عم بزگوار خودش شیخ محمد معصوم بود ـ هر دو حضرات فرزندان صاحب خاندان مجددی اند ـ ارادت صادق میرزای ممدوح قابل تسلسل و تعدی با سید بدایونی و شیخ سنامی قابل اعتماد

باشد . هر چند استفادت و استفاضت ایشان از دیگر حضرات نقشبندی و قادری و چشتی در عالم ظاهر و باطن ظاهر میگردد - چون از شاه محمد گلشن مجاز از شاه گل دهلوی و حافظ محمد سعید مرید شیخ محمد صدیق نبیره حضرت مجدد و شاه محمد زبیر و شاه محمد عزیز سرهندی و شیخ محمد افضل سیالکوٹی و شیخ العرب علی کثیری و شاه عبدالرحمان لاهوری و شاه حسین کاروانی بهر حال بعد تکمیل مدت سی و پنج سال در دارالخلافته بارشاد طالبان حق معروف ماند - بسی از کاملان طریق در صحبت بابرکت وی فیضیاب معرفت و حقیقت شدند - عجب دماغی عالی و طبعی نفیس و فکر سوزون و روح لطیف و ذهن رسا و طریق پارسا و نزاکت مزاجی و لطافت امتزاجی بحدی داشتی که خنده بیجای گل هم در انظار مبارکش گران بودی، تجرید و تفرید بدان منزل که در تحریر نگنجد مشکل پسندی و دقایق سنجی بآن حد که تقریر را نسزد چنانکه اندرین محل خود فرماید ، بیت :

در جنون هم میرزای از دماغ مانرفت
کز برای خویش حمامی ز گلخن داشتم

صاحب دیوان غزلیات و مثنویات لطف آمیز عشق انگیز و حکایات شگرفست در ایام حیات اکثر بشهادت آرزو می کرد که حسب آن در هزار و یک صد و نود و پنج از دست مغلان نجف خانی بتاریخ هفتم ماه محرم سال مذکور بشهادت وفات یافت عاش حمید مات شهید تاریخست چون برای نقوش لوح مزار در دیوان [ص ۱۳۶] ایشان فال دیدند بسر ورق بر آمد ، بیت :

ز لوح تربت من یافتند از غیب تحریری
که این مقتول را جز بیگناهی نیست تقصیری

حضرت قاضی محمد ثناء الله جل عظمته پانی پتی که از اجل خلفای با صفای مظهری و جامع فضایل معنوی و صوری بود۔ تفسیر بلیغ و فصیح بنام نامی ایشان مجلد تحریر کرده و دیگر مصانیف قاضی همه از مشاهیر روزگار و هر یکی لطیف و آبدار و هر چند خلفای متعدد از حضرت جانجانان صاحب منزلت و ارشاد شدند ۔ الا حضرت شاه غلام علی علوی دهلوی جاگزین سجاده مظهری و قدم بر قدم مرشد بر حق بودند وطن اصلی ایشان پنجاب بود ۔ حسب الطلب والد بزرگوار خود بصغر عمر از برای تعلیم و عزم بیعت بحضرت شاه ناصرالدین قادری دهلوی مرشد شان تشریف آورده بودند ۔ در همان نزدیکی شاه قادری رحلت فرمای جاودانی سرای فانی گشت ۔ شاه غلام علی بعد چندی رجوع بحضرت جانجانان آورد هنگام بیعت این شعر بر زبان گوهرنشان راند ، بیت :

از برای سجده عشق آستانی یافتم
سر زمینی بود منظور آسمانی یافتم

بعد از پیر روشن ضمیر مدت چهل و پنج سال در عالم تجرید و تفرید بکمال استقلال کام روای خلایق و فیض رسان عالمیان بود۔ بسال هزار و دو صد و چهل هجری ازین دار فانی انتقال بسرای جاودانی کرد ۔ بعد از ایشان شاه ابو سعید ابن شاه صفی ابن شیخ عبدالعزیز ابن شیخ محمد عیسی ابن شیخ سیف الدین مرشد سید نور محمد بدیوانی رونق افروز سجاده مجددی و مظهری گردید۔ در سال پنجاه وقت معاودت در دارالفیض تونک از سفر حجاز وارد شده رحیل جنت شد۔ الا جسد شریف ایشان بطریق نقل بدارالخلافت آوردند و در جنت شهید حمید و شاه عالیجاه درون خانقاه جا دادند شاه احمد سعید خلف الرشید ایشان سجاده آرای خلافت و جامع علوم

شریعت و طریقت بودند - درین انقلاب عزم سفر حجاز کردند و با قوافل اکثر از معتقدان و مریدان بخیریت آنجا رسیدند و چندین سال بعز و حرمت دران دیار بسر بردند - اکثر اهل عرب فیضیاب نعمت و انسلاک درین خاندان گردیدند از سابق هم بعض خلفای مجاز حضرات شیخ محمد سهرندی و جانجانان [ص ۱۴۷] و شاه غلام علی دران نواحی آن ساعت این طریقت کرده اند - زیاده از یک سال می گذرد که ازین دهر ناپایدار بدارالقرار انتقال فرمودند - حافظ شاه غلام رسول ویران که از عماید تلامذه نادرالعصر خاقانی هند شیخ محمد ابراهیم متخلص بذوق و از مریدان صافی نهاد حضرت شاه احمد سعید اند تاریخ وفات ایشان مظهر اسلام رقم کرده و باقتضای رسائی طبع و لطایف فکر در استخراج این ماده بسی مراعات و مناسبات لفظی و معنوی از جانب وی لحاظ رفت - قطع نظر از نام صاحب خاندان و محل وفات و موقع نقل و حرکت تاریخ ولادت حضرت شاه احمد سعید مظهر یزدان است و نام بعض خلفای دیگر حضرت جانجانان سوای قاضی پانی پتی و شاه سجاده آرای دهلی ترقیم می یابد مولوی ثناء الله جل شانه سنبهلی مولوی نعیم الله جل عظمته بهرانچی مولوی عبدالرزاق مولوی غلام یحیی شاه محمد جمیل شاه محمد سعید خان چند ابیات از نتائج افکار ایشان ترقیم می پذیرد :

یاد روزی که دلم معتکف کوی تو بود
مژه جاروب کش کعبه ابروی تو بود

شب نمودند بمن نامه اعمال مرا
صبح دیدم که بدستم سر گیسوی تو بود

می دمد سبزه خودرو بمزار مظهر
بسکه پر معتقد سلسه موی تو بود

یاد روزی که ادا بنده دیدار تو بود
چشم بیمار تو و زلف گرفتار تو بود

شمع سان جای بهر بزم ازانم دادند
که سرم داغ بعشق گل دستار تو بود

نعش مظهر چو بکویت گزرد چشم مپوش
آخر این مرده همانست که بیمار تو بود

دیگر

میسر هم نشد در خواب هم دیدار یار من
بلی این بود مزد دیده شب زنده دار من

بخاکم آمدی و بس که برگرد تو گردیدم
برقص آمد چو سنگ آسیا لوح مزار من

دیگر

دید کز مشهد ما تشنه لبی می روید
ابر ایستاد برین مزرع و بسیار گریست

کیست امروز بجز مظهر دیوانه ما
آن که هر شب بتمنای تو صد بار گریست

دیگر

ای باد صبا ادب ضرور است
این مشهد ماست گلستان نیست

این است وفا که بعد قتلم
از کوی تو خون من روان نیست

دیگر

شده در دل گره از بیم تو فریادی چند
[ص ۱۴۸] ماند در شیشه ما نقش پریزادی چند
عندلیبان منشینید درین باغ که من
قفسی چند گمان دارم و صیادی چند

دیگر

از فریب باغبان غافل مشو ای عندلیب
پیش ازین ما هم درین باغ آشیانی داشتیم

بر جای سنگ شیشه توان بر سرش زدن
طفلان دماغ مظهر دیوانه نازکست

بجای سنگ طفلان پارهای شیشه باید زد
چو مظهر میرزا دیوانه نازک طبیعت را

مظهر ز ما برید و دگر یاد ما نکرد
دیوانه خوش نبود ز وضع کرخت ما

غیرت دلبریت آه کجا رفت کجا
سبزه تربت من وقف غزالان شده است

مپرس باعث ضعف قوای ما مظهر
که گشت پیر ز بیداد نوجوانی چند

عیب بینان واقف از نقصان خویشم کرده اند
همچو عینک کرد چشم دیگران بینا مرا

ما تنک ظرفان حریف این قدر سختی نئیم
دانه اشکیم ما را گردش چشم آسیا است

باین فرصت چه حظ باشد ز سیر گلستان ما را
که رفتن لازم ابشانست چون آب روان ما را

منزل صد و سوم در خانوادهٔ چشتی نظامی فخری

دوازدهم ازان چشتی نظامی فخری منسوب بحضرت شیخ الوقت فخر اولین و آخرین محب نبی محبوب علی مجمع اسرار توحید منبع بحار تفرید واقف حقایق کاشف دقایق قطب ارشاد شرف اتحاد نظام سلاسل چست فرید سلک اهل بهشت مولانا محمد فخرالحق والشرع والدین قدس الله جل شانه تعالی سرهم ـ وی حضرت خلف الرشید و فرزند سعید سراج الواصلین فخرالعاشقین حضرت مولانا محمد نظام الملت والدین اورنگ آبادی وی از عماید خلفای متخلق با خلایق الحق و متصف باوصاف الحق فانی فی‌الحق حضرت شیخ کلیم الله جلشانه جهان آبادی بود ـ حضرت شیخ از بی نظیران وقت جامع فضل و کمال صاحب وجد و حال معدن شریعت مخزن طریقت مصدر انواع فیوض و برکات در حیات و مماتست ـ بعد حصول اجازت ارشاد از حضرت قطب حقیقت فرد طریقت شیخ یحیی المدنی و حج و زیارات پنجاه سال در شاهجهان آباد بدرس و تدریس طلبا و تعلیم و تلقین فقرا بر سجاده فقر و ریاضات استقامت داشت ، جز از برای نماز جمع و یا عیادت [ص ۱۳۹] پای ثبات از دولت سرای خود متجاوز نفرمود نعمتی که از حضرت قطب الحرم نبوی مورد فیوض مصطفوی شیخ خود یافت جز بر طالب صادق ایثار نکردی تصانیف شگرف و نادرانه مشاهیر دارد چون مرقع و کشکول درانِ

فرماید که قبل ازین مرقعی دو ختم که تن را در لباس درویشی راست نماید امروز که غره ذی قعده سال یکهزار و یکصد و بست ویک باماه لقمات دریوزه درین کشکول فراهم آوردم در مجالس اعراس حضرات چشت اختیاری را بار نمی دادند بست و یکسال دیگر بعد اجتماع کشکول زنده ماندند درین انقلاب روزگار باقتضای آنکه چراغ مقبلان هرگز نمیرد باوصف صفای تمامی عمارات حوالی مزار منبر کشی دایم و حاجت روای خلایق حضرت شیخ الحرم ارادت صادق بشیخ المشائخ فردالابرار حضرت شیخ محمد چشتی دارد، وی فاروقی نسب و در حسب از اولاد خواهر حقیقی حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دهلی و با درد و سوز و عشق دلفروز و اهل تصانیف نامدار و از عمايد صالحان روزگار بود - اشهر مصنفات وی کتاب آداب الطالبین که دران جمیع لوازم که برطالبان از برایت طریق واجب نماید اندراج فرماید و رفیق الطلاب جاذب الی رب‌الارباب در اتباع سالکان باحکام شرایع نبوی مشتمل بر پنج فصل در هر فصل نکات بدایع نوشت والهامات رب العالمین بعدد اربعین دران طرز صفای قلب از ماسوی و قطع تعلق از دنی در چهل منزلت می نگارد و هدایت المشایخ متضمن بر بست و هفت هدایت که بعد از طی منازل برشد سجادگی شیخ طریقت را در معاملات با حضرت حق و با خلایق ضرور بشد و توضیح التوحید که بطرز خاص و عام و اخص بیان فرموده و لباب هدایت مختصر و لذات منتهی بر بست و هفت لذت محتوی مرید صاحب نعمت و ارشاد هم فرزند شرف الاولاد قطب الاولیا حضرت شیخ ابی صالح محمد معروف بشاه‌حسن محمد بن شیخ احمد بن شیخ نصیرالدین بن شیخ مجدالدین بن شیخ سراج الدین بن شیخ کمال‌الدین العلامت الفاروق مستفیض من خال الحقیقی وهو

حضرت مخدوم نصیر الحق والشریعت والملت والدین چراغ دهلی جاگزین ولایت حضرت با برکت نظام ملت و دین سلطان مملکت یقین شمع انجمن دین رحمت الحق علی العالمین باشد حضرت شیخ حسن محمد درین خانواده از عماید حضرات خواجگان است [ص ۱۶۰] و از حضرات متعدد فیض و نعمت یافت یکی از آبای کرام خود چنان که تصریح پذیرفت یکی از شیخ جمال الحق والدین که از حضرت شاه محمودالحق را حسن مجاز وی از شیخ علیم الحق والدین وی از شیخ سراج الحق والدین وی از پدر عالیقدر خود شیخ کمال‌الدین خواهر زاده حضرت مخدوم ممدوح و در سیر و سیاحت اطراف شرف صحبت کبرای هر طریقت دریافت واز چندین سلاسل رایج و شایع رشد خلافت یافت نعمت خاندان عالی قادری و نوربخشی از حضرت سید محمد غیاث نور بخش حاصل فرموده در حضرات چشت منضم ساخت و محتجب مباد که درین خانواده نور بخشی نعمات و برکات چندین خانوادگان گرامی و سلاسل نامی چون جنیدی و قادری و سهروردی و فردوسی و غزنوی و همدانی مضموم و مشمولست اجازت خاندان خالص سهروردی از حکیم شیخ بهاء الدین گرفت که تسلسل ارادت وی بتوسل دهم بحضرت شیخ محمد اسماعیل شهید سهروردی منتهی می شود، وی از عماید خلفای حضرت مخدوم رکن العالم ملتانی آینده حسب توضیح خاندان جلالی حضرت شیخ جهان آبادی را بسی مریدان مجاز بودند الاعظم و اکرم همگنان حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی و حافظ شاه محمود شاهجهان آبادی بودند۔ وطن آبا و اجداد حضرت شیخ در قصبات حوالی و توابع ملک اود بود از اتفاقات وقت بدیار جنوبی نقل و حرکت روداد والده ماجده نخری از خاندان حضرت سید محمد ابوالفتح

صدر الدین گیسو دراز گلبرگی و نسب شریف حضرت شیخ صدیق
و بحضرت شیخ الشیوخ سهروردی می رسد ـ هرگاه مرشد حق پرست
حضرت شیخ را رخصت از دهلی جانب اورنگ آباد کرد بجا
بیعت و صاحب خلافت خود گردانید و خلعت فخر وکرامت پوشانید
خرقای دیگر مرحمت فرمود که آن برای کسیکه بار اول د
دایره اطاعت دست بیعت تو در آید نزد تو امانت باشد
وی صاحب نعمت از ما و تو و حضرات خواجگان خواهد بود
چون حضرت شیخ در اورنگ آباد رسید برهنمائی خلایق معروف
گردید ـ قبل از دیگران حضرت فخر خاندان آرزوی بیعت کرد
حضرت شیخ بخیال این که منزلت کسی که اول در بیعت وی د
آید پادشاه شیخ خود میدانست اهمال میکرد ـ آخر اصرا
صاحب زاده از حد گذشت و از حضرات چشت ملهم و مبشرگشت ک
[ص ۱۵۱] تامل چرا داری که خلعت شیخ و نعمت تو نصیب
فرزند تست ـ همانوقت با بیعت و لبس خرقت معزز ساخت ـ انتقا
حضرت شیخ جهان آبادی و حضرت شیخ اورنگ آبادی در سا
واحد بود ـ یک هزار و یکصد و چهل و دو هجری ـ وقت اخی
حضرت مولانا را معرفت قاضی کریم الدین بحضور خو
طلبداشت و همآغوش کرد و بقایا نعمت خاندانی با پند
نصایح در جهانی ایثار فرمود سال عمر حضرت مولانا دران آوا
بشانزده رسیده بود که ولادت باخیر و سعادت در سال یکهزار و یکص
وبست وپنج است بعد آن حضرت مولانا باقتضای وقت در سرکا
نظام الملک ناصر جنگ خدمت نیابت بخشی همت یار خان سپاه سالا
فوج قبول کرد ـ بعد چندی ترک و تجرید ورزید و عازم حضر
دارالخیر گردید و مجاور آستان ملایک دربان هندالولی ماند و بحضو

اجازت و بشارت در سالی که محمد شاه پادشاه بدار عاقبت خرامید و احمد شاه فرزندش بر تخت هند جلوه گر گردید یک هزار و یکصد و شصت هجری بحضرت دهلی آمد و مدت چهل سال کامل درین دیار فروغ افروز خاندان چشت ماند و قطب وقت و طیفور زمان و پیشوای اهل دلان گردید ـ از شرق تا غرب و از شمال تا جنوب بحر هند و سند اکابرین خواص عالم و نوادر العصران افراد بنی آدم روی ارادت و حسن عقیدت بحضرت وی آوردند ـ عجب تصرف کامل و غریب خوارق جامع و علمی وافر و حلمی نافع طرز مسعود روش محمود شانی رفیع اخلاق وسیع شفقتی عام بر خلایق رحمتی تمام بر خواص عنایتی بلیغ بر طالبان راه حق و جذبی قوی بر تائبان مناهی داشتی که تشریح و تصریح آن برون از حد تحریر و افزون از اندازه تقریر باشد ، بیت :

آن عقل کجا که در کمال تو رسد
وان دیده کجا که در جمال تو رسد

اهل ظاهر و اهل باطن را چندان فیضان و برکات و آنقدر بر و حسنات از ذات والا صفات حضرت وی بحصول انجامید که در اوقات دیگر نبوده باشد ـ اوضاعی شگرف و اطواری نادر و مشرب عالی و طریقی بدیع ورزیده بود ـ هر چند اکثری ستر احوال خود در حجاب ارباب ظاهر کردی الا شهرت کمالات و حالات وی از قاف تا قاف حسب ندای غیب گردید ـ هر درباری و هر بازاری [ص ۱۶۲] از حال سعید و شیوه ستوده وی اطلاعی داشت ـ احتجاب نور ولایت از حسن پاک وی صورت نمی گرفت و در اقوال و افعال وی باقتضای قبول عام کسی را یارای حجت و اعتراض نبودی رحمت روحانی و نعمت دو جهانی بحضرت وی بر سبیل تواتر

و تیوالی از حضرت چشت بطریق اویسی رسیده و در صغر عمر از جناب رسول مقبول در محل رویا چندین [؟] یمنی مرحمت یافت و خرقت برکت از شیخ فانی قبل ببعت و بعد از رشد و تمکین بر سجاده ارشاد حضرت قطب الاقطاب تاجی عنایت فرمود و حضرت سلطان المشایخ فلمی که مریدان صادق فخری در مجلس خاص آن هر دو چیز را بر سر و دست آن سرتاج اهل دلان و دستگیر در ماندگان دیده و حکایت عطای آن از بیان در فشان شنیده اند - الا عجب ذوق و حالتی درانوقت در حضار غالب بود که یارای دیدار آن نعمت عظمی کسی نداشت - طرز تعلیم طالبان صادق و تایبان راسخ بعجب روشنی پاکیزه داشت که هر گه تایب بر دست حق پرست وی بخلوص و رسوخ عقیدت و ارادت و عزم صحیح حفظ از ملاهی و مناهی بیعت کرد - مدام در حضور و غیب نگرانی حال وی بر حضرت مولانا واجب و لازم فتاد تا ترکی کافی و تجریدی وافی نصیب العین وی نشود چنانکه منقول است که شخصی بحضور وی از جمیع معاصی برغبت تمام تایب شد و گفت که در ترک دیگر افعال قبیح که بدان شعاری داشتم مختار ام الا در شرب خمر که صبح و شام بدان عادت دارم - بی اختیار دعای فرما که ازان هم وارهم ارشاد کرد که می را در اختیار تو گذاشتم که می نوش مگر این قدر احتیاط واجب شمار که مبادرت بشرب شراب در حضور ما نکنی - وی عرض کرد حاشا که روبروی حضرت چنان کنم و این ارشاد را بجان و دل پذیرفت و عهد بست زان بعد بر در میکده اگر می گذشت و یا در حرم سرای خود راغب بدان می گشت یا با حریفی همدم عازم شرب آن می گردید یا در صحرای بعید باین خیال می رسید هر جا قبل

از خود رسی حضرت مولانا را بچشم ظاهر حاضر می یافت ـ آخر بعد چند روز احتراز کامل کرد و ازو هم اراده آن در گذشت و یکی از و اصلان گشت ، بیت :

سبزه دشت است و سرو باغ و شمع انجمن
یار من هر جای هست و جابجا می زیبدش

از شهیر تصانیف حضرت مولانا کتاب [ص ۱۰۳] جامع البرکات فخرالحسن بعبارت عربی بغایت فصیح و بلیغ در اثبات صحبت و شرف حضور حضرت فروغ قالب عنصری خواجه حسن بصری با حضرت علی مرتضی قوة بازوی مصطفی و کتاب مختصر نظام العقاید فارسی حسب فرمایش اولاد حضرت قطب العالم اجودهنی مولوی محمد برکت الله جل شانه نجیب آبادی که از فضلای نامدار و صلحای با وقار مقتدای لشکر بخشی الممالک نواب نجیب خان بهادر بود ـ هرگاه پیشگاه حضرت مولانا دولت حضور دریافت و در مدرسای فخری اقامت ساخت از لشکر نجیب الدولت بهادر هر روز شتر سواران عرایض و خطوط ارادت مندان بوی می آوردند ـ وی روزی دویم خطی در جوابات نامی یکی از الیق شاگردان خود نوشت و اندران پاسخ جمیع مکتوبات هر یک بقدر ضرور ادا می کرد، شخصی شاه حسن و یران را فراهم آورده با برخی از فضایل مولوی کتابی ساخت ـ در مکتوب پنجم مولوی برکت صاحب بعزیزی عبدالسعید خان در ضمن محامد و فضایل حضرت مولانا می نگارد که چون حضرت‌شاه ولی الله جل عظمته محدث دهلوی از قوة علمی خود بانکار ملاقات حضرت خواجه حسن بصری با حضرت علی تحریری کرد گفت که امروز در عالم کسی نخواهد بود که جواب آن

تیاند نوشت و رد بران تواند کرد ـ حضرت مولانا حسب توفیق ازلی در جوابش فخرالحسن در کمال لطافت و متانت نگاشت و از همان دلایل اتحادی محدث دهلوی بطلان قول وی صورت گرفت قوة باطنی را دران دخلی نبود بحث علوم ظاهر را بظواهر رد کرد آنچنان که معترضان را یارای جواب دهی نماند و میر عیوضعلی یکی از قریبان و مریدان رشید شاه بدیع الدین سید داری نعمت یاب مولانا در فواعد فخری آورده که چون فخرالحسن بدیدن جناب اعتراض فرما در آمد گفت که مولانا تکلیف مدت نکنیم[؟] باشدیگر برما دادند و از ملفوظات شاه مهدی بیدار اکبر آباد ایضاح می پذیرد که بسمع این خبر بر زبان حضرت فخر زمان گذشت که وی را میسر نشودکه در همان نزدیکی شاه محدث ازین فانی سرا رحلت بداربقا کرد اندرین زمان قریب افتخار دوران عالم متجر زاهد باخبر مولانا محمد احسن الزمان صاحب حیدرآبادی تعلیقی مدلل و موضح مسمی بقول مستحسن فی فخرالحسن بعبارت فصیح و ارشارات بدیع در عربی لطیف ترکتاب ممدوح افزوده اند و کتاب مذکور انطباع پذیرفت و عالمی ازو در عقاید خویش تقویت گرفت چون [ص ۱۰۴] حضرت مولانا بیمار شدند علاج نکردند و حکیمان حاذق را فرمودند که دوا و علاج فایده پذیر نخواهد بود، شما بدنام خواهید شد و طعامی از شیر و برنج بحضور مجذوبی که بالای شاه نهر سکونت داشت فرستادند ـ وی گفت که حالا مولانا نخواهند زیست بار گران دفع قحط و بلای وبای بر خود قبول کرده اند اگر اندکی زیاده منظور بود چرا بار عظیم آسودگی خلایق بر ذات شریف کشیدند ـ منقول که همدران بیماری ارشاد می کردند که اگر احیاناً ازین عوارض صحت یابم چند طریق دیگر ورزم ـ یکی آنکه لباس مشایخ

پوشم جبای طویل و عمامی ثقیل و جز آن۔ زیرا که درویشان قبل ازین ستر احوال خود در لباس فاخر میکردند حالا گنجایش اخفای در پوش درویشان دیده می شود اهل پوشش فن مکر و فریب و ریا و طمع ورزیده و دام تزویر گسترده و بدین فنون در خواص و عوام عالمیان شهریت پذیر شدند۔ یکی آنکه ریش قصر نسازم، در بیماری هم نگیرند و می فرمودند این طریق مسنون ازما متروک بود شکر پروردگار که حالا ادا شد. یکی آنکه در مجالس و محافل شهر بلا قید و اقلیم دین محبوب حق از روی یقین رسوخی و ارادتی تمام بود از پاره صدف که بعد اندارس از رواق صدفکاری بخشی مرتضی خان فرید بخاری بطرف مزار شریف می افتاد اکثر تعویذی بدستار می نهاد۔ بعض کسان بخیال خام و گمان تعویذ تسخیر و فتوح چند بار آن را دزدیدند در حالت قرضداری بحالی بیماری باصحاب گفت که عرضی بالتماس این مقصود تحریر نمایند بحضور حضرت سلطان المشایخ گزرانند همچنان عمل کردند. روز دویم آن فتوح دو هزار مبالغ براتی برساهوان جے بور از دیار جنوبی در رسید و بفروخت دام دام بهریک منقسم گردید۔ خدام این آستان بعیادت تشریف آوردند و عرض کردند که صحن مجلس گاه تا محجر محمد شاه هر جا که تجویز نمایند حاضر در جواب گفت که بعد ما دیگران هم درخواست آن جای پر فیض خواهند کرد اندرین صورت تنگی صحن مجلس گاه رونما خواهد شد و بانی این قباحت ما خواهم بود۔ زان بعد قاضی محمد عیسی وغیرهم خدام درگاه حضرت قطب الاقطاب آمدند و التماس نمودند که پشت مسجد برابر قبر سلطان التارکین برای حضرت جای عاقبت تجویز کردیم آنجناب از بس [ص ۱۸۸]

مسرور الوقت شدند و شکر حق جل و علی ادا کردند که ما را مانند ایام زندگانی بعد مدت هم محتاج خدمت کسی نکردند وقت انتقال چند بار این شعر بر زبان می راندند، بیت :

وقت آن آمد که تا عریان شوم
جسم بگذارم سراپا جان شوم

حاجی محمد امین نقشبندی یکی از مریدان شاه ولی الله جلشانه محدث دهلوی که بحضور مولانا هم ارادت صادق داشت در وقت غسل آنجناب بخیال آورد که حضرات نقشبند و احرار درین حال چشمان مبارک خود واز کرده اند آن نوبت باطنی مخصوص آنان بود بفور این تصور آنجناب هر دو چشم جهان بین کشادند ـ حاجی چند بار دست بست و گفت تقصیر تقصیر ـ کسانیکه قبل از تدفین آنجناب آن جای پر فضای را دیده اند می فرمودند که حالا بسی کشادگی و فراخی از برکات قدوم ایشان درانجا مشاهده می شود ـ هر چند خلفای وافر از فیض صحبت حضرت مولانا صاحب ارشاد شدند ـ الا اسمای شریف بعضی از اصحاب و یاران اعلی واحباب و مریدان باصفای وی که مشاهیر روزگار اند در این محل ثبت می پذیرد هر کسی که بهر دیار رو نهاد مقتدا و صاحب تصرفات آن نواحی گشت و فروغ خاندانی از نعمت ظاهری و باطنی صورت گرفت مولانا شاه نور محمد پنجابی مولانا شاه جمال الدین رام پوری مولانا شاه ضیاءالدین جی پوری مولانا شاه نیاز احمد بریلوی سید شاه بدیع الدین سید واری سید شاه محمد عظیم قادری حاجی الحرمین شاه هلال محمد دهلوی حاجی الحرمین شاه خدا یار سورتی مولوی محمد برکت الله جلشانه نجیب آبادی مولوی محمد عظمت الله جل عظمته اکبر آبادی سید

شمس الدین لونوی سید مهدی دهلوی سید محمد شفیع الدین سید محمد قمرالدین شاه غلام محی الدین شاه رحیم بخش شاه امان شاه اکرم شاه ابوالحسن شاه رفیق الدین شاه مهدی بیدار اکبر آبادی شاه عبدالله سجانه غازی الدین خانی مولوی محمد رحمت الله جل شانه فضلی مولوی محمد عبدالقادر فتح پوری مولوی محمد روح الله سجانه بریلوی مولوی محمد امجد مراد آبادی مولوی محمد مکرم خان مولوی نورالحق خان حافظ مغل بیگ حافظ محمد پناه حافظ غلام سرور حافظ محمد ارشد صوفی یار محمد صوفی عبدالرحمان سید احمد سید غفور حکیم محمد افضل حکیم امیرحسن مرزا حسن مرزا حسین صدیق خان محتسب محی الدین خان ذوتوال خواجه شمس الدین مودودی [ص ۱۰۶] خواجه غوث غیاث پوری سید سعید الدین ناصری سید نور الدین حسینی حافظ خوشی حافظ نوری نواب محمد کامگار خان نواب غازی الدین خان۔

حالات حضرت فخرالوقت و الزمان

هریکی از اکثر طالبان این خاندان بقدر وسع وسمع چون شاه مهدی بیدار و سید شمس الدین و برادر زاده سید شاه بدیع الدین و یکی از معتقدان سید محمد قمر الدین و محمد اکبر فرخ‌آبادی در ملفوظات و ذخایر و رسایل مختصر فراهم همچنان چند رسایل در فضایل حضرت شیخ اورنگ آبادی در نظر در آمده و در ذخایر متاخرین که بدیدن این پر گناه رسیده احوال حضرت چشت این خانواده بعد از مخدوم چراغ دهلی تا حضرت قطب الحرم شیخ یحیی مدنی تفصیلاً یافت نمی گردد الا در شجرة الانوار فخری که حضرت شاه محمد رحیم بخش یکی از شرف صحبت یابان و مجازان حضرت مولانا کتاب مبسوط و مسلسل از جناب رسالت ماب تا حضرت ممدوح جمع فرموده

برخی از حالات این حضرت هم اندراج پذیرفت و شاه ممدوح تا سال هزار و دوصد و پنجاه هجری درین دیار فیض رسان خلایق بود ـ

منزل صد و چارم در خانوادهٔ نقشبندی مجددی ناصری

سیزدهم ازان نقشبندی مجددی ناصری منسوب بحضرت خواجه محمد ناصر دهلوی بیت :

محبوب خدا خواجه محمد ناصر
حق راه نما خواجه محمد ناصر

وی از امیر زادگان عالی نژاد معزز بحضور شاهان بابری بود منصب لایق داشت ناگاه شوق و ذوق بحق طلبی و خدا رسی بروی غالب گردید ترک ورزید و بخدمت حضرت شیخ سعدالله جل شانه مخاطب بشاه محمد گلشن دهلوی حاضر گشت شاه ممدوح از دو بزرگوار نامدار فیض باطنی دارد یکی از شیخ دلیل الصمد عبدالاحد سهرندی معروف بشاه گل دهلوی مجاز از حضرتین پدر و عم خود شیخ عروة الوثقی و شیخ خازن الرحمت یکی از شیخ محمد صدیق سهرندی نبیره حضرت مجدد هرگاه شاه جمیع اصحاب خود را برای حضوری خدمت خواجه محمد زبیر هدایت کرد شاه محمد ناصر هم تجوید ارادت با شاه محمد زبیر کرد که وی از حضرات متعدد نعمت یاب باطنی بود چون شاه گل و شیخ محمد صدیق و ابوالعلی و شیخ نقشبند متقی الغرض بعد تکمیل برهمنای خلایق جا گرفت و عارفان نامدار درین خانواده ظاهر شدند مانند حضرت [ص ۱۰۷] خواجه میردرد که تصانیف آبدار درین روزگار از وی یادگار دیوانی اردو بغایت فیصح و نالی درد و آه سرد و نغمات گل بر روی بلبل و درد دل که در عنوان آن می فرماید که هرگاه رسایل نالی درد و آه سرد بختم رسید و درد دلی که داشتم آخر

نگردید لاجرم در تسوید آن پر داختم و بدرد دل مسمی ساختم و حضرت خواجه مبر اثر که در تقوی و زهد و ریاضت و محنت همسر برادر بزرگوار خود بود و سید شاه محمد نصیر نواسای شاه دردو سید شاه ناصر خان فرزند شاه محمد نصیر که در حیات پدر عالی قدر بدیار شرق نواحی ناصری گنج انتقال کردند بعد رحلت شاه محمد نصیر در سال هزار و دو صد و شصت هجری مولوی شاه محمد یوسف سجاده آرای خانواده ناصری گردیدند و نوبت بنوبت شاه ناصر امیر و شاه ناصر وزیر چوب ناصری که عصای محرف با کنده لفظ یا ناصر می باشد ایجاد سر خاندانست و در پیشگاه صاحب سجاده آداب گاهی برای ادای تسلیم مقرر و دیگر قواعد و اصول تعلیم معتقدین بود طرز قبور این حضرات هم از رخ پالا مدور می باشد ـ

منزل صد و پنجم در خانوادهٔ نظامی فخری سلیمانی

چهاردهم ازان نظامی فخری سلیمانی منسوب بحضرت سلیمان خیل اولیا ذکریای گروه اتقیا غواص بحار معانی گردنوردی خدا رسانی محرم حریم انس همدم نسیم قدس قطب الوقت و البرهان مولانا شاه محمد سلیمان تونسوی حضرت مولانا محمد فخر الدین اکثر با یاران خود ارشاد می کرد که ما دامی گسترده بودم و توقع داشتم که شاهباز بلند پرواز اوج پذیر قوی بازو و رفیع دست در دام ما خواهد در آمد ـ الا این آرزو همچنان در دل ماند و اشارة بشاه نور محمدی فرمود که اگر وی هم در صحبت ما نرسیدی اسرار باطنی را باکسی ظاهر و آشکار نکردمی و از خداوند کارساز امید وارم که وی را عالی منصبی روزی گرده که رونق خاندان و فروغ دودمان ما باشد ـ مقصود ازین اقوال ذات فایض البرکات

ندوه دوران شاه محمد سلیمان بود - اندرین حال اصلی صاحب نعمت فخری شاه نور محمد پنجابی فضایل و مناقب وی صرف این قدر کافی که چون شاه سلیمان صاحب منزلتی عظیم در دایره ارادت و خلافت وی در آمد شاه سلیمان جاه بعد دو روز از وفات حضرت مولانا در مدرسای فخری [ص ۱۵۸] واقع بیرون دروازه اجمیری دارالخلافت تشریف آورد بعد قیام چندی متصرف پنجاب گردید - هرگاه بعد تشریف خلافت رهنمای خلایق گشت جهان جهان اصناف مردم از هند و سند و عرب و عجم و عراق و خراسان در بیعت و اطاعت وی در آمدند و تایب و عارف شدند - تصرفات نمایان بی حد و بی پایان از وی ظاهر شد که در تمام عالم شایع و برلسان خواص عوام مشتهر کسی را چون وی شرف و قبول عام در وقت خود میسر نبود - عارفان کبار بدیدار جمال باکمال وی ملتجی و شاهان نامدار بقدوم برکت لزوم وی متمنی بودند - بعد کسب مجاهدات و ریاضات پنجاه سال خلایق را هدایت و ارشاد فرمود که در توسی وگاه در سنگرمی بود - خانقاهی وسیع و لنگری فراخ داشت که در شباروزی هزار دو هزار مسافر و مقیم آرام پذیر و شکم سیر می شدند در ایام عرس شریف حضرت گنج شکر که در ماه محرم محترم هر سال بانعقاد خلایق بی حد و شمار از هر اطراف و دیار و کشایش باب جنت می شود - عجیب قدرت رب السموت والعرش و غریب تصرفات صاحب العرس می نماید در تقریر نمی گنجد صرف تعلق بوادید دارد تا فاصلات پنج پنج ده ده گروهی گرد خانقاه و شهر جمع وافر از آیندگان صد صد دو صد دو صد گروه مانند مور و ملخ فراهم می آید و بر زبان هر کسی الله سبحانه محمد چار یار و حاجی قطب فرید جاری میباشد - جانوران خوش خو گفتاران نواحی

وقت نغمات و ترنم بابا فرید و حاجی قطب فرید بر زبان
طرز گزر از در بهشتی دلاوری و جابکدستی خلایق و حفظا
ست حضرت حق ازان تلاطم در خیال نمی گذرد جز اعتراف
ز بعجایب قدرت پروردگار و اقرار و صدق بغرابت کرامت اولیای
شاه عالیجاه باقوافل طلبای حق به اجودهن حاضر میشد۔
که اقتدار حکومت دیوان ساونمل صوبه ملتان از طرف راجه
رنجیت بهادر بود روزی قافلای شاه لب بحر ذخار بر معبر
آمد از کشتی وغیره ساماني قابل گذر آنجا مهیا نگردید زیاده
ار صد مردم بودند بنظر قرب وقت آغاز مجالس خانقاه و دروازه
۔ مستعجل و متردد شدند۔ شاه عزمی راسخ و توکلی صادق داشت
همت بر افراشت[ص ۱۵۹] عصای عنایت پروردگار در دست
بحر آمد و بدرویشان اشارت کرد که براه راست
ن دریا در آمدند و باجانوران و احمال و اثقال بسلامت
یت گزر کردند آنگاه بذات خود گذشت و مخاطب باصحاب
که همچنان بطفیل حضرت خواجگان در عقبی کاروان سلاسل
زا قبل از خود از منازل دشوار روان گردانم و بساحل نجات
۔ گذر بانان این کرامت ظاهر بچشم دیدند و تا دیوان راجه
ند ازان وقت چند کشتی خاص برای آمد و رفت درویشان خانقاه
قرار یافت ۔ میر بحر و اکثر اهل گذر مقدار عمق آب آنجای
تن کاروان گذشت از طناب و ریسمان پیمائش کردند هفتاد چار
بود هنگام گذر از ناف کسی تجاوز نکرده بود غایت یکنیم ذرع
امی بحکومت راجه ممدوح گذر فوج چهار اطراف خانقاه شریف
سرلشکری که از ابنای وی شیر بهادر بود بسی تعصب مذهبی
ن از اسلام کج روی بی حد داشت فریق اکالیان بوی رسانیدند .

و دیگر ریاضت کشان فریق را چون بیدی و سودی و گرنتی و اوداسی با خود ممد و معاون گردانیدند بر این معنی که درین حوالی درویشی و از اعوان و انصار و اتباع و خادمان وی جمع وافر اکثر با سلاحات میباشند هر روزی صد مادگاوان برای خورش ذبح میسازند ـ استیصال این رسوم بدعات و انتشار این جماعت باعث خورسندی صاحب مشرب و نیز بصلاح دنیاوی انسب واقربست هزار در هزار حسرت و حیف که در چنان فروغ و فراغ تابعان گورو صاحب اسلامیان در خاص عملداری گورو صاحب چنان بدعات روا دارند و بجزای کردار ترسند ـ وی باستماع تقریر دلپذیر کمال بر آشفت و پر غضب گفت که حکام فرنگ بتقریب سیر و شکار اکثر در ممالک ما گذر دارند الا بارتکاب همچو سناهی احتراز سازند این درویشان کدام باشند که بر این حرکات پردازند فردا روز قبل از طلوع بجمعیت پنج هزار سوار جرار خنجر گزار کار این کسان باتمام رسانم و انتظام این مهم بطرز مخفی صورت بست ـ غیر از افسران اعلی و معتمد کسی بر این واقعات آگاه نبود اهل خانقاه راهم ازین اخبار اثری نرسید زمانی که لشکر از فرودگاه خود بعزیمت این طرف پرداخت حضرت شاه این معنی بنور باطن دریافت ـ قدری [ص ۱۶۰] از شب باقی بود که از حجره بر آمد و ابریقی گلی پر آب بدست گرفت و جانب صحرا راهی گشت بجان واحد کسی بر وفق ممانعت برکاب سعادت نرفت ـ دو گروه از خانقاه تشریف برده بود که آفتاب جهان تاب طالع گردید و فوج آماده کار زارهم قریب رسید ناگاه پنج هزار سوار شمشیر بی نیام در دست بسرکردگی شیر بهادر مذکور نمودار شدند حضرت شاه محاذی و سد شاهراه قیام کرد ـ اول سرلشکری پیش رفتار جمال با جاه و جلال حضرت وی مشاهده کرد عنان راهوار

برگرفت و فرود آمد و بخشوع و خضوع تمام در قدوم افتاد و نقودی و اجناسی و تیغ و سلاحی و زر و زیوری که با خود داشت پیش نهاد نوبت بنوبت جمیع افسران و سواران همچنان عمل کردند و دست بست صف بصف باداب تمام ایستادند - بعضی مدهوش و بعضی خاموش درین معاملات دیری کشید که اهل خانقاه و رعایای نواح اکثر آن جا حاضر شدند و این عجایب کرامات بچشم دیدند - هر گاه از جمیع سواران احدی آنچنان نماند که از اسپان فرود نیامده باشد و نقود و جنس بضاعت پیشکش نکرده باشد - حضرت شاه چند قطرات از آبی که در دست داشت اول بر سر لشکر بهادر افشاند و بعد آن بطرز تعمیم چند غرفات جانب دیگر لشکریان انداخت - همگنان از حالت اضطراری و بی اختیاری بصورت اصلی در آمدند - حضرت شاه ارشاد کرد که سلاح خود بر گیرند - سر بسجود فرمان بجا آوردند و معاودت بفرود گاه خود کردند- دران صحرای وسیع چند انبار ازنقد و جنس هر قسم افتاده ماند- بحاضرین وقت از درویشان خانقاه و رعایای نواح اشارت رفت که هر یکی ازان بقدر نصیب بر گرفت - خود مع الخیر و الظفر بخانقاه آمد - فضایل و مناقب حضرت بی حد و پایان است - همچنان کرامات و کمالات خلفای کبار و فرزندان نامدار وی زیاده از اندازه تحریر و تقریر - حالا سجاده خانقاه حضرت شاه بفروغ بخشی ذات جامع البرکات عابد پارسا زاهد بی ریا منظر انوار ربانی حضرت شاه الله بخش سلیمانی زاد فیضانهم رونق پذیر و درماندگان عالم را دست گیر و اکثر از خلفای صاحب اجازت ارشاد حضرت شاه عالی نژاد زنده و سلامت و در هر دیار رهنمای خلایق بدست بیعت اند [ص ۱۶۱] چون یکی ازان جامع صفات خفی و جلی سید شاه

فضل علی جهجهری که در مجاهدات و ریاضات و سوز و گداز و عشق و محبت و کلام دلپذیر بی نظیر وقت شرف سیادت بصحت نصیب و عز کرامت بوسعت مشرب هم آغوش دارد این نواحی از برکات ذات وی پر نور- یکی ازان عالم بعلوم ظاهری و عارف برموز باطنی مجاهد النفس قدوه اهل یقین شاه شرف الدین اهروانی یکی ازان راه رو طریق سلامت صاحب الریاضت شب زنده دار تهجد و نوافل گذار عرفان پناه حقایق دستگاه شاه عبدالله سجانه فتح آبادی- یکی ازان خان رفیع الشان سیاح بیدای طریقت سالک راه حقیقت مروج طریق سلیمانی مقبول ربانی محبوب عالمیان شاه محمد عبدالشکور خان خیر آبادی که از مدت چندین سال زایر حرمین و برمل دیار عرب و عدن و دیگر جزایر بحر جنوبی هند بوده کوس مشیخت و ارشاد می نوازد و اکثری از طالبان حضرت حق را در منازل مقصود فایز می گرداند و از مریدان صادق الارادت و محبان خالص العقیدت حضرت شاه حافظ محمد غلام محی الدین کانتوی که روشی حمید و طرزی سعید دارد و شاه مولابخش تهانیسری که بحالت تجرید و تفرید اوقات عزیز خود بیاد خالق حقیقی خوش میگذراند شاه مولا بخش سهارن پوری که در تقوی و صلابت دین درهم چشمان ممتاز و شاه هیرای حصاری که در بذل و ایثار در همجنسان سرفراز بسی از خواص و بسی از عوام باین چار حضرات متعقدان غایبت حضرت شاه حسن ظن قبول و عرفان دارند و شاه غلام رسول جی‌پوری باذوق و شوق در یاد حضرت شاه عالی همتی و حسن پرستی شعار دارد علاوه این حضرت بسی از اهل دیار نی و سوتر و روهی و هند و سند و دشت بی دولت و خراسان و داماان و کوه سلیمان که ما

نی ملک پنجاب را گویند بزبان پنجابی ۱۲ - سوتر- ملک بهتیانه از فتح آباد و سرسه وغیره را سوتر گویند ۱۲ - روهی - آن جا از بهتیانه که آب ریز از نالی نمی شود ۱۲ -

وای فریق افغانان منزل گه ایشان است ـ از قوم هر فریق از فیض صحبت و برکت ارادت این آستان فوق برمشایخ وقت دارند حالا اگر برنگارم برخی از حالات و مناقب عماید یاران و خلفای اعلی دفتری در کار لاجرم بذکر بعضی از مشاهیر که خلایق کثیر از حضرات شان فیض ظاهری و باطنی یافت تبرکا مختصر اکتفا رفت یکی ازان مولانا شاه محمد علی کمندی که فضیلت کمال و تجر در معقول و منقول داشت و طبع موزون و فکر رساو در طریقت استعداد کاف [ص ۱۶۲] و در سخا و رضا و صبر و تحمل و صفا منزلت رفیع و در تعلیم طالبان خاصیت کیمیا مانند شیخ بحرالعجم فخر عراقی معاملات و مکاشفات که بحضور قلب بر مظاهر خاطر وی مشهود و مکشوف میگردید در غزلیات آبدار و قصاید و رباعیات دلپذیر می نوشت اکثر کلام وی قبول بارگاه حضرت شاه بود ـ روزی درمحفل سماع غزلی از وی ترنم می کردند چون برین مصرع اخیر مقطع رسیدند :

بسا عمریست کاین بیمار سر بر آستان دارد

همگنان را ذوق از سماع در گرفت ـ شاه بعد فراغ ارشاد کرد مولوی غزل تو بحضور حضرات خواجگان حسن قبول یافت و بران توقع منزلت عالی باید نهاد ـ مولوی تخاص میکرد ـ یکی ازان مولانا شاه حافظ محمد باران قوتیعظیم و تصرف قوی داشت زمانی در ایامی که حضرت شاه بعزم شرکت درکشایش در فردوسی راهی شد ـ اهل خانقاه را وقت رخصت بشاه محمد باران تفویض کرد ناگاه شخصی بیمار شدید گردید و بعد چند روز جانداد خبرش بحضور شاه بردند اجازت خواه تجهیز و تکفین شدند ـ گفت که حضرت صاحب شما مردم خانقاه را بسپردگی ما کرده اند تا معاودت شان همگنان زنده مانید بعد تشریف آوری حضرت خواه تمام کسان وفات یابید ما را تعرض نخواهد بود بعرض مکرر همان جواب داد تحیر عظیم

بمردم و داد که حسب رسم بی اجازت صاحب سجاده سامان آخرت مردگان نمی تواند شد کسیکه شرف و منصب دارد چنان میفرماید بعد چند ساعت بعض عمایا التماس کردند که وی از دیری مرده افتاده و شما برای گور و کفن وی ما را مجاز نمی سازید ـ بر آشفت که ما کسی را در غیب. حضرت مردن ندهم برخاست و بر جنازه آمد و دست وی گرفت و گفت که مردن هیچ معنی ندارد تا حضرت شاه عود بخانقاه نفرمایند جمع مردم در تحویل و حفاظت مجد بزانند برخیز و بکار و بار پرداز بفور آن مرده بحالت زندگی برخاست و چند روز بصحت و عافیت تمام که اثر بیماری نیز بر جسم وی هیچ ممیز نمی شد کاروبار خانقاه می کرد تا روزی حضرت شاه بخیر تشریف آورد بعد سماعت این حکایت تبسم کرد و آن مرده حقیقی و زنده متوفی را بحضور خود خواند و دست حق پرست بر پشت وی نهاد و رخصت کرد که حضرت حق ترا در عقبی حافظ باد بر بستر خود رفت و بخواب عاقبت راهی گشت همچنان بسی [ص ۱۶۳] حکایات از تصرفات شاه محمد باران بروایات صحیح نقل می نمایند اندکی از بسیار و مکی از هزار این بود آخر بوفور قوت باطنی جذب عنایت پروردگار رفیق احوال و در کار وی وارد گردیدی آرزوی آن از خود رفتگی و بعد چندی از همان استغراق بحضرت حق پیوستگی رو داد بقران چنان خوارق حضرت اکبر اکبر الشیوخ امام الاسلام والدین فخرالمجتهدین ملک المشایخ محبوب رب العالمین خواجه نظام الحق والدین والشرع والدین در تصریح معانی این دو بیت حکیم سنایی غزنوی ارشاد می نماید که بعد از اظهار خوارق نمایان حضرت درویشان را روی ماندن دنیا نماند ـ ابیات حکم حالت سکر اولیا را مستی و زندگانی دنیا را هستی قرارداده اند ابیات :

هیچ منمای روی شهر افروز
چون نمودی برو سپند بسوز

آن جمال تو چیست مستی تو
وان سپند توچیست هستی تو

یکی ازان قوی‌الاحوال مولوی شاه احمد الدین ابدال که در علوم دینی بحر کامل بوده دراذکار و اشغال و تعلیم طالبان و رباضات و اعمال صفوتی کافی و دست قوی داشت آن که در مکتب حضرات چشت مرقوم که حضرت خواجه ابو احمد ابدال مشرب ابدالی ورزیده از انوقت دربن خاندان اکثر خواجگان پی رو ابن طریق اند بر ذات مبارک وی صادق می آمد ـ اکثر در حالت سکر بعض کلام منافی شریعت از وی اصدار می یافت ـ چون بحال صحو در آمدی ازان تایب گردیدی ـ چند رسایل شطحات اولیا را شرحی مختصر پر نفع ترتیب داده یکی ازان شاه عبدالرحمان قادری رانوی که هر چند ارادت بخانواده دیگر داشت اما بحضور حضرت شاه بعطای کلاه اجازت سعادت سر بلندی یافت بعمر طویل از چشمان بصارت معذور و بدیده باطنی پرنور گردید در آخر حال همه قیام لیل از مغرب تا طلوع هرگز از وی ساقط نشده، عجیب دلی پردرد و صورت نورانی داشت ـ اثر نصایح و کلام دلپذیر وی منقوش ضمایر خاص و عام گشتی در اطراف و دیار وی گروهی فاسق العقاید شقاوت نهاد شایع که بدلالت عماید آنان اکثر از جاهلان دران ضلالت می افتادند الا چون باعانت بخت سعید بزیارت وی می رسیدند بعضی را باتصرف باطنی و بعضی را بدلایل عقلی و نظایر نقلی براه راست آوردی ـ ذریات شیطانی از نفحات رحمانی وی مقهور و دور دور ماندی، هم چنان برای حفظ و صیانت صاحبان توفیق ازلی [ص ۱٦۳] از وساوس ناشایستگان این گروه شقاوت پژوه در حوالی و جوار فتح آباد ذات جامع البرکات مولوی شاه غلام کبریا صاحب والد ماجد شان نیز عالم عالی منزلت صاف مشرب بودند و ایشان مذاق تصوف و سوز درویشی فایق برآن حاصل دارند ـ یکی ازان مولوی قیام الدین که

با وصف علمی نافع و منزلتی رفیع وقار و عجز و انکسار و بذل و ایثار بروی محتم بود مدتی در مسجد کاغذیان بدرس و تدریس و محنت و ریاضت بسر کرد و اکثر از کاغذیان و هم دیگران دران محلات بعد از انتقال حضرت شاه آبادانی و حاجی صاحب و صوفی صاحب و دیگر خلفای مجازان رحمت رحمانی از وی تعلیم پذیر شدند و بعد از رحلت فرمای وی بدار ثبات مولوی محمد دار بخشی صاحب که از تلامذه جناب مولانا محمد فضل و کمال حق صاحب از مریدان حضرت شاه سلیمان جاه بوده خلعت فضل و کمال و شرف توطن در قدم حضرت قطب العالم اجودهی در بر دارند تاقیام آن مسجد با درویشان چند آنجا می بودند حالا تمام آن نواحی مع اکثر مساجد مشهوره چون مسجد مذکوره و مسجد حاجی شاه محمد نصر الله سبحانه که اندران بعد وفات شان اخون ملا محمد سرفراز یکی از شاگردان جناب مولانا محمد صدرالدین خان صاحب می ماندند و مسجد و خانقاه حضرت شاه محمد اسرارالله سبحانه قادری و دایره خانقاه حضرت صوفی شاه آبادانی مسمار و هموار گردید ـ صرف زیارتگاه وی قایم یکی ازان مولوی جلال‌الدین ظاهر حال بادرس و تدریس مشغول ماندی شغل باطنی وی از چشم ظاهر بینان مخفی بودی اکثر در مسجد شاه عبدالستار نادری ریاضات بی حد کرده و چند چند روز بی آب و خور گذشت آخر بر دولتسرای حافظ محمد عبدالرحمان احسان می ماند یکی ازان مولانا شاه محمد حیات که هر چند در اوایل بعد از تحصیل علوم کسب طریقت از پیشگاه حضرت قاضی محمد عاقل هم خرقت حضرت شاه کرد الا پس از صفای باطنی اجازت کامل از حضور فخرزمان حضرت شاه محمد سلیمان گرفت و مدتی دراز در مسجد کنار اردو بازار محاذی شاهی حصار که آن نیز اندرین انقلاب جز نامی ندارد رخت انداز اقامت

کشت جمع وافر از وی متمتع فضایل ظاهری و باطنی گردیدند بعد وی مولوی حافظ محمد عبدالرحمان که از شاگردان [ص ۱۶۸] و مریدان وی بوده بفضایل عالی و اعمال صالح شرف و امتیاز داشت سجاده شاه را بر روش تقوی و صلاح آراست، بدیده ظاهر گو که در چشم عالمیان بی نگاه الابچشمان حقیقت از حال عالم آگاه بوده - یکی ازان حضرت حاجی شاه غلام نصیرالدین فخری خلف السعید حضرت شاه غلام قطب‌الدین فرزند رشید حضرت مولانا محمد فخرالدنیا والدین هر چند فیض خاندانی بود الا نعمت سلیمانی بر آن افزود و اوصاف زهد و تقوی و تحمل و سخا و توکل و رضا و ضبط اوقات کسب ریاضات و اخلاق حمیده آن برگزیده آفاق از غایت اشتهار محتاج اعلان و اظهار نی مرجع خلایق نزدیک و دور و ملجا و ماوای سلاطین آل تیمور بود منصب خاص و قبول عام داشت حالا صاحبزاده عظیم‌القدر والا منزلت رفیع الشان با جود و تمکین شاه غلام نظام الدین فروغ سجاده این حضراتست یکی ازان شاه محمد حسن عسکری وی از اقرب قرابت داران حضرت شاه محمد صابر بخش بود که حضرت وی از شاه محمد نصیرالدین و شاه غلام سادات پدر وجد خود نعمت یافت و شاه غلام سادات از خلفای شاه محمد نصیر صابری وی فایض از حضرت شیخ محمد چشتی مرید حضرت شیخ ابراهیم رام پوری آینده حسب تصریحی که در خانواده شریفی و مجددی اشارت رفت شاه عسکری باوجود شرافت و اجازت خاندانی باقتضای این معنی که چون آفتابی جهان تابی از افق مشرق طلوع نماید جمیع نباتات و جمادات و افراد بنی آدم و ذی ارواح عالم ازو پرتو گیرند آخر حال بحضرت شاه شتافت و نعمت اجازت و منزلت خلافت یافت - یکی ازان فروغ خاندان فخر زمانی فایض نعمت اصلی

سلیمانی قطب اقلیم کامرانی شاه سلیمان ثانی حافظ کلام ربانی قیوم یزدانی سید السادات صاحب البرکت جناب حضرت مولانا حافظ سید شاه ... علی خیر آبادی قریب و منزلت بحضور حضرت مرشد برحق چنان داشت که قریب و منزلت حضرت مرشد بر حق بحضور جناب حضرت فخرالزمان و حال ولایت اشتمال وی در مجاهدات و ریاضات و سیر و سیاحت اطراف و اکناف مانند مخدوم جهانیان و در تمکن و استقامت و عز و کرامت چون فخر دو جهان از غایت اشتهار کمالات فضایل وی احتیاج تصریح و تشریح ندارد چند لک مردم از عرب و عجم بر دست حق پرست وی تایب و مرید شدند و اکثر از فیض صحبت یافتگان وی بر مناصب [ص ۱۶۶] بلند عظمت و کرامت و عزت و رفعت دینی و دنیوی سر بر آوردند و اطراف هند از دهلی و آگره و گوالیار و اجمیر مراد آباد و بریلی و دیگر قصبات دوآب و نواحی سند از حیدر آباد و بکر و شکار پور و ملتان و لاهور و جالندهر و دیگر آبادانی پنجاب و دیار جنوبی از حیدر آباد و احمد آباد و اورنگ آباد و دولت آباد و حوالی شرق از ممالک اود و بهار و عظیم آباد و مرشد آباد از فیضان و برکاتش معمور و از طالبان صحبتش پرنور، مریدان نسبت و غلامان حضرت وی همگنان بقدر وسعت و اندازه خویش شادمان بحسب ظرف و استطاعت خیر اندیش کامران و شرافت سیادت نسب و حسب وی از دودمان عالی سادات عظام قصبات حوالی آود بزرگان عظیم القدر وی نوبت بنوبت از مشاهیر روزگار و کاملین نامدار بر سجاده مشیخت و اقتدار رهنمای خلایق آندیار ماندند هنوز هم سجادگی آبا و اجداد اندران خاندان قایم و رشد پیری مریدی دران نظام دائم حضرت وی را شوق زهد و عبادت و ذوق

فقر و ریاضت از صغر عمر در خاطر افتاد بعد حفظ قرآن مجید و تحصیل علوم دین در مسافرت قریب و بعید بسی از درویشان صاحب جاه را ملازمت فرمود الا روی مقصود ندید ـ لاجرم بحضرت دهلی آمد و چندی اکابر اینجا را دریافت بر حسب بشارتی که از غیب در دادند بحضرت دارالخیر اجمیر رفت و پنج سال در مجاورت آستان ملایک دربان حضرت سلطان اقلیم هندوستان نور معرفت جمع آورد ـ ازان بعد بر در فردوس قدر حضرت قطب الاقطاب فردالاحباب مدت هفت سال بریاضات تندید بسر ساخت و اکثر عقب عیدگاه التمشی که مجمع رجال الغیب و منزلگاه حضرت ابوالعباس خضر و خوابگاه بسی از متقدمان و متاخران اولیای حضرت حق باشد در مجاهدات صعب پرداخت تا بحضور حضرت محبوب ذات منزه از صفات ارشاد شد ـ دو سال آنجا اکتساب فضایل کرد شش ماه مجاور بارگاه حضرت سراج طبقات حضرات چشت ماند ـ روزی حضرت کمال دین و دولت صاحب طریق حسب اشارت جناب خال بزرگوار هدایت فرمای وی گردید در تکمیل زمان پانزده سال عبادت شما که بران نتایج دارین ودیعت نهاده اند منحصر بر عنایت حضرت شیخ فانی فی‌الحق و جناب فخرالدین و الحق کردیم [ص ۱٦۷] برونق آن مدت ششماه بدین طریق گذرانید که روز در دهلی و شب در مهرولی می رسید اندرین پانزده سال تکالیف سخت بر ذات قدسی گوارا میکرد ـ چون آسقای مساجد حضرات وآب کشی بر هر یک چاه حوالی زیارات و هر باداتی برای محتاجان و آب رسانی در وادی دور دست و شوارع بی آب و سیرابی لب تشنگان و جاروب دهی بر آستانجات صاحب دلان بامعانی و زندگان جاودانی و مجاهدات اربعین بر آری و شب زنده‌داری چون وقت سعید درآمد از محفل فردوس منزل جناب حضرت رسول مقبول

بوسایل حضرات چشت برای عقد بیعت بشارت پذیرفت ـ بدین طریق که حضرت هند الولی وی را تفویض جناب فخرالعصر و الزمان گردانید و حضرت مولانا وی را بصدر خویش چسپانید و گفت که دربنولا در عالم ظاهر رهنمای خلایق در نیابت حضرات چشت صاحب فروع و عالی منصب خاندان ما مولانا شاه محمد سلیمان باشد و از مدتی انتظار تو دارد زود بحضور وی بشتاب و نعمت دو جهانی دریاب بفور این روایت از خواب بیدار و بسرمعاملت خبردار صبحگاه عزم بارگاه حضرت شاه سلمیان جاه‌گردید ـ همان روز حضرت شاه بنور باطنی این حال دریافت و باصحاب خویش ارشاد ساخت که شاهی فرستاده حضرات خواجگان ما علیهم الرحمت از دهلی می آید و قریب تر اینجا می رسید و هم در نسب و هم در منصب شاه باشد و بعد چند روز ازین ارشاد چند حضرات را برای استقبال وی فرستاد الا اوشان براه دگر افتادند ـ وی روزی از شارع ثنی قریب در دولت در آمد ـ حضرت شاه بجمال با جاه و جلال خود از دایره خانقاه بیرون تشریف آورد ـ بنور باطنی هر دو حضرات باهم شناسا شدند و قران السعدین واقع گردید ـ حضرت شاه گفت که از دیر باز انتظار تو داشتم ـ شکر که بر موقع وقت و محل قبول رسیدی دمی که جناب حافظ صاحب تقبیل قدوم برکت لزوم حضرت شاه کرد از غایت اشتیاق از چشمان گوهر بار آن قدر اشک آرزو ریخت که پیراهن مبارکش و پای شریف وی تر گردید ـ آخر بهر دو دست حق پرست هر دو کتف آن سید پاک گرفت و برداشت و در کنار آورده همان وقت از نعم و حشم دنیاوی و دینی پر نور گردانید بعده در خانقاه رفت و چندین روز در تعلیم وظایف و لطایف و اوراد و اذکار و اشغال و اعمال خاندانی

مصروف داشت و بانعمت و اجازت جانب هندوستان برای آرایش این بوستان منصرف ساخت بعد حصول دولت خلافت هم که هر روز و شب جوق جوق خلایق متعرض حال و مشوش [ص ۱۶۸] احوال می ماند ـ عجیب عجیب محنت و ریاضت دور از وهم و خیال و زاید از طاقت بشری را متحمل گردیدی ـ که جز بر خوارق عادات حمل نمیتواند شد ـ و هرگاه کسی منافی طبع منظور بودی بی اطلاعی کسی از خلایق و گروه تجرید ورزید و در دیاری و مصری وارد گردیدی که آنجا کسی از اعیان و عوام شناسا نبودی بعد چندی که حسب ندای غیب اهل و نااهل آن نواحی برکوایف شرایف آگاه می شدند و هر وضیع و شریف قدر و منزلت در حضر و گذر کردن می گرفت ـ بحکم ضرورت ازان جا هم اختفا می گزیدند ـ رب قدیر در جلد وی چنان اعمال صالح آنچنان قبول بارگاه خود عنایت کرد که مقبولان و اهل دلان عالم خاک قدومش کحل الجواهر دیده انتظار ساختی و آن چنان محبوب انظار خواص و عوام گردانید که سلاطین نامدار و امرای کبار آرزوی دولت دیدار وی داشتی تصریح فضایل و کمالات وی را چون مناقب و مجاهد حضرت شاه دفتری می باید بفضل قادر قدیر در ذخیره سلیمانی اندراج یابد و عرفان پناه مکرمی شاه عبدالله جل شانه ناقل اند که خورد سال و از چند مدت بعوارض بخار و قشعریره بره پامال بودم ـ روزی از بستر راحت تا دهلیز مکان رسیده ایستادم درویشی با طباق مسی و رومال پوشی از برابرم گذشت و جانب مکانات هندوان می رفت ـ پرسیدم کیستی و کجا می روی؟ گفت که صاحب منزلتی اینجا رسیده هم عالم و حافظ هم عابد و عارف هم سید و حاجی برای حضرت وی نان

پخت حواهم کرد آرد خشک روغن و نمک آمیز در طباق دارم
گفتم باز آی که آن نواحی خانجات هندوان است ـ غرض که وی
درمحله‌ای خود بردم و بعد ترتیب نان دهن (روغن) پاره برا
مالیدم و شکر افشاندم و سبوی از مختص مدس [؟] و لطیف دست خو
با درویش آرنده نان بخدمت حضرت وی در آمدم بحضور ایشا
بزرگی دیگر بود ـ ضعیفی و لاغر اندامی ریش و بروت سفید:
چهره نورانی قامت بالا راقم آثم بنده شرمنده گمان قوی دارد که
بدین صفت و علامت خان رفیع الشان صاحب العرفان محمد عظیم خا
بود ـ بهر حال آن هر دو بزرگوار و آن درویش خادم وار بخوش
گواری تمام آن طعام خوردند ـ پاره نانی دوغ آمیز بما مرحمت
کردند تا بخورم عذر بیماری کردم ارشاد کردند که طفیل حضرت
شیخ ما هیچ ضرر ندهد بل هیچ اندوهی نماند خوردم و همانا که
توانا و تندرست بصحت و عافیت گردیدم ـ تا حالت تقریر که جوان
هم بدرود کرد عمر ضعیفی بسر آمد ـ بخار و قشعریره گاهی
لاحق نگردید بعد آن راست جانب ابوهر پرسیدند نشان داد
و هم گفتم که درین وادی قطاع الطریق می دوند مسافر و مال
را ثبت نمی گذارند شما دو یا بوی پر بار [ص ۱۶۹] از ظروف
و آلات چینی و مسی دارید و لباس فاخر چسان (چسان یعنی چگونه
بسلامت خواهید رفت گفت که خیر جز یکی از کسی نترسم ا
همان ایام محبت حضرت شاه در دل عرفان پناه پیدا شد و بعد
چندی دولت حضور دریافت و ـ اقتدای وی خلایق بسیار ازان دیا
در اطاعت حضرت خان در آمدند ـ از شاه مولی بخش فاروقی منقول
که زمانی جناب حافظ صاحب جانب نارنول عازم بودند ـ در
صحرای با وسعت زراعت خریف سرسبز و کاشتکاری بر مناره محافظ

بود یکی از قربیان وی از جانب آبادانی می آمد به آواز دراز پرسید که فلان کار کردی وی گفت نکردم باز نام کاری دگر بر زبان راند که آن کار کردی ازان هم انکار ورزید که هنوز نی - کاشتکار بر این معنی بر آشفت و بغضب در وی بانگ زد که ای وای بر تو نه آن ساختی و نی باین پرداختی وقت آخر گردید جناب حافظ صاحب بر این کلام فصیح وی انتباه یافت و بی خود از اسپ راهوار خوش رفتار بر افتاد - محافظ دانست که شاید غلولی از گردش منجنیق ما بر سوار رسید وی هم باضطراب در آمد و از مناره بلند بر جست - دربن اثنا رفقای حضرت وارد شدند هرگاه مزارع بر مناقب و فضایل حضرت آگاهی یافت با اعتقاد و ارادت و مع اهل و عیال ایمان آورد - کرامات و کمالات وی خارج از حد و شار بود - حصر آن در اندازه تحریر و تقریر نمی گنجد - علاوه از ایام ریاضات و جفاکشی مدت سی و پنج سال زیب افروز سجاده نعمت و ارشاد ماند - خواص و عوام را چون‌حضرات چشت دست‌گیری کردی اکثری را بر منازل عالی رسانیدی و بیشتر برابر طریق راست نایب‌گردانیدی - از مریدان باکثرت یکی محمد عظیم خان بود صاحب منزلت فنافی الشیخ غایت محبت‌که مرید را مزید بران متخیل نشود با حضرت شیخ خود او حاصل داشت که اگر کسی نام نامی او بردی وی بر زبان آوردی بی تاب و توان نیم بسمل متغیرالحال گردیدی - آخر حال که در منازل درویشی ترقی پذیرفت آنگاه اگر کسی نام حضرت مرشد می گرفت صرف اینقدر می‌گفت که‌جمیع ظاهر و باطن ما از تصدق ویست - اکثر اقامت خان بدهلی در مسجد عنایت الله جل شانه خان بود - بضرورت وضو و غسل چند سبوی آب خالی کردی در وقتی برابر شیخ بتوسای شریف رو کرد چون دران نواحی در آمد در

خیال آورد که از برای برکات چیزی بچیزی زبان این دیار آموزم ناگاه شبانی گاؤ میشی را [ص ۱۷۰] براه می راند و کلامی ناشایان مخاطب آن شعار داشت ـ خان آن را یاد گرفت و عقب وی چند گروه رفت تا تمام الفاظ صحیح را حفظ کرد ـ بالب لهجای اصلی هرگاه در خانقاه واردشد با بعضی از یاران ظاهر کرد آنان ساکت ماندند ـ روزی در دربار گوهربار آوردند که خانصاحب زبان دیار حضرت یاد کرده اند حضرت شاه مجلسی عالی داشت روی التفات جانب خانصاحب آورد که ظاهر نما عرض کرد که درین عمر پیری زبان فصیح این دیارکی آخر توانم ساخت ـ الا تبرکا چندین الفاظ یاد کرده ام و آن کلام نا فرجام بر زبان آورد حضرت شاه خلاف رسم و عادت بیحد خندید و هر یکی از مجلسیان بی اختیار گردید خان در تحیر عظیم افتاد حضرت شاه بخوبی دانست که وی معانی آنرا نمی داند ـ بحاضرین اشارت کرد که در جمیع اعمال خلوص اراده شرط آمد وی بعزم برکت اخذ آن کرد برکت یابد بعد برخاست که خان بر معنی آن وقوف یافت بسی خجالت وانفعال دیدـ از نصف شب روبروی حجره حضرت شاه دست بسته قیام کرد هنگامی که شاه گردون بارگاه بیرون خرامید این حال بچشم عنایت دید ـ اندرون حجره برده از نعمات سلیمانی بهره ور گردانید و اکثر فرمودی محمد عظیم خان برادرما و روشی پاکیزه دارد این حال بر مصداق این شعر واقع بیت ـ :

مرا بساده دلی های من توان بخشید
خطا نموده ام و چشم آفرین دارم

زبانی معظمی جناب غلام حسن صاحب مغفور والد ماجد احبی و اعزی سید فیض الحسن صاحب استماع دارم که زبانی خان محتشم القدر

از دیار پنجاب بس خوار و هزار محنت و مشقت سفر دیده و مصایب غربت راه ورزیده شامگاه در آستان ملایک دربان حضرت سید السادات جامع البرکات قرةالعین مصطفی نور دیده مرتضی :

امام ابراهم و ناصرالدین زمان
نور دوجهان دو چشم چشم ایمان

خوش طالع سونی پت که سعدین شرف
در برج یکی مزار گردند قران

آمدند بعد نماز مغرب بخدمت ایشان پیوستم و از منزل و مقام و زاد پرسیدم فرمودند از پنجاب واردم و یکی از غلامان حضرت شاه سلیمانم تابع حضرت سید پاک زاد قسام ازل هر روز روزی جدید بر ما قسمت می سازد اگر مجاز دارید بر این در فیض مظهر اعتکاف پنجاه روزی ورزم[ص ۱۰۷] گفتم انسب مینماید هر خدمتی که ارشاد خواهد رفت عمل در آمد تواند شد ـ شب بخیر گذشت صباح دیدم که از تکالیف منازل کشی بشره شریف ایشان سیاه و بر اندام ثبور و هر دو پا خار خار و از هم فگار ـ بهر حال بعد غسل و فراهمی مایحتاج در حجره پایان جنوبی مسجد اعتکاف کردند بر در آن از بالا قفل زدیم صبح و شام بدر حجره می رفتم زنجیر از اندرون می زدند روز هفتم صبحگاه آواز دادند که تصدق حضرت امامان کارما که در پنجاه روز توقع داشتم در مدت شش روزه راست گردید قفل واکردم پیری دیدم نورانی در کمال پاکیزگی و لطافت جسمانی رنگ و رو سرخ مانند انار قطع نظر از فضایل معنوی در صورت و جمال ظاهری آن قدر تغیر بود که در وهم و خیال نگنجد ـ همان روز عازم دهلی گردید ، خان صاحب آنجا

نام خود ظاهر نکرده بودند و این اکثر از عادات ایشان بود که با کسی نام خود غلام حضرت خان خواه غلام شاه سلیمان یا غلام سادات یا غلام حضرات ظاهر می کردند ـ راقم حروف حال این مجاهده منقول از مجاهد زبانی نادر العصر حاذق الزمان حکیم محمد حسن خان دریافت داشت ـ روزی که بر آستان حضرات اماماں ربانی جناب سید صاحب والا نسب عالی حسب سماعت کرد بی تامل گفت که وی بزرگوار محمد عظیم خان عالی وقار بود یکی از مریدان نیک اعتقاد صافی نهاد عاشق طبع آزاد طرح سر دفتر وارستگان سر منشای از خود رفتگان مستجمع محامد خفی و جلی سید شاه تراب علی حالات تفرید و تجرید و تعشق و تفوق و سوز و گداز و راز و نیاز وی را دفتری می باید ـ ترک دنیای وی از مناصب جلیل بر حسب مضمون این شعر بود بیت :

گرچه صایب بی تامل هیچ کاری خوب نیست
بی تامل آستین افشاندن از دنیا خوش است

اول با شاه ابوالبرکات در گوالیار ارادت آورد بعد بجناب خلایق مآب حافظ قرآن صاحب نعمت شاه سلیمان و با حضرت شرف قرابت هم داشت که از سادات کرام و اعیان عظام کبری بود ـ مدتی در گوالیار بعشق و سرگردانی و زمانی در دهلی بحسن پرستی و پریشانی گذارنید چندین بار بزیارت حضرت شاه و سفر حجاز رفت ـ طبعی لطیف و ذهنی رسا و علمی ضروری وی را بود چند مثنویات وحشت انگیز درد آمیز حسب حال خود گفت ـ کلامش موزون و درد ناک است و ریاضات [ص ۱۷۲] بیحد کردی قیدی و بندی بر خود نداشتی حضرت مرشد را بر حال وی مرحمتی خاص و

موافقتی باختصاص بود ـ نوبت آخر که بسفر حج رفت در همان دیار جان شیرین بجان آفرین داد ـ یکی از مریدان باخبر عالم عالیقدر افتخار دوران مولانا محمد احسن الزمان صاحب حیدر آبادی صاحب قول مستحسن فی فخر الحسن که در علوم دین بی نظیر و در فضایل درویشی نادر العصر بوده دیار جنوبی را بقدوم برکت لزوم خود پرنور دارد ـ یکی از ارادتمندان قدیم صاحب رضا و تسلیم حافظ شاه سلطان بخش صاحب بود که عمر عزیز بر در دولت حضرت قطب الاقطاب آخر کرد طرز درویشی وی خوب بود فرزندان گرامی دارد که روش درویشی دارند ـ در حضرت خیر آباد بر سجاده نعمت و ارشاد حافظ محمد اسلم صاحب که هم شرف قرابت و هم منصب خلافت از حضور حافظ قرآن ثانی شاه سلیمان و مناقب زهد و تقوی و عشق و محبت حضرت خواجگان نصیب دارد فیض رسان عالمیان است ـ

منزل صد و ششم در ذکر اندکی گفتار در طریقت اسرار

باید دانست که طریقت عبارت باشد از وجوب و لزوم اموری چند که حضرت رب‌العزت آن را بر بندگان خود از روی نص صریح واجب و لازم نگردانیده بندگان مقبول برای حصول تقرب و رشد ارتکاب آن از لوازم عبودیت تصوریده واجبات کرده اند تابقوت علمی و عملی حجاب در حجاب که از باعث بعد آفرینش بنی نوع انسانی با نور نبوت ربانی واقع دور نمایند و لیاقت رحمت کامل دارند از صفات ظلمانی و عادات حیوانی وارهند و قدم بر قدم مقبولان از کمالات روحانی و انوار سبحانی دیده و دل پرنور سازند و جریان شعار طریقت بعد از قبول و تقدیم اوامر و نواهی شریعت

می باشد و تصریح لوازم طریقت در ذخایر اهل تصوف و ارباب طریق و اصحاب تحقیق آشکار و ظاهر -

منزل صد و هفتم در کلام تقویت، نظام در لیاقت و انتخاب مرشد فایق واصل الی الحق و حصول شرف صحبت و سعادت بیعت و احتراز استخاص صورت آرای جو فروشان گندم نمای دنیا داران دین برباد جاه جویان بی بنیاد که خود را منسوب بخلافت و مجاز در بیعت از طرف کاملی سازند و ظاهر حال در لباس مشیخت آرایند و در باطن خیال دنیا دارند و از مکر و تذویر عالمی را در بحر هلاکت اندازند

[ص ۱۷۳] بر ضمایر اهل اعتقاد مخفی مباد که روش صاحب منزلان بامعنی بر یک قرار معین نمی باشد- بعض طریق سلامت و صفا باتباع احکام شارع مختار سازند بعض طرز ملامت و خلا برای حجاب از نظر خلایق شعار دارند بعض بقیود شرعی مانند، بعض بوثایق عرفی خورسند بهر حالی که مامور و ماذون باشند بر روی کار آرند- طالبان صادق را می باید که دوام از حضور دلی در تلاش مرشد کامل جهد بلیغ نمانید و هرگاه چنان نعمتی دست دهد بدست بیعت توقف نسازند و در ذات مرشد کامل ظهور خوارق عادات و اسراف بر خواطر مشروط نشمارند - همچنان قید و بند وی در جبا و دستار و عصا و مصلا منحصر ندارند- اهل ایمان ابدی را بر برهنمونی سعادت ازلی صرف شهادت ضمیر تنویر کفایت می نماید و حضراتی که انوار حضرت حق برجبین دارند حاجت بر تشخیص و ترددی نباشد الا چنان حضرات بابرکات مصادر لوامع رحمت

ایزدی اندرین آوان و اوقاف نادر العصر و عزیز الوجود ازانظار
عام خلایق غیر مشهور لاجرم توزین در میزان عقل و دانش
این قدر می باید که سوای طرز ملامت ظاهر حال شیخ سالک
با حکام شریعت استقامت دارد تا اطلاق زهد و اتقا بروی تواند شد
رب قدیر ولایت و کرامت را در تقوی انحصار می فرماید ممیز
صالح از طالح را دریافت اینقدری دشوار نخواهد بود که آن
صلاحیت اصلی باوضعی و اختراعی که دیگر در خیال آرد که در
صحبت با برکت وی دل از دنیا بر گردد از خطرات نفسانی و از
وساوس شیطانی نفرتی بحصول انجامد و خواهش نفس بر رضای
حضرت رب العزت تعلق پذیرد از روی فروغ و فراغ دنیا از خاطر
بر خیزد و صرف جذب خواطر جانب ذات شیخ هم اعتماد را
نشاید که در خوارق عادات و جذب طبایع علی تفاوت درجات
بعض اهل استدراج نیز با صاحب تصرفات شرکت دارند و اقسام سحر
دران اثری قوی دارد علمی نافع بقدر حاجت از وقوف
احکام عام شریعت و طریقت در حضرت شیخ سالک از ضروریات
وقت شمارد که زاهد جاهل اگر بارگاهی رفیع ندارد بانی تحریک
اخوان‌الشیاطین از پا می افتد وجد و حال را نی منهج انکار
گرداند نی مرجع اینکار در تهییج سماع و حصول ذوق و شوق
بوسایل آن شکی نباشد الا اهل درین عهد شاذ و نادر اندر هریک
زمن و اوقات چند اشخاص چنان باشند [ص ۱۲۴] ظاهر حالات خود
بر وضع صالحان آرایند و لباس مشایخان در بر پوشند و قال عارفان
ورزند و با کاملی عالی طریقت معروف دهر بسبب ارادت و اجازت
خود رسانند و بوساطت حواشی و شرکای نفع خود را شیخ کامل
شهرت دهند و انواع کرامت بوی منسوب دارند و عبادات
طویل و عادات ثقیل از یوم و شب در نظر خلایق بر روی

کار آرند و خلایق را در دام تذویر و تسخیر خود آرند تا نفع دنیاوی صورت بر بندد نوعی اینقدرهم برحد اعتدال باشد زیاده بر چنان ریا مردم را نست بیعت گیرند هر چند همچو گرذار قابل زوال ایمان اند حسب روایاتی که در ذخایر حضرات چشت اندراج پذیرفت الا اگر قادر قدیر بفضل عمیم خود بشفاعت حضرات عارفان نجات دهند گنجایش دارد فقط ـ

منزل صد و هشتم در توضیح در التجا و دعا بجناب کبریا رب ارض و سما بحق حضرات انبیا و از روی توسل حضرات اولیا و استمداد و اعانت هنگام ضرور و حاجت از حوایج دین و دنیا بر طریق جایز در شریعت و طریقت

التجا و دعا بحق و توسل حضرات انبیا و حضرات اولیا بجناب کبریا می باید که حضرت ابوابشر آدم صفی علیه‌الصلوة والسلام هرگاه از ریاض جنت بدنیا تشریف آورد بعفو تقصیر و قبول عذر خود حیران بود ـ ناگاه در ذهن سایم وی القا پذیرفت و یاد آمد که هرگاه خالق کریم روح خاص در قالب خاکی ما در دمید سر خود جانب عرش عظیم بالا کردم آنجا نام جناب رسول مقبول با نام پروردگار مرقوم بود ازین رو دانستم که قدر و منزلت کسی برابر قدرو منزلت حضرت وی نباشد بحق و توسل وی شفاعت خواست قبول افتاد فرمان آمد که وی را چسان دانستی حضرت آدم ماجرا ـ گذارش کرد ـ ارشاد رفت که وی خاتم رسالت و نبوت خواهد بود از ذریت تو اگر وی مقصود و منظور نبودی زمین و آسمان و عالمیان کی بوجود آمدی ـ جمیع کاینات طفیل وی آفریدم و اهل کتب قدیم که دعارا بحق کاملان امتناع کرده بودند اسباب آن

بولت مکھ سے بکھرین موتی سواون موسے کہی سنائے
آج کی رات مسلمانن نے لیا شہر جھہ فتح کرائے
جھ ھی لوگ ھیں فتح کریا شام ملک اور فارس کیاو
تب مین اونسے پوچھن لاگی کون ھو تم میرے سرداو
بولے ھون میں نبی خدا کا اور محمد میرا نام
کلمه اون تب موئے پڑھایا اور بتایا دین اسلام
اور قران کی بھی دوئے[1] سورت سواون موکودئین سکھائے
سن جھ باتین حضرت خالد من مین رہے اچنبھا[2] لائے
لاگ کہن وہ دؤو سورت ہم ھو سنین پڑھو منلائے
الحمد اور قل کی سورت تب رانی سودئین سنائے
مین تو مسلمان ھوئیگئی ھون اور روماس ھوئے ھیں نائے
میری آن سے اب نابن[3] ھے موئے الگ تم دیو کرائے[4]
وہ ھونمین اسلام کے دلمیں[5] آنکے گھر مین رہ ھون نائے
تب مسکائے حضرت خالد اور رانی سے کہیں سنائے
مسلمان روماس بھئے ھیں تجھ سے بھی پہلے منلائے
اتنی سن تب اپنے من مین رانی بہت خوش ھوئے جائے
چیز بست جوتھی محلن مین سو سب باھر لائے نکار
ھوئیگئی[6] سنگ مسلمانن کے رانی روماس اور گھر بار

---

(۱) دو سورتیں سکھا دین (۲) تعجب کیا
(۳) میری نہیں بنے گی (۴) الگ کرا دو
(۵) گروہ میں (۶) رانی اور سب ساتھ ھوگئے

تا پاچھے حضرت خالد نے سنیو تم سنوہو بھائے
اکٹھا کر بصرہ والنکو کرسالیۂ[1] دیا لگائے
بندوبست شہر کا کر کے نیاؤ کا ڈنکا دیا بجائے
وحی لکھیا کو اور حاکم سو بصرہ میں دیا بنائے
تاپاچھے حضرت عاس کو لکھ جبھ[2] پاتی دئی بھجوائے
گڈھ بصرہ کو میرے ھاتھن سے رب نے دبا فتح کروائے
نگر[3] دمشق جو گڈھ غوطہ ہے چلون تہان اب کوچ کرائے
تمہو کوچ کرائے لشکر کا تہیں[4] سو ھمسے ملیو آئے
پاتی لکھی اور گدی پت کو دی مدینہ کو بھجوائے
سانچے خلیفہ ھمرے نبی کے سکبھہ سے راکھے تمہیں خدائے
جیت لیا میں گڈھ بصرہ کو اور دمشق اب کرے چڑھائے
آج ھی عرضی لکھی جبھہ مینے آج ھی کوچ دیا کرائے
آس دعا کی بڑی ہے تمسے دعا کرو ھمرے سردار
جیت اسلام کی ھوئے سب ٹھارن[5] ھمری فتح کرے کرتار
مہر رہے مالک کی نسدن تا سے سدہ ھوئیں سب کام
پہونچے میری اور سے آگے سکل[6] سبہا کو دعا سلام
ایسی لڑائی بھئی بصرہ مین سو یارو میں دئی سنائے
بھئی لڑائی گڈھ غوطہ میں سو اب آگے لکھون بنائے

آلھا دمشق نگر کی اور اب رندولھا کا فتح نشان

---

(۱) ٹیکس
(۲) یہ خط لکھا بھیجا
(۳) غوطہ کے قلعے پر چڑھائی کروں
(۴) ھم سے آملو
(۵) جگہ
(۶) سب کو

دمشق کی پہلی لڑائی

سمرنی

برن[1] برن کے روکھ جمے ہیں نیکا باغ رچا سنسار
رنگا رنگ کے پھول کھلے ہیں پھولی پھلی ہے جگ پھلوار
سوبھا اسکی ادھک سہانی سب کے من کو لیت لبھائے[2]
باسا[3] اسمین پر تھوڑا ہے کوئی سدا رہت ہے نائے
دوئی دروازے اس بغیا[4] کے دؤؤ کھلے رہت دن رات
اس سے آئے تماشا دیکھا اُس سے نکس کے باھر جات
آج نے دن کو اس بغیا میں ایسا روکھ نہ اوپچا آئے
چوٹ کاھاڑے کی کا ھوون جسکے اوپر پہونچی نائے
کاھو ڈار میں آجکے دن کو ایسا پھول کھلا ہے نائے
کھائے تھپیڑا جو آندھی کا بھوئیں[5] پر گرا نہیں کمھلائے
جو پت جھاڑ کی بیار کے مارے جھڑ کر گرے نہیں اکبار
رنگ برنگ کی اوڑبن چڑیاں بست ہیں اُس بغیا میں آئے
بھانت بھانت کی بولی اپنی بولت ہیں سب دھوم مچائے
راگ کھون گاوت ہے بلبل پھول پھولن پر آئے
ھرے ھرے پتوا کی ڈارن پر سوھا[6] میٹھے بول سائے

---

(۱) قسم قسم کے درخت اچھا باغ لگا ہے (۴) باغ
(۲) لبھا لیتی ہے (۵) زمین
(۳) رھنا (۶) پتوں کی ڈالیوں پر طوطا

کہوں[1] کو یلیا پھرت ہے کوکت کوکوکز کرکوک لگات
کہوں پپیہا پیڑن پیڑن پی پی کرت پھرے دن رات
ھنس کہوں اپنی بولی میں اور کہوں کرکے مور پکار
سانچا[2] بھید کہوں بولت ہے قمری کنٹھ میں مالا ڈار
بول بول کے اپنی بولی سبھی پکھیرو اڑ اڑ جات
رھت نہیں ھیں اس بغیا میں رین بسیرا سب کرجات
بغیا[3] جگ اور روکھ ہے کایا اور چڑیا بوجھ پران
بغیو جھہ اکدن نا ھوئے ہے جگ میں رہ جے ہے سنسان
جی نہ لگا تواس بغیا میں مورکھ[4] میری کہی لے مان
ہے حو امر سدا رھتا رکھ واھی سے اپنا دھیان
پھونچا جائے سیقم کہاں تو اپنے قلم کی باگ اٹھائے
ان باتن کا چھوڑ[5] نہیں ہے جھ باتین نبڑن کی نائے
چاؤ رکھت ھیں رندولہ کا حافظ[6] جی صاحب گربھائے
لکھ کر جج دمشق نگر کی جلدی دے تو انہیں سنائے .
جیت لیا جب گڈھ بصرہ کو اور دیا حاکم بیٹھار
تب رندولہ حضرت خالد گڈھ غوطہ کو بھئے تیار

---

(۱) کہیں کویل کوکتی ہے کہیں درختوں پر پپیہا بولتا ہے
(۲) قمری حق سرہ کہتی ہے
(۳) باغ سے مراد جگ ہے درخت سے مراد بدن اور چڑیا سے مراد روح
(۴) احمق میری بات مان لے خدا سے دل لگا
(۵) کنارہ نہیں ہے ، ختم نہ ھونگی
(۶) عبد اللہ شاہ قادری پیر بھائی جو کتاب کے محرک ھوئے

سجاوہ رن کا بانکا دولہ اور لشکر کو لیا سجائے
ساجگئی سب فوج کٹیلی[1] تن لئے ہتیار لگائے
ہاتھ مین نیزہ کمر میں خنجر دائیں بازو پڑی کمان
پیٹھ پڑے ترکش تیرن کے بائیں ڈھال براجی[2] آن
سِر براجا ٹوپ[3] جہلرمان کندھے میں بندھی تلوار
بکھتر ساج[4] رہے اور تن پر پھبن پٹکے کرین بہار
سجگئے زین عربی گھوڑے جیسے سجے کاہن سے ڈار
پون بچھرا رندولہ کا سوو ساج[4] ھوا تیار
پھاند سوار بھئے رندولہ دیکھ پڑے موتی پر آب
پھاند سوار ہوا سب لشکر ترتی دھر دھر پانون رکاب
ناچن لاگے گھوڑے عربی جیون ججن پر نا چین مور
نے لے اولیلین[5] ھنین لاگے جیسے مور مچاوین شور
بھرین اُمنگیں رنکھتیں کی عربی گھوڑن کے اسوار
کوئی کہن ہوئے جو رندولہ حکم کوچ کادئیں پکار
فوج سجی رنکے دولہ کی مانورن کی سجی برات
جیت کے موتی بھر بھر جھولی حورین نچھاور کرکر[6] جات
گھوم گھوم آسمان چوندس[7] لئے بلیان بل بل جائے
بل بازو غازی شیرنکی جھک جھک سورج چومے آئے

---

(۱) قاتل — (۲) ڈھال پڑی
(۳) خود — (۴) سج رہے
(۵) کلیلین کرنے لگے — (٦) نثار کر کر جاتی ھیں
(۷) چاروں طرف سے قربان

باندھ پرے جب ٹھارے ہوگئے[1] عربی گھوڑن کے اسوار
حکم کوچ کاتب لشکر میں دندلہ نے دیا پکار
حکم سنت[2] کھن رندولہ کا کھڑ کھڑ کھڑ کھڑ چل بھئی فوج
جیسے باڑھ چلے ندیا کی جیسے چلے سمندر موج
ڈگمگ ڈگمگ دھرتی ڈولے نیچے ترا گائے تھرائے
نعرہ کڑکا الا اللہ کا گیا اکاس سے ٹکر کھائے
چونک فرشتے اٹھے سرگ پر پاک نبی کے گئے اگار[3]
گڈھ غوطہ کی اور کھچی ہے اب تمہری ننگی تلوار
بولے نبی جانو خالد کو رب کی اک ننگی تلوار
کبھوں میان میں ہوئے ہے ناہیں چاہے کچھو کریں کفار
چلے دمشق کو حضرت خالد اپنے دل کو کوچ کرائے
گھہرت چلا محمدی جھنڈا نعرہ ہوت گول میں جائے
دبت[4] اندھر یادلمین آوے گرد اٹھ باندھ رہی گھنسام
سگرے[5] دنکی منزل کر کے جائے شنیہ کرا مقام
منزل کرکے دسرے دنکی دھورہ[6] دمشق دبایا جائے
بنا دھورے پراک گرجاگھر تھانپہ لشکر اترا آئے
دعوم دھام سے دل اسلامی جب گرجا پر اترا آئے
ہلچل پڑگئی دیس دیس میں گئے گھبرائے چلیپا رائے
چاروں اور سو کھل بل پڑ رہی گانوں گانوں پڑی بھجار[7]
جانے لئے کوئی کمٹیاں[8] بڑھیان کوئی بالک کندھے بٹھار

---

(۱) صف بستہ ہوگئے (۲) سنتے ہی
(۳) سامنے گئے (۴) اندھیرا اور گردا چھا گیا
(۵) سارے دن سفر کر کے (۶) نزدیک
(۷) بھگڑ (۸) کھاٹ پیڑھی

بھاج بھاجکے چٹون آور سے پٹھتا[1] گڈھ غوطہ میں جائیں
آئے گئی ہے فوج عربنکی کوئی دن یہان پران بچائیں

رہا نہ گانوں میں بالک لولبستی رہگئیں پڑی اوجاڑ[2]
ٹٹیاں[3] دے دے اپنے گھرنکو جائے قلعہ میں پکڑے آڑ

اکھٹے بھٹے قلعہ میں وادن رومی کافر بارہ ہزار
ٹھاٹ لڑائی کا بھیتر سے شہر بناہ پر کرا تیار

حضرت خالد نے گرجا پر کرا مقام اپنا منلائے
آوت ہوئے ہیں حضرت عامر اپنے دل کا کوچ کر آئے

آئے لیٹن حضرت عامر بھی تب ہیں دئیں لڑائی ٹھان
یہاں[4] کی باتیں تو یہاں راکھوں آگے اور سنو احوال

خبرین سب گذرین ہرقل کو سن سن گئیں کریجی سال
آوین چلی خبرین پر خبرین اور پانی پر پانی آئے

آج لیا اس شہر کو عربن نے آج لیا وہ قلعہ چھنائے
دوڑت آوے کوئی خبروا سینو شاہ چلیپا رائے

فارس آورسے اور اک لشکر سو عربن کا پہونچا آئے
چھاپا آئے دھورہ پڑدارا مال تال سب لیا لوٹائے

کر کے صلح ارکہ والن سے ارکہ اپنا لیا کرائے
دوڑت آوے کوئی ہر کارہ سنیو شاہ چلیپا رائے

تدمر اور سخنہ شہر نکو سوؤ عربن نے لیا چھنائے
کوئی کہت مسلمانن نے نگر دمشق اب کری چڑھائے

---

(۱) داخل (۲) اجاڑ
(۳) دروازے بند کرکے (۴) بعض نسخوں میں ہے ہیاں کی باتیں تو ہیاں

سن سن ہر قل ان خبرنکو رہ رہ جلے سناکا کھائے
بلوائے تب سردار اپنے بھاری بہت اکا دربار
بولے ہر قل سردارن سے رس مین آئے کہے آوہ بار
رہا ڈرات میں تم لوگن کو اور سمجھایا سیکھ بتائے
بات میری تم جھوٹی جانی کبھی مری تم مانے نائے
آرکہ تد مرسخنہ بصرہ سو عربن نے لئے چھنائے
اور اب چڑھے دمشق شہر پر لئین اسوکو فتح کرائے
ہیا[1] پھٹت ہے سنت ہوں جسکھن گڈھ غوطہ پر چڑھے اب آئے
ہے وہ جنت شام ملک کی ایسا نگر اس دیس میں نائے
کون جات ہے اب تم مین سے جو عربن سے لڑے اگھائے
پاچھے ہٹادے لڑ بھڑ انکو اور شہر کو لئے بچائے
مار بھجاوے جو کوئی ان کو اور جج مین دئے ہرائے
ملک جو عربن نے جیتا ہے سو سب مین دیدے[2] ہوں وائے
سن جہ باتین بادشاہ کی تب اٹھ بولا اک سردار
نالؤن کلوس بڑے جودھن[3] مین دور دور لو اسکی پکار
مین بہتیرا ہوں عربن کو مار انہین دے ہوں لوٹار[4]
کرون لڑائی جائے مین انسے شام ملک سے آؤن پکار
اتنی سنکے تب ہرقل نے دی اک سون[5] چلیپا رائے
پانچ ہزار اسوار کا لشکر دیا اور اسکے ساتھ کرائے
چل[6] ہوا لے لشکر واہی دن انطاکیہ سے کوچ کرائے
ہوت ہوا سوگڈھ حمص پرنگر بعلبک پہونچا آئے

---

(۱) دل (۲) سب اس کو دیدونگا
(۳) مشہور بہادر (۴) لوٹا دونگا
(۵) سونے کی (۶) اسی دن چل پڑا

روت[1] بھئی تب نکسین تریان لاگین کہن سو سموھے آئے
م کو عربن کے ھاتھن سے لیو تم اے سردار بچائے
ں آوت ھے فوج عربن اب ہم کیسی کرھین[2] ھائے
کھ حوران اور گڈھ بصرہ سواون لڑ کر لیئے چھنائے
وچھا کلوس نے تب ترین سے کیسے لئے جھ شہر چھنائے
یسے بس پہونچا عربن کا سوتو موھے کہو سمجھائے
گین[3] روئے کہن تب تریان سن لیو تمہین کہیں سمجھائے
تی تھارھین فوجین آنکی سوتو ابھی بڑھی ھین نائے
ارس اور سے ایک افسر آیا ھے ان عربن کیار
ارا مار کرت ھو آوت رکت نہین اُسکی تلوار
وت ولید المخزومی کا خالد اُسکا نانون کہت
ھین لئے جھ سہر اسی نے بڑھت چلا اور آگے آت[4]
وچھا کیتا دل ھے اس کا بولین تریان ڈیڑھ ہزار
تی سن کے بولے کلوسا دھیرج[5] تم را کھواہ بار
یسی مسیح کی موھے قسم ھے جیتا ایک کو چھوڑھون نائے
نے برچھے کی بوری[6] بر موڑ افسر کا رکھون کٹائے
تی کھہ کے افسر کافر چلا ھوان[7] سے کوچ کرائے
ھیرا کہون نہ رستہ میں نگر دمشق مین پہونچا آئے
گر دمشق میں تھا پہلے سے سنیو تم سنویو بھائے
دشاہ کی اور سے حاکم عزرائیل دمشقی رائے

(۱) عورتیں روتی لگیں (۲) ھم کیا کریں
(۳) عورتیں رو کر کہنے لگیں (۴) آتا ھے
(۵) تسلی (۶) انی
(۷) وھاں

شہر کے لوگن اور حاکم کو لیا کلوس اکھٹا کروائے
پڑھ کے پرمانا ھرقل کا سب لوگن سے کہے سنائے
تمھرے بیری سے میں لڑوں تمھرے شہر سے دیوں ھٹائے
حاکم راکھو تم موھو کو عزرائیل کو دیو نکرائے[1]
دشمن بھاری کٹھن لڑیا چڑھائے ھمرے اوپر آئے
ایسی سمے[2] اپنے حاکم کو دئین بھلا کیسے نکرائے
سنکے بات کلوس افسر کی منمیں جرا[3] دمشقی رائے
بیر پڑا تب آئے دوو میں ھردے[4] کپٹ رہے سمیائے
سب مل تب ایسی ٹھیرائی آسرن[5] ٹھانین رار
باری باری لڑین عربن سے اک اک دوو سردار
لئے سجائے اپنے اپنے دل بھئے لڑائی پر تیار
باندھ لئے ھتیار بدن پر اور گھوڑن پر بھئے سوار
نکسے[6] پھاٹک کھول قلعہ کاچل بھئے دل کے دل کفار
جیسے[7] پہاڑن کی کھوین سے پھیل پڑے دل ٹیڑی کیار
آویں چلے جیسے گھن بادر آدے چلی اندھیری چھات[8]
چمکت آوین نیزے چلپا جیسے تارے اندھریادات
آوے[9] ندیا بھری رکت کی بھئی جورنکھتین میں آن
حضرت خالد نے جب دیکھا آئے لڑائی کو کفار
سجا ترت وہ رنکا دولہ جس کو سجت نہ لاگے بار
بھئی زرہ مسیلمہ والی لئے سجائے تن پرھتیار
پٹکا سینچ کمر اوپر ھوگئے گھوڑے پر اسوار

(۱) عزرائیل کو نکال دو (۲) ایسے وقت کیسے نکال دیں
(۳) حاکم دمشق جل گیا (۴) دل میں دشمنی سما گئی
(۵) باری باری (۶) پھاٹک کھول کر نکلے
(۷) جیسے ٹلی دل پہاڑون کے غاروں سے (۸) بادل اور آندھی کی طرح
(۹) خون کی ندی بہ گئی

مکر اسلامی شیرن کا سوو ترق لیا سجائے
جا ایک ایک جوان سجیلا جسکی سوبھا نیرنی جائے
اج ساج سب ہتیارن سے ہو گئے گھوڑوں پر اسوار
ارے ہوبگئی ہرے باندھ کر مانو[1] بھیت ہے لوہے کیار
مہر گئی جب نوج کٹیلی آگے پاچھے باندھ قطار
ب رندولہ حضرت خالد سو لشکر سے کہیں پکار
یسا دن یارو نہ مل ہے ایسا سمان[2] نہ بارم بار
یسا بھاری دل بیری کا تمہرے سموہے پر تیار
نی کرو[3] مت اب لڑنے میں راہ خدا میں لڑو اگھائے
دد کرو تم دین خدا کی مدد تمہاری کرے خدائے
ویجاؤ یارو ان لوگن میں راہ خدا تلواریں کھینچ
بن لوگن نے جانیں اپنی راہ خدا میں ڈارین بیچ[4]
سلمان بھائی اور تمہرے ہیں جو حضرت عامر ساتھ
موؤ تمسے آئے ملت ہیں رنکھتین کا چاؤ[5] منات
اتنی کہہ اپنے لشکر سے اور منھ کر کفار کی اور
نعرہ ایک کڑک کر مارا جیون بادر گرجے گھنگھور
بھر گئی گونج کی سگرے رنمیں رنکے دولہ کی لکار
کانپ گئی سب دھرتی رنکی اور بھوسان گئے کفار
نکرے تڑپ تب لشکر پہلے لہروا میر ضرار
جیسے چیتا پتری[6] کمر کا نکرت ہے مارت لـلکار

---

(۱) جیسے لوہے کی دیوار (۲) ایسا وقت بار بار کہاں
(۳) کسر نہ کرو (۴) بیچ ڈالیں
(۵) شوق میں (۶) پتلی

دائیں دل کفار کے اور نیر لھروا گرے[1] اگھائے
جیسے چڑین کے جھورن پر باز شکاری گرت ہے آئے

رین[2] ہین کرڈارا دل کو مار مار نیزہ تلوار
ایک گرایا دسرا گرایا مار گرائے پانچ سوار

تڑپے[3] ھوانسے تب جس بجلی مانین گول پڑے اور رائے
جھ ھی تماشا ھوان[3] دکھایا دلمیں ھلچل دئی مچائے

پڑا سامنے آئے جو کافر ترق بھوئین[4] میں دیا ملائے
پانچ سوار ھوان بھی مارے بڑے بڑے جو دھاڈے گرائے

کر حملہ پھر دوسرے بیرا بیچ کے دل میں کودے جائے
کھل بل پڑ گئی رومی دلمیں بھوس پڑی چنگاری آئے

کر کر حلہ گھیرین کافر لاگے وار پھرین بھرات
تنک سا لڑکا ظاھی ہے آسکی مار سہی نہیں جات

جیسے ھوئے بھوس چنگاری تیسے دل میں میر ضرار
برچھا تان کسو کے مارین مارین کھینچ کبھوں تلوار

مارا ایک لیا دوسرے کو جھپٹ کے تسرا دیا گرائے
چوتھا مار لیا پچین[5] کو چھ اسوار دئے لڑھکائے

تب اٹھ بولے حضرت خالد شاباش کہکے لیا پکار
حق[6] ہے اور مسلمانن کا اب تم آؤ لوٹ ضرار

ایسی کہہ کے حضرت خالد جووادن نالیت[7] بلائے
روکتے نالوار لھروا لوٹ کے کبھون آوے نائے

---

(۱) حملہ کیا (۲) منتشر
(۳) بجلی کی طرح وھاں سے تڑپ کر
(۴) خاک (۵) پانچواں
(۶) اور مسلمانوں کو بھی موقع دو (۷) نہ بلا کہتے

حکم دیا تب رندوله نے بولے هٔن صدیق کے لال
عبدالرحمان اتنی[1] سنت کہن لے اپنی تلوار اور ڈھال
باگ اٹھائے بڑھے گھوڑے کی دل بیری میں دھمکے جائے
گرے تڑپ کر جیسے بجلی سگرے گول[2] گئی سمیائے
نعرہ مار کے الااللہ کا کڑکا رن میں رن کا شیر
گول گول میں جائے کے ٹوٹا گول[3] گول کو دیا بکھیر
کھل بل پڑ گئی تب رومن میں کہاں کی آفت ٹوٹی آئے
ایک گیا جه دسرا آیا سوؤمرنے[4] کو نہیں ڈرائے
ظلمی لڑکا هیں عربن کے دھرتی سر پر لیت اٹھائے
ایسے لڑیا جنکے لڑکا تنکے[5] بڑن سے کہا بسائے
هلہ کر کے رومی کافر چاروں اور سے گھر گھر آئیں
دھر عبدالرحمان جوڈپٹین تبہین کائی سے پھٹ جائیں
آوے جو کافر مہره[6] پرکال کو لاوے ساتھ لوائے
لاش پڑی رمجائے رن میں پر آپ چلا دوزخ کو جائے
ٹوٹ ٹوٹ کے رومی دل میں رنکا شیر کرے تلوار
جائے دبایا جس کافر کو مار دیا دھرتی پرڈار
وار کرین برچھی کا کبھوں اور کبھو تلوار کا وار
مار گرائے بھتک[7] کافر جیسے مارے میر ضرار
مار کے سوله اسوارن کو لوٹا تب صدیق کا لال
سمھرے اپنا تب رندوله رن میں بیت[7] چلا بھونچال

(۱) اتنی بات کہتے سن کر (۲) جیسے گروه میں بجلی گر گئی
(۳) گروهوں کو بکھیر دیا (۴) مرنے سے نہیں ڈرتے
(۵) ان کے بزرگوں کے سامنے کیا چلے گی
(۶) جو میدان میں جائے موت کو ساتھ لائے
(۷) بہت سے (۸) زلزله آ گیا

سیدھا کر کے برچھا اپنا دل بیری پر چلے اگھائے
نعرہ ایک کڑک کر مارا دھرتی اکاس گئے تھرائے
ڈپٹ بتائے کے اور گھوڑے کو دل کفار پر دھمکے جائے
جیسے بکرین[1] کے گلہ میں مستا شیر پڑے ار رائے
جائے پڑے کفار کے اوپر رب کی وہ ننگی تلوار
جس تلوار کی آنچ کے مارے بھری کھات پھرین کفار
اُلٹ پلٹ سب دل کر ڈالا رگد بگد سکرا میدان
تھر تھر کانپے دھرتی رن کے بھوئیں[2] گرا پڑت آسمان
جوہر اپنے رندولہ نے سو رومن کو دئے دکھائے
دیکھ ھچنک[3] رہے سب کافر من میں رہے اچنبا لائے
موڑ[4] اٹھاوے جو کوئی کافر دئین زمین پر کاٹ گرائے
کر کر حملے سب اورن سے سکرے دل کو لیا دبائے
چھکے چھوٹ گئے رومن کے رہ گئے ھاتھ پانوں تھرا۔
بڑا پڑیا جھ عربی ہے اسکی مار سہی نا جائے
ایک کے پاچھے ایک چھپت ہے ہر کوئی آپن[5] پران بچائے
دیکھ تماشا رندولہ کا ڈرا کلوس اپنے من[6] مائیں
افسر جان کے موپر آئے سوہے جھ عربی چھوڑے نائیں
دبت[7] پھرے اپنے لشکر میں پاچھے جائے سوٹھارا ہوئے
آڑ میں ٹھارا ہوئے ہوئے جھانکے کھون موہے دیکھ نہ پایا ہوئے
پھوٹ جائے جب گول آگے کا پھچلے گول کی پکڑی آڑ
جیسے لومڑی ڈر کے مارے دبت پھرے اوجھر[8] اور جھاڑ

---

(۱) جیسے مست شیر بکریوں میں (۲) آسمان زمین پر گرا پڑتا تھا
(۳) حیران (۴) جو سر اٹھائے کاٹ ڈالیں
(۵) جان بچاتا ہے (۶) دل میں
(۷) دبکتا (۸) غار

کھڑا ہوا تب ڈر سے چھپکر سکرے دل کے پاچھے جائے
بھاگ گئے حضرت رندولہ آکی آور چلے سدھیائے[1]

حملہ کر کے جھپٹے آسپز جیسے جھپٹے مستا شیر
کر ہلہ تب گھیرا رومن مانو لڑین[2] گھیرا شیر

کھینچ کمانیں اپنی اپنی چاروں آور سے ارکے آئے
دور کھڑے تیرن کو چھوڑین پاس تو کوئی آوے نائے

سو رندولہ آن تیرنکی من میں نہ کچھ کرین پروائے
جیسے کتن[3] کے حملہ سے شیر شکاری نہیں ڈرائے

جائیں چلے ار رات اور مارت جیسے مستا ھاتھی جائے
تیر برس رہے سب اورن سے سو کچھ دھیان میں لاوین نائے

چاروں اور کو کرکر حملے رومی لشکو دیا بکھیر
بکھرا دل میں رن کا دولھا مانو مچلا مستا شیر

پون[4] ترنگا رندولہ کا گول گول میں کودے جائے
مانو[5] بجلی بادر بادر کوندا دیت پھرت دکھرائے

دائیں ھاتھ کسو کو مارا بائیں کسو کو دیا گرائے
مارا پاچھے لوٹ کسو کو آگے بڑھ کوئی دیا گرائے

نیزہ تان کے رندولہ نے جس کافر پر مارا جائے
موت کے ھاتھ میں ھاتھ دئے چلا نرک[6] سیدھا کو جائے

لپک گلے پر جس کافر کے دئی بھیر تلوار کی دھار
سر سے پائیں لو بوڑا لہو مین گھاٹ موت کے دیا اوتار

---

(۱) سیدھے (۲) لڑاکو
(۳) کتوں (۴) اسپ بادپا
(۵) جیسے بجلی بادلوں میں کوندتی ہے

کر کے وار گراوین[1] دوبئے کو تسرا لوٹ پوٹ ہوئے جائے
کوئی پڑا لوھو میں لوئے کوئی سسک سسک رہ جائے
رنگئے دولہ کے حملن سے رن میں بہت رہا گھمسان
نیچے اوپر سگرا لشکر تھرتھر کانپ رہا میدان
جیسے جائے گھٹا میں بجلی اور جیسے صابن[2] میں تار
تیسے چل رہي رومی دل میں رن کے دولہ کی تلوار
ایک گرائے لیا دسرے کو ساتھ لیا تسرے کو دیا مار
تھوڑا عرصہ لڑتے[3] بیتا کاٹ گرائے بیس سوار
نکسے تب کفار کے دل سے اپنے گھوڑے کو تڑپائے
جیسے سنگھ بکسے بن سے تھاڑ[4] بھئے میدان میں آئے
دوو لشکر کے بیچ کھڑے ہوئے رومن سے بولے للکار
بڑا بہادر ہوئے جو تم میں موسے آن کرے تلوار
اوتر دیا[5] نہیں کاھو نے اور نا کوئی بڑھا آگار
تب رندولہ حضرت خالد پھر للکار اور کہیں پکار
ھوں میں اکلا مرد ایک عربی برا کافر ہوئے تمہار
اور سپاھی میرے لشکر کے موسے[6] سا ایک ایک سوار
سو تم ڈرت ہو مجھ اکلے سے بڑھ کر آوت نہیں اگار
ایک ایک آوے دو دو آوے آؤ دس دس آن کر و تلوار[7]

---

(۱) دوسرا تیسرا (۲) جیسے تار سے صابن کو کاٹ دیتے ہیں
(۳) لڑتے گذرا (۴) میدان میں آ گئے
(۵) کوئی میدان میں نہ اترا نہ آگے بڑھا
(۶) ہر ایک مجھ سا ہے
(۷) جتنے چاہو آ جاؤ

× ۸۶